اصلاح وتربیت کے لئے ایک جامع کتاب
جس میں آپ کے لئے علمی وعملی اصلاحی موضوع پر صحیح رہنمائی موجود ہے

بستان العارفین

عربی تصنیف

سید العرفا قدوۃ الصلحا نصر بن محمد بن ابراہیم ابو اللیث السمرقندی قدس سرہ

اردو ترجمہ

حضرت مولانا عبد المجید انور مدظلہ

مع حاشیۃ

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ تعالیٰ

ملنے کا پتہ
ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان 061-540513
E-Mail: ishaq90@hotmail.com

اصلاح وتربیت کے لئے ایک جامع کتاب

جس میں آپ کے لئے علمی وعملی اصلاحی موضوع پر صحیح رہنمائی موجود ہے

عربی تصنیف

سید العرفاء قدوۃ الصلحاء نصر بن محمد بن ابراہیم ابو اللیث السمرقندی قدس سرہٗ

اردو ترجمہ

حضرت مولانا عبد المجید انور مدظلہٗ

مع حاشیہ

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ

ملنے کا پتہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان پاکستان 061-540513 ☎

E-Mail: ishaq90@hotmail.com

نام کتاب.......................بستان العارفین

مصنف. ....فقیہ ابواللیث ثمر قندی رحمہ اللہ

مترجم.........شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید انور

تاریخ اشاعت.........................شعبان ۱۴۲۳ھ

مطبع...................... سلامت اقبال پریس ملتان

ملنے کے پتے

☆ ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان

☆ دارالعلوم رحیمیہ پیر کالونی نمبر 1 فیضی علی روڈ ملتان

☆ ادارہ اسلامیات انارکلی، لاہور

☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور

☆ مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ

☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

☆ یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور

☆ دارالاشاعت اردو بازار کراچی

☆ صدیقی ٹرسٹ لسبیلہ چوک کراچی نمبر ۵

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کیلئے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے۔ اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اس کی اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔

تاہم چونکہ یہ سب کام انسان کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے پھر بھی کسی غلطی کے رہ جانے کا امکان موجود ہے۔

لہٰذا قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اگر کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر دی جائے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہوگا۔

(ادارہ)

عرض ناشر

بستان العارفین فقیہ ابواللیث ثمر قندی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے، آپ کو شہرت علمی کے ساتھ تقویٰ و پرہیز گاری کا اعلیٰ مقام بھی حاصل تھا، آپ نے جو مفید اور علمی کتابیں لکھیں ان میں ایک کتاب یہ بستان العارفین بھی ہے، یہ کتاب عوام و خواص کیلئے مفید اور کام کی چیز ہے کوئی عنوان ایسا نہیں ہے جس کے متعلق اس کتاب میں مواد موجود نہ ہو تمام ضرورت کے موضوعات اس میں موجود ہیں، بس توجہ سے پڑھنے اور عمل کی کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔

کتاب کی بیش بہا افادیت کے پیش نظر حضرت حاجی امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نواں شہر ملتان والوں نے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد المجید انور صاحب کی خدمت میں درخواست کر کے اُردو ترجمہ کرایا اور پھر شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ سے ترجمہ پر نظر ثانی کرائی اور حاشیہ لکھوایا پھر ادارہ تالیفات اشرفیہ کو خصوصی طور پر اشاعت کیلئے یہ ترجمہ عنایت فرمایا، اللہ تعالیٰ ان پر کروڑوں رحمتیں برسائے۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب پر نظر ثانی کر کے اور حاشیہ لکھ کر بہت بڑا احسان فرمایا ہے کیونکہ ایک تو کتاب میں مذکور احادیث و روایات کی استنادی حیثیت بارے ایک قاعدہ کلیہ تحریر فرما دیا دوسرے اگر کتاب کے مضامین میں کہیں کوئی ابہام تھا یا کسی موقع پر کسی غلط فہمی میں پڑنے کا اندیشہ تھا تو آپؒ نے ہر ہر موقعہ پر حاشیہ لکھ کر ابہام اور غلط فہمی کا ازالہ کر دیا ہے اللہ تعالیٰ مولانا کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ہم نے دستی کتابت کرا کے چھاپا تھا اب از سر نو اس کی کمپیوٹر کتابت و تصحیح کرا کے اپنی خاصی ترتیب کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

احقر محمد اسحاق عفی عنہ

فہرست عنوانات

حالات مصنف

نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم ابوالليث فقیہ سمرقندی المشہور بہ امام الہدی علمائے بلخ میں سے امام کبیر، فاضل بے نظیر، فقیہ جلیل القدر، محدث وحید العصر، زاہد متورع ایک لاکھ حدیث یادرکھتے تھے، کتب امام محمدؒ امام وکیعؒ وعبداللہ بن مبارکؒ اور امالی امام ابو یوسفؒ وغیرہ آپ کوحفظ تھیں فقہ وغیرہ علوم ابی جعفر ہندوانی شاگرد ابی القاسم صفار تلمیذ نصیر بن یحییٰ سے حاصل کئے[۱] اور آپ سے ایک جم غفیر نے تفقہ کیا۔ آپ نے قرآن شریف کی تفسیر چار جلدوں میں اور کتاب نوادر الفقہ وخزانۃ الفقہ وتنبیہ الغافلین وبستان العارفین وشرح جامع صغیر وتاسیس النظائر ومختلف الروایۃ ونوازل وعیون اور مختلف فتاوی وغیرہ تصنیف کئے۔ آپ کا قول تھا کہ قیامت کو میرے اعمال نامہ میں سے عبث کی کوئی چیز نہ نکلے گی اور میں نے جب سے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ سے پہچانا ہے جھوٹ نہیں بولا، اور نہ کسی کے ساتھ برائی کا اس قدر بھی ارادہ کیا ہے کہ جس قدر جانور اپنے سر کو پانی میں مارتا ہے اور پھر اٹھالیتا ہے۔ آپ کہتے تھے کہ جو شخص علم کلام کے ساتھ مشغول ہو اس کا نام زمرہ علماء سے محو کردینا چاہیے۔ قاضی خاں نے اپنے فتاوی میں آپ سے نقل کیا ہے کہ معلم

---

[۱] (اور نصیر بن یحییٰ شاگرد ہیں محمد بن سماعہؒ کے، اور وہ امام ابو یوسفؒ کے، فوائد بہیہ۔ محمد یوسف)۔

کو تعلیم قرآن کی اجرت لینی جائز نہیں ۔ اور نہ عالم کو لائق ہے کہ بادشاہوں و امراء کے پاس آمد و رفت رکھے اور طالب علم کو نہیں چاہیے کہ دیہات و قصبات میں دورہ کر کے اس نیت سے وعظ و نصائح کرے کہ لوگ اس کیلئے کچھ جمع کریں (صاحب الجواھر المضیئہ نے ایک اور ''ابواللیث الحافظ سمرقندی کا ذکر کر کے ان فتاوی کو ان کی طرف منسوب کیا ہے اور آخر میں لکھا ہے''**فرجعت عن ذلک کُلُّهٗ** ''[1] کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ واسطے تجارت کے روانہ ہوئے راستہ میں رہزنوں نے آپ کے قافلہ کو لوٹ لیا جب انہوں نے بوجھ کھولے تو کوئی ایک بوجھ ایسے پائے جن میں صرف ڈھیلے بھرے ہوئے تھے ۔ رہزن اس بات سے بڑے حیران ہوئے اور اہل قافلہ سے اس امر کو دریافت کیا، انہوں نے کہا کہ فقیہ ابواللیث سے پوچھو کیونکہ ڈھیلے انہوں نے ہی لادے تھے ۔ جب چوروں نے آپ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ ڈھیلے ہم نے واسطے استنجا کے اپنی مملوکہ زمین سے لاد لئے تھے تاکہ غیر کی زمین سے استنجا کیلئے ڈھیلے اٹھانے کی نوبت نہ پہنچے رہزنوں کو یہ بات سن کر بڑا خوف پیدا ہوا اور سب نے تائب ہو کر قافلہ کا مال واپس کر دیا۔

وفات آپ کی بقول مختار نواح بلخ میں منگل کی رات ۱۱ جمادی الاخریٰ ۳۷۳ھ میں ہوئی کہتے ہیں کہ سمرقند کے لوگوں نے آپ کی وفات کے افسوس میں ایک ماہ تک دکانیں نہ کھولیں اور ان کا ارادہ تھا کہ اور ایک ماہ تک نہ کھولیں گے ۔ مگر حاکم نے ان کو سمجھا کر کھلوا دیں۔ نور حرفہ آپ کی تاریخ وفات ہے۔

نوٹ: یہ کتاب وعظ و نصیحت کی کتاب ہے اس میں احادیث بیشتر بالمعنی ذکر کی گئی ہیں اور مواعظ کی کتابوں میں عموماً کچی پکی قسم کی بھی روایتیں درج کر دی جاتی ہیں اس لئے اس امر پر تنبیہ کر دینا ضروری ہے کہ اس کتاب میں درج شدہ کسی روایت کو اسی وقت مستند سمجھا جائے جب کہ احادیث کی کتابوں میں موجود ہو محض اس کتاب کے حوالہ سے کسی حدیث کا حوالہ نہ دیا جائے۔

---

[1] یعنی وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان تمام فتاوی سے رجوع کر لیا ہے محمد یوسف)۔

الحمدللّٰہ رب العالمین والعاقبة للمتقین ولاحول ولاقوة الاباللّٰہ العلی العظیم وصلی اللّٰہ علیٰ سیدنا محمد خاتم النبیین وعلیٰ الہ الطیبین وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین وعلیٰ عباداللّٰہ الصالحین من اھل السموت والارضین

تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے اور اچھا انجام پرہیز گاروں کیلئے ہے۔ نیکی کرنے اور گناہ سے بچنے کی قوت اور طاقت اللہ بلند و برتر اور عظمت والے کی توفیق کے ساتھ ہی ہے۔ اور رحمت کاملہ نازل ہو ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ پر جو تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔ اور آپ کی پاکیزہ آل پر۔ اور تمام نبیوں اور رسولوں پر۔ اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر جو زمین و آسمان میں رہتے ہیں۔

فقیہ زاہد نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے اپنی اس کتاب (بستان العارفین) میں ایسے علمی فنون جمع کر دیئے ہیں جن سے بے خبر اور دور رہنا عوام و خواص کے لئے مناسب نہیں میں نے ان علمی فنون کو بہت سی مختلف کتابوں سے اخذ کیا ہے۔ اور ایسی باتوں کو لیا ہے جو ناظر اور شائق حضرات کیلئے بہت ہی واضح ہیں۔ جس مسئلہ کو کتاب وسنت اور آثار سے مدلل کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی اس کے دلائل ذکر کر دیئے ہیں پیچیدہ اور مشکل کلام سے پرہیز کیا گیا ہے۔ احادیث کی سندوں کو حذف کر دیا گیا ہے تاکہ پڑھنے والوں پر آسانی اور سہولت رہے۔ اور لوگ زیادہ سے زیادہ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اللہ تعالیٰ ہی سے ثواب کی امید ہے اور میں نے اس کتاب کا نام بستان العارفین رکھا اللہ تعالیٰ سے توفیق کا سوال ہے۔ کیونکہ اس کیلئے ہر کام آسان ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے وہی بہتر کارساز اور بہتر مددگار ہے"۔

علم کا طلب کرنا

بقدر ضرورت علم حاصل کرنا

فقیہ ابواللیثؒ نے فرمایا جاننا چاہیے کہ ہر مسلمان مرد اور عورت پر بقدر ضرورت دین کا علم حاصل کرنا فرض ہے۔ مثلاً وضو، نماز۔ دیگر احکام ضروریہ اور معاش کے مسائل۔ اس کے بعد علم دین کا حاصل کرنا فرض تو نہیں البتہ بہتر اور افضل ہے۔ اگر کوئی بقدر ضرورت علم دین حاصل کرنے کے بعد مزید علم حاصل نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ اور ہم نے یہ جو کہا ہے کہ بقدر ضرورت علم دین حاصل کرنا فرض ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

۱۔ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھو۔ اور ایک دوسری آیت میں یوں ارشاد فرمایا ہے۔

۲۔ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۔ اور بولے کہ اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو اہل جہنم سے نہ ہوتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ یہ لوگ اس لئے اصحاب نار میں سے ہوئے کہ اس کا سبب ان کی جہالت ہے۔

۳۔ مکحول نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **طلب العلم فریضة علی کل مسلم ومسلمة** ،علم دین کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

۴۔ ایک دوسری حدیث میں ہے **اطلبوا لعلم ولوباالصین فان طلب العلم فریضة علی کل مسلم ومسلمة** ۔ علم حاصل کرو اگرچہ تمہیں اس کی خاطر چین جانا پڑے کیونکہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ [۱]

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ علم کے

---

[۱] یہ حدیث عام وخواص میں بہت مشہور ہے مگر اس کا متن ضعیف ہے۔ بعض محدثین نے اس کو باطل اور موضوع کہا ہے (فیض القدیر محمد یوسف)۔

اٹھ جانے سے پہلے پہلے تمہارے اوپر علم حاصل کرنا لازم ہے اور علم کا اٹھنا یہ ہے کہ علم والے اٹھ جائیں۔اور تم پر علم حاصل کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ نا معلوم تمہیں کب علم کی احتیاج ہو جائے۔

ضرورت سے زیادہ علم حاصل کرنا

لوگوں نے ضرورت سے زائد علم کی طلب میں بحث کی ہے بعض کہتے ہیں کہ جب آدمی بقدر ضرورت علم دین حاصل کرے تو اس کیلئے یہی مناسب ہے کہ اس پر عمل کرنے میں مشغول ہو جائے اور مزید علم کا حصول ترک کر دے۔اور بعض نے کہا ہے کہ علم بڑھانے میں مشغول رہنا ہی بہتر ہے۔بشرطیکہ فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی نہ ہو اور یہی قول زیادہ صحیح ہے۔

پہلے گروہ کی دلیل

ا۔ان کی دلیل وہ حدیث ہے جسے جعفر بن برقان نے بواسطہ میمون بن مہران حضرت ابودرداؓ سے روایت کیا ہے۔آپ نے فرمایا جو نہیں جانتا اس کیلئے ایک ہلاکت اور جو جانتا ہے اور عمل نہیں کرتا اس کیلئے سات ہلاکتیں ہیں۔

۲۔حضرت فضیل بن عیاضؒ سے مروی ہے کہ جس شخص نے ان باتوں پر عمل کیا جن کو وہ جانتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ان باتوں سے بے نیاز کر دے گا جن کو وہ نہیں جانتا۔

۳۔اور فرمایا عمل اپنی ذات کیلئے ہوتا ہے۔اور علم میں زیادتی کی طلب غیر کیلئے، پس جو چیز اپنی ذات کیلئے ہے اس میں اشتغال زیادہ بہتر ہے کیونکہ دوسروں کی نسبت اپنی گردن چھڑانیکی فکر کرنا بہت ضروری ہے۔

دوسرے گروہ کی دلیل

ا۔حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ (پ۱۱،سورہ توبہ)۔ترجمہ: سو کیوں نہ نکلا ہر فرقہ میں سے ان کا ایک حصہ تا کہ سمجھ پیدا کریں دین میں اور تا کہ خبر پہنچائیں اپنی قوم کو جبکہ لوٹ کر آئیں ان کی طرف تا کہ وہ بچتے رہیں۔

۲۔ایک دوسری آیت میں فرمایا: قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۔ فرمایئے کیا برابر ہوتے ہیں سمجھدار اور بے سمجھ''۔

۳۔ایک اور آیت میں فرمایا: وَلَٰكِن كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ ۔''لیکن یوں کہئے کہ تم اللہ والے ہو جاؤ جیسے کہ تم سکھاتے تھے۔کتاب علماء تفسیر نے کونوا ربانیین کی تفسیر کو نوا فقھاء علماء کے ساتھ کی ہے یعنی تم فقیہہ اور عالم بنو۔

۴۔حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا فضل العلم خیر من العمل وملاک دینکم الورع ۔علم کی زیادتی (اور ترقی) عمل سے بہتر ہے اور تمہارے دین کی جڑ پرہیزگاری ہے۔

علم سیکھنا سکھانا

۱۔ حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ آدمی کا علم سیکھنا پھر اسے لوگوں کو سکھانا یہ بھی عمل ہی کا حصہ ہے۔حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رات کو ایک گھڑی (گھنٹہ بھر) علم کا مذاکرہ کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک پوری رات کی عبادت سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

۲۔ حضرت عوف بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں علم سیکھوں لیکن ڈرتا بھی ہوں کہیں اس پر عمل نہ کر کے ضائع نہ کر بیٹھوں ۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے اس شخص سے فرمایا تیرے لئے علم پر بھروسہ کرنا بہتر ہے جہالت پر جمے رہنے سے ۔ پھر وہ حضرت ابودردا رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا ان سے بھی یہی سوال کیا۔حضرت ابودردا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگ اپنی اپنی قبروں سے اسی حالت میں اٹھینگے جس حالت پر وہ مرے تھے۔ عالم علم کے ساتھ، جاہل جہالت کے ساتھ۔پھر وہ شخص حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا آپ سے بھی یہی پوچھا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ علم کا چھوڑ دینا ہی اس کا کافی ضیاع ہے۔

۳۔ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انسان تو دو ہی قسم کے ہیں

ایک عالم ربانی دوسرے متعلم جو علماء ربانی کے طریقہ پر علم سیکھتے ہیں۔ باقی سب لوگ بے علم گنوار، رذیل، ہر چرواہے کے پیچھے لگنے والے جدھر کی ہوا ادھر کا رخ کرنے والے ہیں اور علماء ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں ان کے اجسام اگرچہ فنا ہو جاتے ہیں مگر ان کے کارنامے (اور علمی خدمات) لوگوں کے دلوں میں ہمیشہ ثبت ونقش رہتے ہیں۔ کیونکہ عمل کا فائدہ اپنی ذات کیلئے ہوتا ہے جبکہ علم کا فائدہ عام طور پر اپنی ذات کے علاوہ تمام لوگوں کیلئے ہوتا ہے۔ پس علم کا افضل ہونا ثابت ہوا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔

۴۔ مروی ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کونسا عمل سب سے بہتر ہے آپ نے فرمایا علم اس نے دوسری تیسری بار پھر یہی سوال کیا۔ آپ نے اس کو وہی پہلا جواب دیا۔ اس نے عرض کیا آپ پر سلامتی ہو یا رسول اللہ میں عمل کے متعلق پوچھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کوئی عمل بغیر علم کے قبول نہیں فرماتا۔

۵۔ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ آدمی کی طرف سے بہترین صدقہ یہ ہے کہ خود علم سیکھے پھر لوگوں کو سکھائے اس سلسلہ یعنی (فضیلت علم) میں احادیث اور اخبار بہت ہیں۔

علم کی کتابت

فقیہ ابواللیث رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ بعض لوگوں نے علم کی کتابت یعنی لکھنے کو مکروہ جانا ہے اور عام اہل علم نے اسے درست قرار دیا ہے جن لوگوں کے نزدیک علم کی کتابت مکروہ یعنی غیر پسندیدہ ہے ان کی دلیل یہ ہے۔

علم نہ لکھنے کے دلائل

۱۔ حضرت حسن بصریؒ کی وہ روایت ہے جو سیدنا فاروق اعظم عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ یہود و نصاریٰ کے کچھ لوگ بعض باتیں بیان کرتے ہیں کیا ہم انہیں لکھ لیا کریں آپ نے غصہ کے ساتھ حضرت عمرؓ کی طرف

دیکھا اور فرمایا کیا تم بھی یہود و نصاری کی طرح حیران و پریشان ہونا چاہتے ہو۔ میں تمہارے پاس صاف ستھری سفید چٹی شریعت لے کر آیا ہوں اگر آج حضرت موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری پیروی کے بغیر چارہ کار نہ ہوتا۔

۲۔ حضرت عطا ابن بسیار حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے اس امر کی اجازت لینا چاہی کہ میں عمدہ علم (احادیث مقدسہ لکھ لیا کروں مگر آپ ﷺ نے اجازت نہیں دی۔

۳۔ ابن مسلمؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما علم کی کتابت سے منع فرمایا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے کہ تم سے پہلے لوگ علم لکھنے کے باعث ہی گمراہ ہوتے تھے۔

۴۔ ابن ابی داؤد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد آپ کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگے کہ ہم نے آپ کے جو علوم لکھے ہیں وہ آپ کی خدمت میں تصحیح کی غرض سے پیش کرنا چاہتے ہیں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا بہت اچھا۔ لیکن جب وہ لکھا ہوا مسودہ لے آئے تو آپ نے وہ مسودہ ان سے لیکر پانی سے دھوڈالا اور سفید کاغذ واپس کردئے انکو۔

فقیہ ابواللیثؒ نے کہا یہ اس لئے ہوا کہ جب انہوں نے علم کو کتاب میں لکھ لیا تو ان کا بھروسہ بجائے حافظہ کے تحریر پر ہو گیا۔ پھر تحریر کو کوئی آفت لاحق ہو جاتی ہے۔ پس نتیجۃً ان کا علم ضائع ہو جاتا۔ اور اس لئے بھی کہ کتاب ایسی شے ہے کہ اس میں کمی بیشی اور تغیر و تبدل کا بھی احتمال ہے۔ اور اس لئے بھی کہ حافظ پورے تیقن سے کلام کرتا ہے اور کتاب کا حوالہ دینے والا شخص بغیر یادداشت کے ظن محض اور تخمینے سے بات کرتا ہے۔

علم کو لکھنے کے دلائل

ا۔ جن لوگوں نے علم کی کتابت کو جائز اور درست قرار دیا ہے ان کی دلیل وہ روایت ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے

اصحاب میں سوائے عبداللہ بن عمروؓ کے کوئی شخص ذخیرہ حدیث میں مجھ سے بڑھ کرنہیں تھا۔ کیونکہ عبداللہ بن عمرو احادیث کولکھا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا ابن جریج بن معرور سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا یارسول اللہ کیا ہم آپ سے سنی ہوئی حدیثیں لکھ لیا کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایاہاں لکھ لیا کرو میں نے عرض کیا آپ کے ارشادات عالیہ خوشی اور غضب دونوں حال کے لکھ لیا کریں آپ نے فرمایا ہاں۔ کیونکہ میری زبان سے دونوں حالتوں میں حق ہی نکلتا ہے۔

۲۔ معاویہ بن قرہ کہتے ہیں جو شخص علم کو قید تحریر میں نہیں لاتا اس کے علم کو علم نہ سمجھو۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا جب موسیٰ علیہ السلام سے فرعون نے پہلی امتوں کے متعلق پوچھا کہ ان کا کیا حال ہوا۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا **علمها عند ربی فی کتاب لایضل ربی ولاینسی** ۔ کہ ان کی خبر میرے رب کے پاس لکھی ہوئی ہے میرا رب نہ بہکتا ہے نہ بھولتا ہے۔

۳۔ ربیع بن انیس اپنے دادوں زید اور زیاد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ دونوں ایک رات سلیمان بن عبدالملک کے ہاں گئے۔ وہاں وہ ساری رات صبح تک ان سے حدیثیں بیان کرتے رہے اور وہ لکھتے رہے۔

۴۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ نے فرمایا تم میں کوئی شخص بھی اس سے قاصر نہ رہے کہ اس کے پاس علم لکھا ہوا ہو۔ کیونکہ علم میں بڑا ابتلا ہے۔ اگر لکھا ہوا نہیں ہوگا تو علم اس سے رخصت ہو جائے گا۔ اگر علم کو لکھ لیا ہے تو بھول یا اشکال کے وقت اس کی طرف آسانی سے رجوع ہو سکے گا۔

۵۔ امام ابو یوسفؒ کی ایک حکایت ہے کہ انہوں نے امام محمدؒ پر علم کے لکھنے کے سلسلہ میں عیب لگایا تو انہوں نے جواب دیا کہ ذہاب علم (علم کا جاتا رہنا یعنی بھول جانا) کے خوف سے ایسا کر رہا ہوں کیونکہ عورتیں اب ابو یوسف جیسے بچے نہیں جنتیں۔

۶۔ امت کتابت علم پر مسلسل عمل پیرا رہی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو چیز اہل

ایمان کے نزدیک مستحسن ہو وہ اللہ کے نزدیک بھی مستحسن ہے۔ اور جس چیز کو اہل ایمان محبوب جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی محبوب ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔

۷۔ جب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور علماء امت کا کتابت علم پر مسلسل عمل رہا ہے تو بلاشبہ یہ اہل ایمان کا راستہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے اصحاب روشن ستاروں کے مانند ہیں ان میں سے جس کسی کی پیروی کی ہدایت پائی۔

۸۔ حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم ہر غنی، فقیر، چھوٹے اور بڑے سے علم لکھ لیا کرو جس نے کسی صاحب علم کو فقیر یا چھوٹا گردانتے ہوئے اس کا علم لکھنے سے گریز کیا۔ تو اس شخص کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

فتویٰ دینا

فقیہ زاہد ابواللیث رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ بعض لوگوں نے فتویٰ دینے کو مکروہ جانا ہے البتہ اکثر اہل علم نے اس کی اجازت دی ہے جبکہ فتویٰ دینے والا اس کا اہل ہو۔

دلائل

۱۔ پہلے گروہ کی دلیل وہ حدیث ہے جو رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے آپ نے ارشاد فرمایا تم میں سے فتویٰ کی جرات کرنے والا جہنم کی آگ پر جرات کرنے والا ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوگ آ کر ان سے فتویٰ پوچھا کرتے تھے۔ آپ فرماتے یہ چیز تمہارے لئے تو اچھی ہے لیکن میرے لئے بری ہے۔

۲۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سو بیس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دیکھا ہے ان میں سے کوئی محدث تھا تو اس کی یہ تمنا ہوتی کہ میری بجائے کوئی اور بھائی حدیث سنائے اور مفتی کو یہ خواہش ہوتی کہ میری جگہ کوئی دوسرا ساتھی فتویٰ دیدے۔

۳۔ امام ابن سیرین سے روایت ہے کہ حذیفہ بن یمان نے فرمایا کہ فتویٰ تین شخص ہی دے سکتے ہیں۔ ا۔ایک جو نسخ قرآن کا عالم ہو۔۲، امیر جس کیلئے فتویٰ دینے کے سوا کوئی چارۂ کار نہ ہو۔۳، یا ایسا احمق جو خود بخود مفتی بن بیٹھا ہو۔ چنانچہ امام ابن سیرینؒ سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو فرماتے کہ پہلے دو سے تو میں ہوں نہیں۔ اور تیسرا بننا نہیں چاہتا۔

دوسرے گروہ کے دلائل

ا۔ جو لوگ فتویٰ کی اباحت کے قائل ہیں ان کی حجت (یعنی دلیل) وہ حدیث ہے۔ جو حضرت ابو ہریرہ زید بن خالد اور شبل بن معبد رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ ہم لوگ ایک بار آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ ایک شخص کھڑا ہوا اور بارگاہ رسالت میں عرض کرنے لگا۔ بخدا آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ کا فیصلہ نافذ فرمادیں۔ پھر فریق ثانی جو اس سے زیادہ سمجھدار تھا کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ بالکل درست ہے۔ یارسول اللہ ﷺ آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ فرمادیں اور مجھے اجازت دیجئے کہ میں واقعہ بیانکروں۔ فرمایا کہو کیا کہتے ہو۔ عرض کیا میرا لڑکا اس کے پاس نوکر تھا۔ اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا۔ میں نے لڑکے کی طرف سے ایک سو بکریاں اور ایک خادم بطور فدیہ کے ادا کردیا پھر میں نے بعض اہل علم سے اس بارہ میں فتویٰ طلب کیا مجھے بتایا گیا کہ میرے بیٹے پر سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ۔اور اس کی بیوی پر رجم بطور حد لازم ہے۔ پس یہ حدیث فتویٰ کے جواز پر دلیل ہے۔ کیونکہ اس شخص کا کہنا کہ میں نے اہل علم سے فتویٰ طلب کیا انہوں نے مجھے فتویٰ دیا۔ پھر آنحضرت ﷺ کا اس پر نکیر نہ فرمانا جواز فتویٰ پر کھلی دلیل ہے علاوہ ازیں اس حدیث میں اس پر بھی دلیل موجود ہے کہ بڑے عالم کی موجودگی میں چھوٹا عالم بھی فتویٰ دے سکتا ہے۔

۲۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ فتاوی دیا کرتے تھے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان سے ایک بار مُحرِم (جس نے احرام باندھ رکھا ہو) کے بارے میں فتویٰ پوچھا گیا جس نے شترمرغ کے انڈے توڑ دیئے تھے۔ آپ نے فتویٰ صادر فرمایا کہ

ہر انڈے کے بدلے اونٹ کا بچہ ذبح کیا جائے۔ سائل آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو سارے قصے کی خبر دی آپ نے فرمایا علیؓ کا فتویٰ تو تم سن چکے ہو لیکن چلو تمہیں رخصت دی جاتی ہے کہ تم پر ہر انڈے کے بدلے ایک مسکین کا کھانا ہے۔

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب وہ بحرین گئے تو وہاں ان سے فتویٰ پوچھا گیا کہ کیا حلال آدمی کا ذبح کیا ہوا شکار مُحرِم کھا سکتا ہے۔ آپ نے جواز کا فتویٰ دیا جب واپس مدینہ طیبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے۔ تو آپ کو اس واقعہ سے آگاہ کیا آپ نے فرمایا ابو ہریرہ اگر تم نے اس کے سوا کچھ اور فتویٰ دیا ہوتا تو تم دیکھتے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرتا۔

۴۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے دور میں نئے درپیش آمدہ مسائل میں لوگوں کو فتویٰ دیا کرتے تھے۔ اسی طرح مسلمانوں میں نسلاً بعد نسل اس پر عمل رہا لہٰذا فتویٰ دینا جائز ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کرو۔ سو جب اللہ تعالیٰ نے بے علموں کو حکم دیا ہے کہ وہ علم والوں سے پوچھا کریں۔ اس میں علماء کرام کو بھی حکم ہے کہ وہ ان مسائل میں لوگوں کی رہنمائی کریں۔

بڑا عقل مند

حکایت ہے کہ لوگوں کی ایک جماعت نے تین دانشوروں کا انتخاب کیا۔ جو یہ بتائیں کہ بڑا عقلمند کون ہے۔ ان تینوں نے اس رائے پر اتفاق کیا کہ لوگوں میں بڑا عقلمند وہ ہے جو علم کی بات کہے۔

فتویٰ دینے کا اہل کون ہے

۱۔ فقیہ ابو اللیث رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا جس شخص کو علماء شریعت یعنی امام ابو حنیفہؒ اور ان کے صاحبین (قاضی ابو یوسف و امام محمد) کے اقوال فقہیہ اور ان مستدلات (ماخذ یعنی جہاں سے یہ مسئلہ اخذ کیا گیا ہو) اور لوگوں کے معاملات کی صحیح معرفت نہ ہو تو اسے فتویٰ دینا جائز نہیں۔

۲۔ جس شخص کو علماء شریعت کے اقوال کا تو علم ہے مگر وہ لوگوں کے معاملات اور ان کے طور طریقوں کو نہیں پہنچانتا ایسے شخص سے جب کوئی فتویٰ دریافت کیا جائے تو اگر دریافت طلب مسئلہ ایسا ہے جس کے بارے میں اسے معلوم ہے۔ کہ جن علماء کے مسلک کا وہ پیروکار ہے ان تمام کا اس مسئلہ کے جواز یا عدم جواز پر اتفاق ہے۔ تو اس کے مطابق یوں کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ یہ جائز ہے یہ ناجائز اور اس کا یہ (جائز یا ناجائز) کہنا بر سبیل حکایت ہوگا۔ اگر وہ مسئلہ مختلف فیہ ہے تب بھی اس طرح کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ فلاں کے نزدیک جائز ہے اور فلاں کے نزدیک ناجائز، البتہ اس کیلئے (مختلف فیہ مسئلہ میں) کسی ایک قول کو پسند کر کے اس پر فتویٰ دینا جائز نہیں تاوقتیکہ اس کو اس مسئلہ کی دلیل و حجت معلوم نہ ہو۔

۳۔ عصام بن یوسف سے روایت ہے کہ ایک میت کے گھر گیا تھا وہاں امام ابوحنیفہ کے چار (ممتاز) اصحاب زفر بن ہذیل، قاضی ابو یوسف، عافیہ بن یزید اور حسن بن زیاد جمع ہوئے باہم گفتگو کے بعد انہوں نے اس پر اتفاق کیا کہ کسی شخص کو ہمارے اقوال پر فتویٰ دینا روا نہیں تاوقتیکہ اس کو ہمارے مستدلات کا علم نہ ہو۔

۴۔ ابراہیم بن یوسف، قاضی ابو یوسف سے اور وہ امام ابوحنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں آپ کا ارشاد ہے کہ کسی شخص کو ہمارے اقوال پر فتویٰ دینا جائز نہیں تاوقتیکہ وہ ہمارے مستدلات معلوم نہ کر لے۔

۵۔ عصام بن یوسف سے کہا گیا آپ اکثر و بیشتر امام ابوحنیفہؒ سے اختلاف کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔ فرمایا عقل و فہم کا جو بلند مقام ابوحنیفہؒ کو ملا وہ ہم کو نہیں مل سکا جہاں ابوحنیفہؒ اپنی عقل و فہم سے پہنچے وہاں ہم نہیں پہنچ سکے۔ ہمیں فہم ملی جس قدر مل گئی۔ ہمارے لئے قطعاً اس کی گنجائش نہیں کہ ہم ابوحنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیں جب تک ہم یہ نہ معلوم کر لیں کہ وہ کہاں سے کہہ رہے ہیں۔

مفتی کے اوصاف واخلاق

۱۔ فقیہہ ابواللیث رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص منصب افتاء پر فائز ہو (یعنی مفتی

بنے) مسلمانوں کے معاملات اس کے سامنے پیش ہونگے لوگ اس کی طرف رجوع کریں گے۔ اسے چاہیے کہ لوگوں کی حاجات اور مسائل کا تصفیہ کئے بغیر ان کو واپس نہ لوٹائے۔ الا یہ کہ کوئی معقول عذر مانع ہو۔ اور ان کے ساتھ نرمی اور بردباری کا برتاؤ کرے۔

۲۔ قاسم بن محمد ابن ابی مریم سے (جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے صحبت یافتہ ہیں) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص کو مسلمانوں کے امور کی ذمہ داری سونپی گئی۔ پھر وہ ان کی ضرورت اور حاجت کے وقت درون پردہ چھپ بیٹھے تو اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن اس کی احتیاج اور ضرورت کے وقت اس سے حجاب کرے گا۔ مفتی کو متواضع نرم خو ہونا چاہیے نہ کہ متکبر ضدی، بدمزاج اور درشت خو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡ وَلَوۡ كُنۡتَ فَظًّا غَلِيۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِكَ (پ۴ سورۂ آل عمران)
ترجمہ: ”سو کچھ اللہ ہی کی رحمت ہے جو تو نرم دل مل گیا ان کو، اور اگر ہوتا تو تند خو سخت دل تو متفرق ہو جاتے تیرے پاس سے“۔

اختلاف مسائل

فقیہ ابواللیثؒ فرماتے ہیں لوگوں نے علماء (اور آئمہ) کے اختلاف فی المسائل میں کلام کیا ہے۔ بعض دونوں جانب صواب (درست) کے قائل ہیں یہ معتزلہ کا مذہب ہے بعض کا کہنا ہے کہ صواب ایک ہی جانب ہے۔ اور دوسری جانب خطا کی ہے۔ مگر گناہ اس سے مرتفع ہے یہی مذہب صحیح تر ہے۔

پہلے گروہ کی دلیل

۱۔ پہلے گروہ معتزلہ کی دلیل وہ روایت ہے جو نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے بنی نضیر کی کھجوروں کے کاٹ ڈالنے کا حکم فرمایا۔ تو ابو لیلیٰ مازنیؓ چن چن کر عمدہ کھجوروں کی قسم کو کاٹنے لگے۔ اور عبداللہ بن سلامؓ صرف بادام کے درخت کاٹ رہے تھے۔ ابو لیلیٰؓ سے جب دریافت کیا گیا کہ آپ عمدہ قسم کی کھجوریں کیوں کاٹتے تھے۔ فرمایا اس لئے کہ اس میں دشمن کی ذلت

ہے۔عبداللہ بن سلام سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے صرف بادام کے درخت کیوں کاٹے فرمایا مجھے یقین تھا کہ یہ کھجوریں آخر کار رسول اللہ ﷺ کے قبضہ میں آئینگی تو میں نے سوچا کیوں نہ ان کو آپ کی ذات اقدس کیلئے رہنے دیا جائے اس پر حق تعالیٰ کا ارشاد نازل ہوا، مَاقَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلٰى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۔ترجمہ: جو کاٹ ڈالا تم نے کھجور کا درخت یا رہنے دیا کھڑا اپنی جڑ پر سو اللہ کے حکم سے اور تا کہ رسوا کرے نافرمانوں کو۔اس میں اللہ تعالیٰ نے فریقین کے فعل پر اپنی خوشنودی کا اظہار فرمایا۔

دوسرے گروہ کے دلائل

۱۔دوسرے گروہ کی حجت وہ روایت ہے جو آنحضرت ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو دو فریقوں کے درمیان فیصلہ کرنے کا حکم فرمایا حضرت عمرو بن عاص نے عرض کیا میں آپ کے ہوتے ہوئے فیصلہ کروں فرمایا ہاں اگر تیرا فیصلہ درست ہوا تو تیرے لئے دس نیکیاں اگر غلط ہوا تو ایک نیکی، گویا حضرت نبی کریم ﷺ نے واضح فرما دیا کہ مجتہد کا اجتہاد کبھی درست ہوتا ہے کبھی غلط۔

۲۔ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا قصہ ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ (پ ۱۷) ترجمہ: اور داؤد و سلیمان کا تذکرہ کیجئے کہ وہ دونوں کسی کھیت کے بارے میں فیصلہ کرنے لگے جبکہ اس کھیت پر کچھ لوگوں کی بکریاں رات کے وقت جا پڑیں اور ہم اس فیصلہ کو جو مقدمہ والے لوگوں کے متعلق ہوا تھا دیکھ رہے تھے سو ہم نے اس فیصلہ کی آسان صورت کی سمجھ سلیمان کو دیدی۔ (پ ۱۷ سورۃ انبیاء)

یہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس پر مدح فرمائی کہ انہوں نے اپنی فہم و فراست سے مقدمہ کے فیصلہ کی ایسی آسان صورت نکالی جس کا ادراک حضرت داؤد علیہ السلام کو نہ ہو سکا۔

اختلاف امت رحمت ہے

موسیٰ الجہنی سے روایت ہے کہ طلحہ بن مطرفؒ کی مجلس میں جب بھی علماء کے اختلاف کا ذکر ہوتا تو فرماتے اختلاف مت کہو گنجائش کہو۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے مروی ہے آپ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے اختلاف کے عوض مجھے سرخ اونٹ بھی پسند نہیں۔ یعنی ان کا اختلاف میرے نزدیک سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ اگر صحابہ اختلاف نہ کرتے تو ان کے بعد کسی کیلئے اختلاف کرنا جائز نہ ہوتا۔ اگر ایسا ہوتا تو لوگوں کیلئے دین میں تنگی ہو جاتی۔ قاسم بن محمد سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اختلاف مسلمانوں کیلئے رحمت ہے۔

حدیث کی روایت بالمعنیٰ

فقیہ ابواللیث رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث کو بالمعنیٰ روایت کرنے میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ حدیث کی روایت جائز نہیں مگر بلفظہٖ اور بعض کے نزدیک حدیث کی روایت بالمعنیٰ بھی جائز ہے اور یہی صحیح تر ہے۔

پہلے گروہ کی دلیل

یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اس شخص پر جس نے میری حدیث سنی پھر ویسے ہی اس کو آگے پہنچایا''۔

حضرت برا ابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو ایک دعا یاد کرائی جس کے آخری الفاظ یہ تھے: امنت بکتابک الذی انزلت ونبیک الذی ارسلت، ایمان لایا میں تیری کتاب پر جو تو نے نازل کی اور تیرے نبی پر جس کو تو نے بھیجا۔ اس شخص نے دوبارہ رسول اللہ ﷺ کو سناتے ہوئے کہا برسولک الذی اسلت، رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا ونبیک الذی ارسلت ہی کہو اور اسے الفاظ کے بدلنے سے منع فرمایا۔

فریق ثانی کی دلیل

ا۔ اوران لوگوں کی دلیل جوروایت بالمعنی کو جائز قرار دیتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا وہ ارشاد ہے جس میں آپ نے فرمایاالا فلیبلغ الشاھد الغائب ،آگاہ رہو کہ حاضر غائب کو پہنچائے۔اِس ارشاد میں حضور ﷺ نے غائبین کو مطلق پہنچا دینے کا حکم فرمایا ہے۔

۲۔ واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فرمایا کرتے تھے کہ ہماراحدیث کو بالمعنی بیان کردینا تمہارے لئے کافی ہے۔

۳۔ ابن عون کہتے ہیں کہ آئمہ حدیث ابراہیم نخعیؒ، شعبیؒ اورحسن بصریؒ حدیث کو بالمعنی ہی بیان کیا کرتے تھے۔

۴۔ وکیعؒ کا قول ہے کہ اگر حدیث میں روایت بالمعنی کی گنجائش نہ ہوتو لوگ ہلاک ہو جائیں

۵۔ حضرت سفیان ثوری کا ارشاد ہے کہ اگر میں تمہیں یہ کہوں کہ یہ حدیث میں نے تم سے اسی طرح بیان کی ہے جس طرح میں نے سنی ہے ،تو تم میری تصدیق نہ کیا کرو کیونکہ ارشاد خداوندی ہے فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ۔سو کیوں نہ نکلا ہر فرقہ میں سے ان کا ایک حصہ تا کہ سمجھ پیدا کریں دین میں اورتا کہ خبر پہنچائیں اپنی قوم کو جبکہ لوٹ کر آئیں ان کی طرف تا کہ وہ بچتے رہیں عربی زبان ہے چنانچہ اگرلوگ عربی زبان کو نہ سمجھتے ہوں تو غیر عربی میں ان کے سامنے قرآن کو بیان کرنا ضروری ہے۔بس اس سے ثابت ہوا کہ اعتبار معنی کا ہے الفاظ کا نہیں۔

حدیث کی روایت اوراجازت

فقیہ ابواللیث رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حدثنا کی جگہ اخبرنا یااخبرنا کی جگہ حدثنا کہہ کر حدیث کی روایت میں لوگوں کااختلاف ہے۔بعض علماء حدیث کا کہنا ہے کہ جب تم نے کسی محدث کے سامنے حدیث کی قرات کی پھروہ حدیث اس محدث سے تم آگے روایت کرنا چاہو تو مناسب یہ ہے کہ یوں کہو اخبرنا فلاں اوراگر محدث نے خود تمہیں حدیث سنائی تو اس سے روایت

کرتے وقت یوں کہو، ’’حدثنا فلاں‘‘ اور اہل علم کے نزدیک دونوں (حدثنا، اخبرنا) ایک سے ہیں اور اسی پر ہمارا عمل ہے۔

امام قاضی ابو یوسف سے مروی ہے کہ جب کسی فقیہہ کے سامنے تم حدیث کی قرات کرو یا فقیہہ تمہارے سامنے حدیث کی قرات کرے تو تمہیں اختیار ہے کہ روایت حدیث کے وقت حدثنا فلاں کہو چاہے اخبرنا فلاں اور چاہے **سمعت من** کہو۔

ابو مطیعؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے امام ابو حنیفہؒ سے دریافت کیا کہ روایت حدیث کے وقت میں حدثنا کہا کروں یا اخبرنا، فرمایا تمہیں اختیار ہے چاہے حدثنا کہو چاہے اخبرنا!

شعبہ بن حجاج سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے شاگردوں سے فرمایا، تمہیں اختیار ہے کہ حدیث کی روایت کے وقت چاہے حدثنا کہو چاہے انبأنا اور چاہے اخبرنا۔ البتہ محدث اگر تمہیں یوں کہے **اجزت لک ان تحدث عنی** ۔یعنی میں اپنی طرف سے تمہیں روایت حدیث کی اجازت دیتا ہوں تو تمہارے لئے روایت حدیث کے وقت حدثنا یا اخبرنا کہنا جائز نہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے **اجازنی فلاں** یعنی مجھے فلاں محدث نے روایت حدیث کی اجازت دی۔

فقیہ ابو اللیث رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے قاضی خلیل بن احمد سے سنا انہوں نے ابو طاہر احمد بن سفیان الدیاسی سے سنا انہوں نے فرمایا جب محدث یہ کہے **اجزت لک** میں نے تمہیں اجازت دی تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میری طرف تمہیں روایت حدیث کی اجازت ہے مگر مجھ پر جھوٹ نہ بولنا۔

فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ اگر محدث نے تمہاری طرف کوئی حدیث لکھ کر بھیجی یا اس نے اپنی کتاب تمہیں دی اور کہا کہ اس کتاب کی جملہ حدیثیں مجھ سے فلاں نے بیان کیں۔ تو روایت حدیث کے وقت تمہارے لئے ’’اخبرنا فلاں‘‘ کہنا تو درست ہے لیکن ’’حدثنا فلاں‘‘ کہنا جائز نہیں۔ کیونکہ لکھنا خبر ہے اور حدیث (یعنی بات کرنا) بغیر مخاطب (آمنے سامنے بیٹھ کر گفتگو کرنا) کے ناممکن ہے لہٰذا حدثنا کہنا جائز نہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ میں فلاں شخص کو ایسی ایسی خبر نہیں دوں گا۔ پھر وہی خبر اس فلاں کو لکھ کر بھیجدی۔ تو وہ حانث ہو جائیگا۔ (یعنی اس

کی قسم ٹوٹ گئی) اور اگر قسم یوں کھائی کہ اس سے بات بیان نہیں کروں گا پھر وہ خبر لکھ کر اس کو بھیج دی تو حانث نہیں ہوگا تاوقتیکہ خبر اس کے سامنے آ کر بیان نہ کرے۔

ابو ضمرہ عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن شہاب کو دیکھا کہ ان کے پاس ایک کتاب لائی جاتی پھر ان سے دریافت کیا جاتا، آپ پہچانتے ہیں کیا یہ آپ ہی کی کتاب ہے؟ وہ فرماتے ہاں (یہ میری کتاب ہے) پھر خواہ شیخ شاگردوں کو پڑھ کر سناتا، یا شاگرد استاد کو سناتے وہ ان دونوں صورتوں پر راضی ہوتے اسے نقل کر لیتے اور اس کے مطابق روایت کرتے''۔

عبدالعزیز بن ابان شعبہ سے روایت کرتے ہیں کہ منصور بن منعم نے ایک حدیث لکھ کر میری طرف بھیجی ملاقات کے وقت میں نے پھر اسی حدیث کے بارے میں ان سے پوچھا تو فرمایا کہ کیا میں نے یہ حدیث تمہاری طرف لکھ کر نہیں بھیجی میں نے عرض کیا تو کیا آپ کا حدیث لکھ کر دینا ایسے ہی ہے جیسے آپ مجھ سے حدیث بیان کر دیں فرمایا ہاں۔ میں نے یہ قصہ ایوب سختیانی سے بیان کیا انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ حدیث لکھ کر دینا بیان کرنا ہی ہے

محمد بن حسن سے مروی ہے کہ محدث کا حدیث لکھ کر دینا اور اس سے حدیث کا سماع ایک ہی شے ہے یعنی جس طرح شیخ سے سنی ہوئی حدیث کی روایت درست ہے۔ اسی طرح شیخ کی طرف سے لکھ کر دی گئی حدیث کی روایت بھی درست ہے۔ البتہ باعتبار الفاظ کے روایت کے حدیثیں مختلف ہو جائیں گی (کیونکہ کتابت کیلئے اخبرنا اور سماع کیلئے حدثنا موضوع ہے)۔

علم ثقہ لوگوں سے حاصل کرنا چاہیے

۱۔ فقیہ ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم ثقہ اور امین عالم سے اخذ کرنا چاہیے کیونکہ دین کا مدار علم پر ہے لہٰذا انسان کو چاہیے کہ اپنے دین پر اسی شخص کو امین بنائے جس کو وہ اپنی ذات پر بھی امین بنا سکے۔

۲۔ عباد بن کثیرؒ حضرت نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جن لوگوں کی شہادت قابل قبول نہیں ان سے حدیث نہ لیا کرو۔

۳۔ امام محمد بن سیرینؒ سے مروی ہے کہ یہ علم دین ہے پس دیکھ لیا کرو کہ تم اپنا دین کس سے لے رہے ہو۔

۴۔ حضرت حسن بصریؒ کا قول ہے کہ جس کا قول اچھا ہو اور عمل برا اس سے علم مت سیکھو اور اس پر اعتماد بھی نہ کرو۔ اگر یہ کہا جائے کہ رسول اللہ ﷺ کی وہ حدیث جو حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا علم مومن کی گم شدہ متاع ہے جہاں سے اسے ملے حاصل کرنا چاہیے'' مگر یہ جب ہے کہ صاحب علم ثقہ ہو اور اس کی کلام درست ہو۔ اگر عالم غیر ثقہ ہو تو اس سے علم اخذ نہیں کرنا چاہیے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص کسی غیر ثقہ عالم سے کوئی حدیث یا مسئلہ سنے۔ تو وہ نا قابل قبول ہوگا۔ الا یہ کہ اصول شریعت کے مطابق ہو تو اس پر عمل جائز ہے مگر اس سے یقینی علم حاصل نہیں ہوگا۔ ﴿اسی طرح اگر کسی کو لکھی ہوئی حدیث یا لکھا ہوا مسئلہ ملے تو اگر وہ اصول شریعت کے مطابق ہو تو اس پر عمل کرنا جائز ہے ورنہ نہیں﴾۔

۵۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ حضرت علیؓ بن ابی طالب سے نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس نے جاننے کے باوجود جھوٹی حدیث بیان کی وہ کاذب ہے۔

مجلس وعظ منعقد کرنا

فقیہ ابواللیث رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں بعض لوگوں کے نزدیک مجلس وعظ منعقد کرنا مکروہ ہے۔ بعض نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ جب کہ نیت خالص اللہ کی رضا کی ہو یہی قول صحیح تر ہے۔ کیونکہ یہ مجالس دینی مسائل معلوم ہونے کا ذریعہ ہیں۔

مکروہ جاننے والوں کی دلیل

۱۔ رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث ہے جو عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا: **لا یقص علی الناس الا امیر او ما مور او مراء**۔ یعنی وعظ وتقریر امیر کرتا ہے یا مامور (جس کو امیر کا حکم ہو) یا ریا کار۔

۲۔ حضرت تمیم داریؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہفتہ میں ایک دن لوگوں کو وعظ کہنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا تمہارا مقصد اس سے

کیا ہے عرض کیا لوگوں کو نصیحت۔ فرمایا کہہ لیا کرو لیکن جان لو کہ یہ ذبح ہے۔

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جس سے فیصلہ طلب کیا گیا وہ تو بغیر چھری کے ذبح کیا گیا۔ حضور ﷺ کا ایک اور ارشاد ہے **القاص ینتظر المقت والمستمع ینتظر الرحمة** (قصہ گو واعظ یا خطیب منتظر غضب ہے اور سننے والا منتظر رحمت)۔

۳۔ ابو قلابہ سے روایت ہے کہ وہ نماز سے فارغ ہوئے ایک شخص مسجد میں آیا اور چیخ چیخ کر تقریر کرنی شروع کر دی۔ آپ نے اسے کہا کہ تو ایک گدھا ہے ہینگنے والا اگر تو دوبارہ ہمارے پاس آیا تو ہم تجھے عقل سکھائیں گے۔ (پٹائی کریں گے)۔

۴۔ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں تین آیتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے وعظ کہنے کو مکروہ سمجھتا ہوں۔

(۱) اَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ

(۲) لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ وَمَا اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَا اَنْهٰكُمْ عَنْهُ۔

ترجمہ (۱) کیا حکم کرتے ہو لوگوں کو نیک کام کا اور بھولتے ہو اپنے آپ کو۔

(۲) ایسی باتیں کیوں کرتے ہو جو کرتے نہیں ہو اور میں یہ نہیں چاہتا کہ خود وہ کام کروں جو تم سے چھڑاتا ہوں۔

۵۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے عیسیٰ پہلے اپنی ذات کو نصیحت کر پھر لوگوں کو کہہ ورنہ مجھ سے حیا کر۔

مباح کہنے والوں کی دلیل

۱۔ جن کے نزدیک مجلس وعظ منعقد کرنے میں کوئی حرج نہیں ان کی دلیل یہ ارشاد خداوندی ہے۔ **وذكر فان الذكرى تنفع المؤمنين** اور سمجھاتا رہ کیونکہ سمجھانا مومنوں کے کام آتا ہے۔

۲۔ دوسری آیت میں ہے۔ **وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ**

اور تا کہ خبر پہنچائیں اپنی قوم کو جبکہ لوٹ کر آئیں ان کی طرف تا کہ وہ بچتے رہیں۔

۳۔ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرمایا کرتے تھے اے واعظوں کی جماعت تم اب وعظ کہنا چھوڑ دو۔ کیونکہ لوگوں کو دین کی فہم حاصل ہو چکی ہے بس آپ کا یہ ارشاد اس امر کی دلیل ہے کہ جب لوگ دین کے احکام سے ناواقف ہوں ان کی تعلیم کیلئے وعظ کہنا چاہیے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔

۴۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا معمول خمیس کی رات لوگوں کو وعظ کہنے کا تھا آپ کھڑے ہو کر وعظ کہتے اور دعا پر ختم کرتے۔

۵۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے جس نے لوگوں سے اپنا علم چھپایا (یعنی ان کی رہنمائی نہ کی) قیامت کے دن اسے آگ کی لگام دیجائیگی۔ اسی طرح کا ایک ارشاد رسول اللہ ﷺ سے بھی منقول ہے۔

۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر قرآن کریم کی یہ آیت نہ ہوتی تو میں کبھی لوگوں کو وعظ کہنے کیلئے نہ بیٹھتا وہ آیت یہ ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآاَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْھُدٰی۔

۷۔ حضرت عبداللہ بن عمر رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میری طرف سے پہنچاؤ اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔ بنی اسرائیل کے قصے بیان کیا کرو اس میں کوئی حرج نہیں اور ان کی حکایات عجیب ہیں۔ ہاں جس نے مجھ پر جھوٹ بولا اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنایا۔

۸۔ حضرت حسن بصریؒ کا قول ہے کہ اگر علماء نہ ہوتے تو لوگ سارے کے سارے چوپائیوں کی مثل بن جاتے۔

واعظ کے آداب

۱۔ امام فقیہ ابو اللیث رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں پہلی چیز جو واعظ کیلئے از بس ضروری ہے اس کا فی نفسہ صالح ہونا ہے اگر وہ خود صالح نہیں ہوگا تو عقلاء اسکے قریب نہیں پھٹکینگے اور احمق اس کی اقتدا کریں گے۔ اس سے عالم میں فساد ہوگا۔ لوگوں کے قلوب میں اس کا کلام مؤثر نہیں ہوگا۔

۲۔ واعظ کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ متقی ہو وعظ میں غیر صحیح کلام بیان نہ کرے۔ حضرت

علی رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کا ارشاد مروی ہے۔ آپ نے فرمایا جس نے جانتے بوجھتے ہوئے جھوٹی حدیث بیان کی وہ کاذب ہے۔

۳۔ مجلس وعظ کو اتنا لمبا نہ کرے کہ لوگ اکتا جائیں کہ اس سے علم کی برکت جاتی رہیگی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک وقت قلوب کے نشاط اور توجہ کا ہوتا ہے۔ اور ایک وقت اکتاہٹ اور بے توجہی کا۔ سو وعظ اس وقت تک کہنا چاہیے جب تک لوگ نشاط اور توجہ سے سنیں۔

۴۔ امام زہریؒ رسول اللہ ﷺ سے (مرسلاً روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا (**روحوا القلوب ساعة فساعة**) تھوڑے تھوڑے وقفہ سے دلوں کو راحت پہنچاتے رہو۔

۵۔ زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک واعظ تھا جو لمبی لمبی تقریر سے لوگوں کو اکتا دیا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر اور ان پر لعنت فرمائی۔

۶۔ واعظ کو متواضع نرم خو ہونا چاہیے۔ متکبر، بدمزاج، درشت طبع نہ ہو، کیونکہ تواضع نرم خوئی، خلق نبوی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ** ۔ ”سو کچھ اللہ ہی کی رحمت ہے جو تو ان کو نرم دل مل گیا اگر ہوتا تو تند خو، سخت دل تو متفرق ہو جاتے تیرے پاس سے“۔

۷۔ واعظ کو چاہیے جب وہ نماز، روزہ، صدقہ خیرات وغیرہ کے فضائل لوگوں کو سنانا چاہے تو پہلے خود ان کا عامل بنے تا کہ وہ اس آیت کا مصداق نہ ٹھہرے۔

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ ۔ ”کہ حکم کرتے ہو لوگوں کو نیک کام کا اور بھولتے ہو اپنے آپ کو“۔

۸۔ حضرت ابراہیم نخعی کا قول ہے کہ قرآن مجید کی تین آیتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے میں وعظ کو مکروہ سمجھتا ہوں، ہم ان کو مجلس وعظ کے بیان میں ذکر کر آئے ہیں۔

۹۔ واعظ کیلئے قرآن کی تفسیر، احادیث اور اقوال فقہا کا جاننا ضروری ہے۔ حضرت علی کرم

اللہ وجہہ سے مروی ہے انہوں نے ایک شخص کو وعظ کہتے ہوئے دیکھا۔ تو فرمایا کیا تم ناسخ منسوخ کو پہنچانتے ہو۔ عرض کیا نہیں۔ فرمایا خود بھی برباد ہوئے اور دوسروں کو بھی برباد کیا۔

۱۰۔ واعظ کیلئے دوران وعظ کسی مخصوص شخص کی طرف متوجہ رہنا مناسب نہیں۔ بلکہ تمام سامعین کی طرف یکساں توجہ رکھے حبیب ابن ثابت سے مروی ہے کہ طریق مسنون یہی ہے کہ دوران وعظ واعظ اپنی توجہ ایک شخص پر مرکوز نہ رکھے بلکہ سب کی طرف یکساں توجہ رکھے۔

۱۱۔ واعظ کو لالچی بھی نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ لالچ انسان کو رسوا کر دیتا ہے چہرے اور علم کی رونق کو ختم کر ڈالتا ہے۔ البتہ اگر بغیر طلب اور سوال کے کسی کی طرف سے کوئی ہدیہ ہو تو اس کے قبول کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔

۱۲۔ مجلس وعظ میں خوف و رجا دونوں قسم کے مضامین ہونے چاہئیں صرف ایک ہی پہلو خوف کا یا رجا کا اختیار نہ کیا جائے کیونکہ یہ ممنوع ہے۔

۱۳۔ اگر واعظ مجلس وعظ کو طویل کرنے کی ضرورت سمجھے تو اس کیلئے مستحب ہے کہ دوران وعظ ظرافت اور خوش مزاجی کی باتوں سے مجلس کو کشت زعفران بناتا رہے اس سے سامعین کے نشاط اور توجہ میں اضافہ ہوگا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب وعظ فرمانے بیٹھتے تو لوگوں کو دنیا سے بے رغبتی، آخرت کا شوق دلاتے لیکن جب دیکھتے کہ سامعین پر اکتاہٹ چھا گئی ہے تو کھیتی باڑی باغات وعمارات کا ذکر چھیڑتے جب دیکھتے کہ سامعین میں نشاط اور توجہ آ گئی تو پھر آخرت کی طرف متوجہ ہو جاتے۔

سامعین کیلئے آداب

۱۔ امام فقیہ ابو اللیث رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ سامع (یعنی سننے والے) کو چاہیے کہ مقرر کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے اس کے کلام کو پوری رغبت سے سنے کسی دوسرے کام میں مشغول نہ ہو

۲۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مروی ہے جس نے کوئی مسئلہ یا حدیث سنی پھر اس پر عمل کیا وہ زندہ اور نجات پانے والا ہے۔ جس نے حدیث تو سنی پھر اس پر عمل نہ کیا وہ برباد ہوگا۔

۳۔ سامعین کیلئے مستحب ہے کہ واعظ جب بھی کوئی حدیث یا آیت بیان کرے اس کی تصدیق اور تحسین کریں تا کہ واعظ کا شوق وعظ بڑھے اور سامع کو یہ بھی چاہیے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا اسم پاک سنے تو آپ پر درود بھیجے۔ ہر قسم کے شیطانی وساوس دل سے نکال کر بیٹھے دوران وعظ مت سوئے کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ جو شخص دینی مجلس میں سویا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم اور شیطان کا دوست ہے۔

طلب علم کی ترغیب اور فقہ کی باقی علوم پر فضیلت و بزرگی

اہل علم کی فضیلت

فقیہہ ابوالليثؒ (مصنف کتاب) فرماتے ہیں انسان کو چاہیے کہ علم سیکھے جہل پر قناعت کر کے نہ بیٹھا رہے۔اللہ پاک کا ارشاد ہے قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْن۔فرمادیجئے کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں۔پس اللہ تعالیٰ نے اہل علم کو غیر اہل علم پر فضیلت و بزرگی عطا فرمائی ہے۔رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے آپ نے فرمایا اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو عالم یا متعلم نہیں۔

تحصیل علم کی ضرورت

ا۔حضرت ابودردارضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔میں دیکھ رہا ہوں کہ علماء اٹھتے جارہے ہیں اور تمہارے جاہل علم نہیں سیکھتے۔علم کو اس کے آٹھ جانے سے پہلے سیکھ لو۔علم کا اٹھنا علماء کا ختم ہو جانا ہے۔

۲۔ عروہ بن زبیر نے اپنے بیٹوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔بیٹو علم سیکھو اگر تم قوم کے چھوٹے ہو تو دوسری قوم کے بڑے بنو گے۔میرے نزدیک اس بوڑھے سے زیادہ بدصورت کوئی نہیں جس کے پاس کچھ علم نہیں۔

۳۔ امام شعبیؒ کا ارشاد ہے کہ کسی نے اقصاء شام سے اقصاء یمن تک سفر کیا اور ایک کلمہ بھی ایسا سیکھ لیا جو اس کی زندگی میں فائدہ مند ہو سکتا ہے تو میں کہوں گا اس کا سفر ضائع نہیں ہوا۔

فقہ کی فضیلت

پس معلوم ہونا چاہیے کہ علم کی کئی اقسام ہیں اور سب اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہیں مگر جو بزرگی علم فقہ کی ہے وہ کسی کی نہیں۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ دیگر علوم کی نسبت فقہ حاصل کرنے میں زیادہ اہتمام کرے۔ کیونکہ جس نے فقہ حاصل کرلی دیگر علوم کا حصول اس کیلئے بہت آسان ہے۔ دین کا مدار فقہ پر ہے۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا اللہ پاک کی کوئی عبادت فقہ فی الدین سے بڑھ کر نہیں۔ یہ بھی فرمایا کہ ایک فقیہہ عالم شیطان پر ہزار بے علم عابدوں سے بھاری ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ فقہ سیکھنے کیلئے ایک ساعت بیٹھنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک پوری رات کی عبادت سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

۲۔ سیدنا عمر ابن خطابؓ کا ارشاد ہے۔ **تفقھوا قبل ان تسودوا**۔ قبل اس کے کہ تمہیں سیادت ملے دین میں سمجھ (فقہ) حاصل کرو۔

قلب کی اصلاح کیلئے علوم

علم فقہ کا وافر حصہ حاصل کر لینے کے بعد انسان کو زہد و حکمت علم آخرت اخلاق صالحین کی طرف بھی توجہ مبذول کرنی چاہیے۔ کیونکہ زہد و حکمت علم آخرت اور اخلاق صالحین کے بغیر فقط فقہ کے سیکھ لینے سے قلب کی قساوت دور نہیں ہوتی۔ اور قلب قاسی ہمیشہ اللہ سے دور رہتا ہے۔

علم ریاضی و نجوم

۱۔ حساب اور جہت قبلہ کی معرفت کیلئے بقدر ضرورت نجوم و ریاضی کا علم سیکھ لینے میں بھی کوئی حرج نہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **وَعَلَامَاتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ**۔ اور بہت سی نشانیاں بنائیں اور ستاروں سے بھی لوگ راستہ معلوم کرتے ہیں۔

۲۔ ایک دوسری جگہ فرمایا **هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ**

وَالْبَحْرِ ''اور وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے ستاروں کو پیدا کیا تا کہ تم ان کے ذریعہ سے اندھیروں میں خشکی میں اور دریا میں راستہ معلوم کر سکو''۔

۳۔ سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔ تمہارے لئے نجوم کا علم بس اس قدر کافی ہے جس سے تم اپنا قبلہ معلوم کر سکو اور انساب کا علم اس قدر جس سے تم اپنے قرابت داروں سے صلہ رحمی کر سکو۔

۴۔ حضرت نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے ستاروں کو دیکھ کر امور کی خبر دینے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے میمون بن مہران کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ علم نجوم کے پیچھے مت پڑنا یہ انسان کو جادو اور کہانت کی طرف لے جاتا ہے۔

مناظرہ کا بیان

مناظرہ کا بیان

ا۔ فقیہ ابواللیث رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بعض لوگوں نے مناظرہ اور جدال فی العلم کو ناپسند فرمایا ہے۔ اس سلسلہ میں ان کی حجت (یعنی دلیل) اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: مَا ضَرَبُوْہُ لَکَ اِلَّا جَدَلًا ''ان لوگوں نے جو یہ آپ سے بیان کیا ہے تو محض جھگڑا کرنے کی غرض سے''۔

۲۔ اسی طرح ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے: وَکَانَ الْاِنْسَانُ اَکْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا ''اور یہ انسان سب چیز سے جھگڑالو ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے باہمی جھگڑے اور مباحثہ پر ان کی مذمت کی ہے اور ان پر ملامت فرمائی ہے۔

۳۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا البغض الناس الی اللّٰہ تعالیٰ الا لد الخصم ''لوگوں میں سے بدتر انسان اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو سخت جھگڑالو ہو''۔

۴۔ ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو قوم ہدایت کے بعد گمراہی اختیار کر لے اسے جھگڑا دے دیا جاتا ہے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تم حق پر ہوتے

ہوئے بھی جھگڑا مت کرو۔ یہ حدیث دوسرے الفاظ کے ساتھ یوں مروی ہے کہ تم میں سے کسی کو ایمان کی حقیقت نصیب نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا نہیں چھوڑ دیتا۔ کیونکہ جھگڑے کا انجام عداوت ہے اور عداوت مسلمانوں میں باہم حرام ہے۔

مناظرہ کے حق میں دلائل

ا۔ اکثر اہل علم کے نزدیک مناظرہ میں کوئی حرج نہیں جبکہ مقصود حق کا اظہار ہو۔ دلیل اس کی اللہ رب العزت کا یہ ارشاد ہے وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنْ " اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث کیجئے''۔

۲۔ اور ارشاد ہے فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ اِلَّامِرَ أَظَاهِرًا'' سومت جھگڑ ان کی بات میں مگر سرسری جھگڑا''۔

۳۔ اور ارشاد ہے اَلَمْ تَرَاِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرَاهِيْمَ فِيْ رَبِّهٖ اَنْ اٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ اِذْقَالَ اِبْرَاهِيْمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ قَالَ انا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَامِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرْ '' کیا تو نے نہ دیکھا اس شخص کو جس نے جھگڑا کیا ابراہیم سے اس کے رب کی بابت اس وجہ سے کہ دی تھی اللہ نے اس کو سلطنت اور جب کہا ابراہیم نے میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے وہ بولا میں زندہ کرتا اور مارتا ہوں اور کہا ابراہیم نے کہ بیشک اللہ تو لاتا ہے سورج کو مشرق سے اب تو لے آ اس کو مغرب کی طرف سے تب حیران رہ گیا وہ کافر''۔

۴۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمارا اس مسئلہ میں باہم مذاکرہ ہوا کہ آیا محرم کیلئے ایسے شکار کا گوشت کھانا جائز ہے جس کو غیر محرم نے ذبح کیا ہو۔ درآنحالیکہ رسول اللہ ﷺ خواب استراحت فرما رہے تھے۔ ہماری آوازوں سے آپ بیدار ہو گئے فرمایا تم کس بات میں جھگڑ رہے تھے۔ ہم نے عرض کر دیا (یعنی اختلاف مذکورہ بالا) فرمایا تمہارے لئے اسکا کھانا جائز ہے اور ہمارے اس بحث مباحثہ پر نکیر نہیں فرمائی۔

نتیجہ : مناظرہ سے چونکہ حق و باطل کا اظہار ہوتا ہے اور طلب حق میں غور وفکر کرنا اچھی بات ہے لہٰذا بوقت ضرورت مناظرہ درست ہے وہ آثار جس سے مناظرہ کی نہی ثابت ہوتی ہے ان سے مراد ناحق جنگ وجدال ہے۔ یا یہ کہ مناظرہ سے مقصود محض فخر ومباحات ہو ایسا مناظرہ واقعی مکروہ بلکہ حرام ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے جس شخص نے اس لئے علم پڑھا کہ اس کے ذریعہ علماء پر فخر کرے یا سفہاءً سے جدال کرے یا اس کے ذریعہ لوگوں کے چہروں کو اپنی طرف متوجہ کرے تو وہ جہنم میں جا پڑا۔

متعلم کے آداب

(۱) تصحیح نیت

فقیہ ابواللیث رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں پہلی چیز جس کی متعلم کو اشد ضرورت ہے تصحیح نیت ہے تا کہ وہ خود بھی اپنے علم سے فائدہ اٹھائے اور دوسروں کو بھی اس سے فائدہ پہنچے۔ تصحیح نیت کیلئے چار چیزوں کی احتیاج ہے۔ اول جہل سے نکلنے کی نیت کرے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں۔ دوم خلق خدا کی منفعت کی نیت کرے ارشاد نبوی ہے کہ اچھا انسان وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔ سوم علم دین کو زندہ رکھنے کی نیت کرے کیونکہ تحصیل علم کا مشغلہ اگر لوگ ترک کر دیں تو علم دین جاتا رہیگا۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے لوگو علم کو اس کے اٹھ جانے سے پہلے حاصل کر لو۔ علم کا اٹھنا علماء کا چلے جانا ہے۔ چہارم علم سے مقصود عمل ہو دوسری غرض کوئی نہ ہو۔ کیونکہ علم ذریعہ عمل ہے فقط ذریعہ بغیر عمل کے بے سود ہے۔ جس طرح عمل بغیر علم کے بے سود ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے علم بغیر عمل کے وبال ہے اور عمل بلا علم گمراہی۔

(۲) مقصود علم

متعلم کو چاہیے کہ علم سے اس کا مقصود اصلی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اور دار آخرت ہو

طلب دنیا نہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور دار آخرت کی نیت سے اسے دونوں جہان کی بھلائی نصیب ہوگی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ''جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو ہم اس کو اس کی کھیتی میں ترقی دینگے۔ اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو تو ہم اس کو کچھ دنیا میں دیدینگے۔ اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں''۔

صحیح اور غلط نیت کے نتائج

۱۔ حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کی نیت دنیا کا طلب کرنا ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے حال کو پراگندہ کر دینگے اور محتاجی کے آثار اس کی پیشانی میں اور اس کے چہرے پر پیدا کر دینگے اور دنیا اس کو بس اس قدر ملے گی جس قدر اس کے واسطے مقدر ہو چکی ہے۔

۲۔ جس شخص کی نیت اور اس کا مقصد اصلی اپنی سعی و عمل سے آخرت کی طلب ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو غنا نصیب فرمائینگے اور اس کے حال کو درست فرما دینگے۔ اور دنیا اس کے پاس خود بخود ذلیل ہو کر آئے گی۔

علم سے نیت بھی درست ہو جاتی ہے

۱۔ اگر باوجود کوشش اور سعی کے صحیح نیت پر قدرت نہ ہو سکے تو علم بہرحال حاصل کرنا چاہیے کیونکہ علم کا حصول اس کے ترک سے بہتر ہے۔ جب علم حاصل کر لیا تو وہ خود بخود نیت کو درست کر لے گا۔

۲۔ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جس شخص نے رضائے الٰہی کے سوا علم کسی اور غرض کیلئے پڑھا۔ وہ شخص دنیا سے نہیں جائیگا تاوقتیکہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کی ذات اور دار آخرت کیلئے نہیں ہو جاتا۔

۳۔ امام تفسیر حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب ہم نے یہ علم دین پڑھا تھا اس

وقت زیادہ تر ہماری نیت خلوص کی نہیں تھی۔ مگر بعد میں اللہ رب العزت نے محض اپنی مہربانی سے ہمیں خلوص کی نیت سے سرفراز فرمادیا۔

متعلم کے دیگر آداب

۱۔ متعلم کو والدین کی اجازت کے بغیر علم کی خاطر دوردراز کا سفر کرنا ٹھیک نہیں الا یہ کہ والدین اس کی خدمت کے محتاج نہ ہوں پھر کوئی عتاب نہیں۔

۲۔ متعلم کیلئے فرائض میں سے کسی فرض کو ترک کرنا یا اس کے وقت سے مؤخر کرنا روا نہیں۔

۳۔ متعلم کیلئے یہ بھی درست نہیں کہ علم کی خاطر کسی کو ستائے اس سے علم کی برکت جاتی رہتی ہے

۴۔ متعلم کو افادہ علم میں بخیل نہیں ہونا چاہیے جب کوئی شخص (یا خاص اس کا شریک درس) اس سے کوئی کتاب عاریۃً مانگے یا کسی مسئلہ کے سمجھنے میں اس سے مدد کا طلبگار ہو تو متعلم اس میں بخل نہ کرے کیونکہ حصول علم سے جب اس کا مقصود فی المال مخلوق کی منفعت ہی ہے تو فی الحال بھی اس کی منفعت سے دریغ نہ کرنا چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا ارشاد ہے جس شخص نے اپنے علم میں بخل کیا وہ تین مصیبتوں میں سے ایک میں ضرور مبتلا ہوگا۔ یا وہ جلد مریگا اور اس کا علم فنا ہو جائیگا۔ یا ظالم سلطان کی ہمنشینی میں گرفتار ہو جائیگا۔ یا علم اس کو بھول جائیگا۔

۵۔ متعلم کو چاہیے کہ علم کی توقیر کرے چنانچہ کتاب کو زمین پر نہ رکھے جب بیت الخلا سے آئے اور ارادہ کتاب چھونے کا ہو تو مستحب یہ ہے کہ پہلے وضو کرے یا کم از کم ہاتھ دھولے تب کتاب اٹھائے متعلم کو چاہیے کہ تھوڑے اسباب زندگی پر قناعت کرے نفس کو کھانے پینے اور نیند کا پورا حصہ نہ دے۔ لوگوں سے تعلق میل جول خصوصاً عورتوں سے اختلاط اور ان کی ہمنشینی سے بہت اجتناب کرے بے مقصد اور لایعنی کاموں میں مشغول نہ ہو۔ مثل مشہور ہے کہ جو شخص لایعنی اور بیکار کاموں میں مشغول ہوا وہ اپنے ضروری اور با مقصد کام کھو بیٹھا۔ حضرت لقمان رحمتہ اللہ

علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو دانائی کا اتنا بڑا مرتبہ کیسے ملا۔ فرمایا سچ بولنے امانت ادا کرنے اور لایعنی کاموں سے پرہیز کرنے کی برکت سے۔

۶۔ متعلم کو چاہیے کہ سبق کا کبھی ناغہ نہ کرے۔ ہم جماعت ساتھیوں سے وہ نہ ہوں تو تنہا ہی مسائل کا تکرار کرتا رہے۔

یزید الرقاشی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ہمارے سامنے حدیث بیان فرما کر دولت کدہ پر تشریف لے جاتے ہم آپس میں اس حدیث کا اس قدر مذاکرہ اور تکرار کرتے گویا وہ حدیث کھیتی کی طرح ہمارے دلوں میں اگ آئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو حکم دیتے ہوئے فرمایا اے یحییٰ کتاب کو مضبوطی سے تھام لو یعنی پوری کوشش اور مواظبت سے پڑھنے کے ساتھ، مثل مشہور ہے پڑھتے رہو کیونکہ پڑھنا ہی گاڑھنا ہے یعنی بار بار پڑھتے رہنے سے علم دل میں پیوست ہو جاتا ہے۔

مفسر قرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے لوگوں نے پوچھا علم کا یہ بلند مقام آپ کو کس طرح ملا۔ فرمایا بہت پوچھنے والی زبان بہت تدبیر کرنے والے قلب نہ تھکنے والے دل اور بہت خرچ کرنے والے ہاتھ کے سبب بعض روایات میں راحت اور مصیبت میں بہت صبر کرنے والے بدن کا بھی اضافہ ہے۔

امام شعبیؒ کا قول ہے کہ جس شخص کا چہرہ نرم و نازک ہوگا اس کا علم بھی کمزور ہوگا (یعنی جو چہرے کے بناؤ سنگار میں لگا رہے اسکو پورا علم حاصل نہیں ہوگا)۔

مشہور حکیم بزرجمہر سے کسی نے پوچھا علم و حکمت کا یہ مرتبہ آپ کو کیسے ملا کہا کوے کی طرح صبح خیزی کتے کی طرح چاپلوسی بلی کی طرح عاجزی خنزیر کی طرح لالچ اور گدھے کی طرح صبر کرنے سے۔

۷۔ متعلم کو چاہیے کہ جب اس کا کسی شخص سے جھگڑا یا مخاصمت ہو جائے تو نرمی اور انصاف پسندی کا برتاؤ کرے تا کہ اس کے اور نادان جاہل کے درمیان امتیاز ہو سکے۔ آنحضرت ﷺ

کاارشاد ہے نرمی جس شے میں آتی ہے اسے خوبصورت بنادیتی ہے۔ اور سختی ہر چیز کو معیوب بدزیب بنادیتی ہے۔

۸۔ متعلم کو چاہیے کہ اپنے اساتذہ کی عزت وتکریم بجالائے اس سے علم کی برکت میں اضافہ ہوگا اساتذہ کی بے ادبی سے علم کی برکت جاتی رہتی ہے۔

۹۔ متعلم کو چاہیے کہ لوگوں سے خوش خلقی کے ساتھ پیش آئے کیونکہ کہا گیا ہے سب سے اچھا انسان وہ ہے جو لوگوں سے خوش اخلاقی کا برتاؤ کرتا ہے۔ اور سب سے برا آدمی وہ ہے جو بد اخلاقی کا مظاہرہ کرتا ہے۔

علم سے مستفید ہونے کے شرائط

کہا گیا ہے کہ متعلم عالم کے کلام سے تب ہی مستفید ہوسکتا ہے جب اسمیں تین وصف موجود ہوں۔ علم پر حریص ہو۔ استاد کی تعظیم بجالانے والا ہو۔ اس کے اندر تواضع ہو۔ تواضع کے سبب علم اس کیلئے نفع بخش ثابت ہوگا بوجہ حرص کے علم کا استنباط کرتا رہیگا۔ بوجہ تعظیم کے اساتذہ کی عنایات اس پر منعطف ہوتی رہیں گی۔

قضاء کو قبول کرنے یا نہ کرنے کا بیان

فقیہ ابواللیث رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قضا کے بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے بعض حضرات کہتے ہیں کہ قضا قبول نہیں کرنی چاہیے۔ اور بعض کا کہنا ہے کہ اگر بلا طلب ملے تو حرج نہیں بشرطیکہ اس کی صلاحیت رکھتا ہو یہی ہمارے حضرات کا قول ہے۔

قضا قبول نہ کرنیکے دلائل

ا۔ ناپسند سمجھنے والے حضرات کی دلیل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عادل قاضی کو قیامت کے دن لایا جائیگا وہ حساب کی شدت کو دیکھ کر یہ تمنا کریگا۔ اے کاش کہ اس نے دو آدمیوں کے درمیان کبھی کوئی فیصلہ نہ کیا ہوتا۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہؓ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص قاضی مقرر ہو گیا گویا وہ بغیر چھری کے ذبح ہو گیا۔

عہدہ قضا قبول نہ کرنے والے حضرات کی مثالیں

۱۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں کسی شخص کو جب عہدہ قضا دیا جاتا (یا عہدہ قضا طلب کرتا) تو اس کی وجہ سے اس شخص کیلئے نبوت ﴿عربی عبارت مُس ایک لفظ زائد ہے۔ صحیح من النبوۃ ہے جیسا کہ نسخہ مصریہ مطبوعہ حسینیہ اور نسخہ مطبوعہ دار الکتب العربیہ اکبری مصری وغیرہ میں موجود ہے من بعد النبوۃ صحیح نہیں / مفتی عبدالستار صاحب خیر المدارس﴾ سے مایوسی ہو جاتی ﴿حضرت داؤد علیہ السلام سے پہلے بنی اسرائیل میں دستور خداوندی یہ چلا آیا تھا کہ نبوت ایک خاندان میں اور حکومت اور سلطنت دوسرے خاندان میں ہوتی تھی عہدہ قضا چونکہ حکومت کا ایک شعبہ ہے تو بنی اسرائیل میں عہدہ قضا جس کے متعلق ہو جاتا تھا اسے نبوت نہیں مل سکتی تھی۔ تفصیل کیلئے دیکھو اشاعت اسلام مؤلفہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند مطبوعہ سبحانی اکیڈمی اردو بازار لاہور﴾۔

۲۔ ابو ایوب کہتے ہیں کہ ابو قلابہ پر عہدہ قضا پیش کیا گیا۔ تو وہ بھاگ کر شام پہنچ گئے اتفاق کی بات کہ یہاں کا قاضی معزول ہو گیا۔ یہ وہاں سے بھی بھاگے اور چھپتے چھپتے یمامہ آ گئے ایک موقع پر میری ملاقات ان سے ہوئی تو فرمانے لگے میرے نزدیک قضا کی مثال اس شخص کی سی ہے جو سمندر میں تیرنے لگتا ہے اور اچھی طرح سے ماہر نہ ہونیکی وجہ سے ڈوب جاتا ہے۔

۳۔ کہتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو منصب قضا کی دعوت دی گئی یہ بصرہ کی طرف بھاگ گئے اور کہیں چھپ گئے۔ امیر المومنین نے تلاش کیلئے آدمی بھیجے مگر ناکام لوٹے اور آپ اسی پردہ پوشی کے عالم میں وفات پا گئے۔

۴۔ منقول ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی قضا کے بارے میں قید و بند اور مار پٹائی کی مشقتوں سے دوچار ہونا پڑا۔ یہاں تک کہ جان دیدی مگر عہدہ قضا قبول نہ کیا۔

عہدہ قضا قبول کرنے کے دلائل

ا۔ جو حضرات قضا کو قبول کرنا جائز و مباح لکھتے ہیں ان کی دلیل حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص منصب قضاء کا طالب ہے اور اس کے لئے سفارشیں تلاش کرتا ہے۔ اسے اس کے نفس کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ اور جس شخص کو قبول کرنے پر مجبور کیا گیا ہو اس پر فرشتے نازل ہوتے ہیں جو اسکی اصلاح کرتے رہتے ہیں۔
حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگ کہا کرتے تھے کہ عادل حاکم کا ایک دن کا اجر اس شخص کے اجر سے افضل ہے جو اپنے گھر میں ستر برس سے نماز اور عبادت میں مشغول ہے۔

۲۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ امامت کا مطالبہ مت کرو کیونکہ مانگنے پر اگر تجھے یہ عہدہ مل گیا تو تجھے اس کے حوالے کر دیا جائے گا۔ اور بلا طلب ملے تو منجانب اللہ تیری اعانت کی جائے گی۔

۳۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ دو آدمی دربار نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ ہمیں کسی منصب اور عہدہ پر لگا دیا جائے ہم بہتر اور امین ثابت ہونگے آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ ہم ایسے شخص کو منصب پر نہیں لگاتے جو اس کا طالب بن کر آتا ہے۔

قاضی کے آداب

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قاضی کو چاہیے کہ

ا۔ فریقین میں مساوات کا معاملہ رکھے۔ بٹھانے میں۔ ان کی طرف توجہ کرنے میں برابری ہو۔

۲۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی نقل کرتی ہیں کہ جو شخص تم میں سے قضا کی ذمہ داری میں مبتلا ہو جائے اسے لازم ہے کہ مجلس میں اشارہ کرنے میں نگاہ التفات میں فریقین کو برابر رکھے۔ اور کسی ایک فریق کے ساتھ نسبتاً بلند آواز سے گفتگو نہ کرے۔
اور یہ بھی قاضی کیلئے لازم ہے کہ فیصلہ کے وقت اس کا دل بالکل فارغ ہو (کسی دباؤ یا غصہ وغیرہ کا کچھ بھی اثر نہ ہو)۔

۳۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ قاضی فیصلہ کے وقت بھوکا ہو نہ پیاسا۔

۴۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کو جو سجستان میں قاضی تھے خط میں لکھتے ہیں کہ غصہ کی حالت میں فریقین کے درمیان کبھی فیصلہ نہ کرو کیونکہ میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ غصہ کی حالت میں فیصلہ کرنے سے منع فرماتے تھے۔

۵۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حکام کو تین باتوں کا پابند بنایا ہے کہ وہ اپنی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ سے ڈریں لوگوں سے نہ ڈریں۔ اللہ تعالیٰ کی آیات پر حقیر معاوضہ قبول نہ کریں۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی یَادَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ اے داوٗد ہم نے تم کو زمین پر حاکم بنایا ہے۔ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰی۔ سو لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہنا اور فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اور خواہشات کی پیروی مت کرنا کہ خدا کے راستہ سے تم کو بھٹکا دینگی اور یہ آیت تلاوت فرمائی **فلا تخشوا لناس واخشو نی ولا تشتروا باٰیاتی ثمنا قلیلا**۔ سو تم بھی لوگوں سے اندیشہ مت کرو اور مجھ سے ڈرو اور میرے احکام کے بدلے میں متاع قلیل مت لو اور یہ بھی پڑھا۔

وَدَاوٗدَ وَسُلَیْمَانَ اِذْیَحْکُمَانِ فِی الْحَرْثِ ۔ اور داوٗد اور سلیمان کا تذکرہ کیجئے جبکہ دونوں اِذْ نَفَشَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ کسی کھیت کے بارے میں فیصلہ کرنے لگے جب اس میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کو جا پڑیں۔

اس کے بعد حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان دو حضرات داوٗد اور سلیمان علیہما السلام کا ذکر نہ فرمایا ہوتا تو میں قاضیوں کی ہلاکت کا یقین کر لیتا۔ مگر اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک کے علم پر اس کی تحسین فرمائی اور دوسرے کے اجتہاد پر اسے معذور قرار دیا۔

قرآن سیکھنے سکھانے کی فضیلت

قرأت کا حق

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قاری کو اپنی قرأت کا حصہ کبھی نہ چھوڑنا چاہیے جس قدر

بھی اس میں زیادتی کرے گا بہتر ہی ہوگا۔

ایک حدیث میں ارشاد نبوی ہے کہ **افضل انسان الحال "المرتحل"** ہے صحابہ نے اس کی وضاحت چاہی تو ارشاد فرمایا ختم کرنے والا اور شروع کرنے والا۔ یعنی تلاوت کرنے والا ابتدا سے چل کر جب آخر قرآن تک پہنچ جاتا ہے تو پھر ابتدا سے شروع کر دیتا ہے۔ قاری کو چاہیے کہ زیادہ نہیں تو کم از کم سال میں دو مرتبہ قرآن ختم کرے۔

حسن بن زیادؒ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص سال میں دو دفعہ قرآن ختم کرتا ہے وہ اسکا حق ادا کرتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اپنے آخری سال میں دو مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو سنایا تھا۔

اچھا عمل اور بڑا گناہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مجھے میری امت کے اجر وثواب دکھائے گئے۔ حتیٰ کہ وہ تنکا جسے کوئی انسان مسجد سے باہر نکال کر پھینکتا ہے۔ تو میں نے کوئی بھی اچھا عمل تلاوت قرآن سے بڑھ کر نہیں دیکھا اور مجھے میری امت کے گناہ دکھائے گئے تو میں نے کوئی گناہ اس سے بڑا نہیں دیکھا کہ ایک آدمی نے کوئی سورۃ یا ایک آیت یاد کر کے بھلا دی۔

سب سے بہتر کون ہے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو خود قرآن سیکھتا ہے اور دوسروں کو سیکھاتا ہے۔ ابوعبدالرحمٰن اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ یہی وہ حدیث ہے جس نے مجھے اس جگہ پر بٹھایا ہے یعنی جہاں بیٹھ کر وہ لوگوں کو قرآن پڑھایا کرتے تھے اور یہ بزرگ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے بھی استاد تھے۔

تلاوت کی لذت اور اس کا کیف

حضرت ذوالنون رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مسجد میں داخل ہوا کیا دیکھتا ہوں

کہ ایک آدمی وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا (اوران کارب ان کو پاکیزہ شراب پینے کو دے گا) یہ کلمات بار بار پڑھتا اور اپنے منہ کو یوں چوستا ہے جیسے کچھ پی رہا ہو۔ میں نے کہا ارے تو کچھ پی رہا ہے یا تلاوت کر رہا ہے وہ کہنے لگا ارے احمق میں اس آیت کی تلاوت میں وہ لذت محسوس کر رہا ہوں جو آیت مذکورہ میں شراب طہور کو پی کر حاصل ہوتی ہے۔

روایت ہے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو بہت ہی عجیب لہجہ عطا ہوا ہے وہ قرآن پڑھنے لگتے تو فرشتے اپنی عبادت چھوڑ کر سننے میں لگ جاتے تھے۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آواز کا وہ جادو عطا کیا تھا کہ زبور پڑھتے تھے تو پانی کی روانگی رک جاتی پرندے ہوا میں اور دوسرے جانور زمین میں اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرے رہ جاتے اور درندے بکریوں کے درمیان آجاتے مگر جب ان سے لغزش صادر ہوئی تو ان کے نغمہ کی حلاوت چھین لی گئی۔ انہوں نے عرض کیا اے پروردگار میری آواز کو کیا ہوا اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ تم ہماری بات مانتے تھے تو ہم بھی تمہاری بات مانتے تھے تم نے ہمارے حکم کی خلاف ورزی کی تو ہم نے تم کو مہلت دی اگر تم پہلے کی طرح رہتے تو ہم بھی تجھے قبولیت عطا کرتے۔ قیامت کا روز ہوگا تو ایک موقعہ پر حضرت اسرافیل اور داؤد علیہما السلام کو قراَت کیلئے حکم ہوگا۔ داؤد علیہ السلام کو ان کی خوش الحانی واپس کر دی جائیگی حوریں اپنے بالا خانوں سے آوازیں بلند کرنے لگیں گی اور ایسی سریلی آوازیں ہونگی کہ مخلوق نے کبھی ایسی نہ سنی ہونگی۔ اللہ تعالیٰ فرمائینگے تم نے مخلوق کے عمدہ نغمے سن لئے (اب خالق سے سنو) اس کے بعد حجاب اٹھے گا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام علیکم تحیہ جانفزا سنایا جائیگا جسے آیت میں تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ'' کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے (یعنی وہ جس روز اللہ تعالیٰ سے ملیں گے تو ان کو جو سلام ہوگا وہ یہ ہوگا کہ السلام علیکم۔

تعلیم کی صورتیں

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تعلیم کی تین صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ بالکل بلا معاوضہ لوجہ اللہ پڑھایا جائے۔ ایسا شخص بہت ہی اجر پائیگا اور اس کا یہ عمل انبیاء علیہم السلام والا ہے۔

دوسری صورت معاوضہ یا تنخواہ پر پڑھانا اس میں علماء کا اختلاف ہے متقدمین نے ناجائز کہا ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری طرف سے پہنچا دو خواہ ایک ہی آیت ہو بس آپ نے امت پر تبلیغ کو واجب فرمایا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر تبلیغ واجب کی تھی۔ پس جس طرح حضور ﷺ کیلئے تبلیغ پر اجرت تنخواہ جائز نہ تھی اسی طرح امت کیلئے بھی ناجائز ہوگی اور علمائے متاخرین کی ایک جماعت مثلاً عصام بن یوسف نصیر بن یحییٰ اور ابونصیر بن سلام وغیرہ حضرات نے جائز کہا ہے۔ اور بہتر صورت معلم کیلئے یہ ہے کہ تعلیم قرآن کے بجائے حفظ کرانے کی یا ہجے سکھانے کی یا لکھائی کی شرط کرلے اگر تعلیم قرآن پر اجرت کی شرط لگائی ہے تو امید ہے کہ اس میں حرج نہ ہوگا کیونکہ یہ عمل مسلمانوں میں مسلسل جاری ہے اور اس کی ضرورت بھی ہے۔ اور تیسری صورت یہ ہے کہ تعلیم بلا شرط اجرت ہو البتہ ہدیہ پیش کیا جائے تو قبول کرلے۔ یہ صورت بالاتفاق جائز ہے۔ اس لئے کہ حضور ﷺ معلم تھے اور ہدیہ قبول فرمالیا کرتے تھے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کی ایک جماعت سفر جہاد میں تھی ایک قبیلہ پر ان کا گزر ہوا قبیلہ والوں نے پوچھا کیا تم میں کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا ہے۔ ہمارے سردار کو کسی زہریلے جانور نے کاٹ لیا ہے۔ ایک صاحب نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر اسے دم کیا وہ شخص صحت یاب ہوگیا۔ جس پر اس نے بکریوں کا ایک گلہ دینا چاہا مگر انہوں نے لینے سے انکار کردیا [۱] اور حضور ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا آپ نے پوچھا کیا دم کیا تھا اس نے جواباً عرض کیا کہ فاتحہ پڑھ کر پھونک ماری تھی آپ نے ارشاد فرمایا تجھے کیسے معلوم ہوا کہ اس سے دم بھی کیا جاسکتا ہے نیز ارشاد فرمایا وہ بکریاں لے لو اور ہمیں بھی ان میں سے حصہ دے دو۔ جس سے معلوم ہوا کہ لینا مباح ہے۔

---

۱ ﴿یہاں نقل میں تو صحیح ہوا ہے۔ ان صحابی نے بکریاں لے لی تھیں مگر ان کے دوسرے رفقا نے اس اس پر اعتراض کیا تھا کہ بالآخر یہ معاملہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے جواز کا فرمایا (محمد یوسف)﴾

قرآن مجید میں نقطے اور علامتیں لگانا

بعض لوگوں نے مصاحف میں نقطے لگانا اور رکوع وغیرہ کی علامتیں لگانا مکروہ بتایا ہے۔
حضرت ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے ان کی دلیل حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے کہ قرآن کو خالص رکھو اور کلام اللہ کے ساتھ اس میں اور کچھ نہ لکھو اور نہ ہی اس میں علامات لگاؤ اور اسے عمدہ آواز کے ساتھ مزین کرو۔ اور اس کی عربیت کو خوب واضح کرو کیونکہ وہ عربی ہے البتہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر نقطے اور رکوع وغیرہ کی علامتیں لگادی جائیں تو کچھ حرج نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ اہل سلام میں عموماً رائج ہے اس لئے اس کی ضرورت ہے خصوصاً عجمی لوگوں کیلئے تو نقطوں اور علامتوں کا ہونا ازبس ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر وہ الفاظ قرآن کو صحیح ادا ہی نہیں کر سکتے۔

قرآن کی سفارش مقبول ہے

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ قرآن جھگڑنے والا ہے جو منجانب اللہ تصدیق شدہ ہے اور ایسا سفارشی ہے جس کی سفارش مقبول ہے۔

جنبی اور حائضہ کیلئے قرآن کو چھونا اور پڑھنا

کسی جنبی اور حائضہ کیلئے قرآن پڑھنا جائز نہیں اور نہ ہی بلا غلاف کے چھونا جائز ہے اور اگر کوئی بے وضو ہے تو اسے قرآن پڑھنا جائز ہے مگر بلا غلاف کے چھونا جائز نہیں اللہ تعالیٰ کا مبارک ارشاد ہے لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ یعنی اس کو بجز پاک فرشتوں کے کوئی ہاتھ نہیں لگانے پاتا۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ قرآن کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں ہاں وضو نہ ہو تو قرأت میں کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ بیت الخلا سے فارغ ہوکر قرآن شریف پڑھ لیا کرتے تھے اور جنابت کے سوا کوئی اور شے اس سے مانع نہ ہوتی تھی۔ اور مستحب یہ ہے کہ باوضو تلاوت کرے۔ جنبی یا حائضہ کو ایک پوری آیت سے کم

پڑھ لینے کی گنجائش ہے۔ ایک عورت جو قرآن پڑھاتی ہے حالت حیض میں سبق دیتے وقت اسے چاہیے کہ نصف آیت پڑھا کر چپ ہو جائے پھر دوسرا نصف حصہ کہلائے ایک ہی سانس میں پوری آیت نہ کہلوائے جنبی اور حائضہ کو مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہاں بے وضو کیلئے جائز ہے جنبی اور حائضہ کو تسبیح یعنی سُبْحَانَ اللّٰهِ لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰه وغیرہ پڑھنا اور مسنون دعائیں مانگنا جائز ہے صرف قرآن پڑھنے کی ہی ممانعت ہے۔

سبع مثانی کی تفسیر

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سعید بن جبیرؓ ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ قرآن میں سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ سے مراد یہ سورتیں ہیں البقرہ. آل عمران .انساء . المائدہ. الانعام. اعراف راوی کہتا ہے کہ ساتویں سورۃ کا نام بھول گیا[1] اور انہیں مثانی اس لئے کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سورتوں کو امت مسلمہ کیلئے مختص کر دیا ہے اور انہی کیلئے ان کا ثواب ذخیرہ بنایا ہے تابعین سے بھی یہی منقول ہے۔

ابن عباس کی ایک روایت یہ ہے کہ سبع مثانی سے سورۂ فاتحہ مراد ہے اور ابن مسعود کا بھی یہی قول ہے اور یہی روایت ربیع ابن انس نے ابوالعالیہ سے نقل کی ہے کہ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ سے سورۂ فاتحہ مراد ہے جب ان سے سوال ہوا کہ بعض علماء تو اس سے سبع طوال (سات سورتیں لمبی مراد لیتے ہیں تو ربیع نے جواب دیا کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جبکہ طوال میں سے کوئی سورۃ بھی ابھی نازل نہ ہوئی تھی حضرت ابو ہریرہؓ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ ہی مراد ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اس سے پورا قرآن مراد ہے۔

سورۂ فاتحہ کو سبع مثانی کہنے کی وجہ

سورۂ فاتحہ کو سبع مثانی کہنے کی بعض حضرات نے یہ وجہ بیان فرمائی کہ اس کی سات آیتیں ہیں اور ہر نماز میں اس کی قرأت بار بار ہوتی ہے اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس سورۃ

---

[1] ﴿ساتویں الانفال مع التوبہ ہے۔ محمد یوسف﴾

کا نزول دو بار ہوا ایک بار مکہ میں ایک بار مدینہ میں جس سے اس کی عظمت کا پتہ چلتا ہے اور اسی وجہ سے اس کو مثانی کہتے ہیں۔

قرآن کا وہ حصہ جو مکہ میں اور وہ حصہ جو مدینہ میں نازل ہوا

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معمر قتادہؒ سے نقل کرتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں قرآن پاک میں سے یہ سورتیں نازل ہوئیں۔ **البقرہ. آل عمران. انسأ. المائدہ. الانعام. الانفال. التوبہ، الرعد، النور ،الاحزاب، الذین کفرو (یعنی سورئہ محمد)، الفتح، الحجرات ، الحدید، المجادلہ، الحشر ،القتال الممتحنہ، الصف، الجمعہ، المنافقون، التغابن، الطلاق، التحریم، لم یکن الذین کفروا (سورہ بینہ) اذاجانصر اللہ ،قل ھو اللہ احد، اورمعوذتین (سورہ فلق اورناس)** اور باقی سب سورتیں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں۔

اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ سورۃ انعام کی چھ آیتیں اور نحل کی بعض آیتیں اور بنی اسرائیل کی بعض آیتیں اور القصص کی بعض آیتیں اور سورہ دہر کی بعض آیتیں اور شعرأ کی آخری آیتیں اور سورۂ العادیات بھی مدنی ہیں۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوتی ہے اور ابن عباس بروایت ابی صالح فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔

سورۂ براۃ کے متعلق کلام

فقیہ مرحوم فرماتے ہیں کہ سورۂ براۃ کے شروع میں بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ نہیں لکھی گئی اس کی توجیہ میں اہل علم کے مختلف اقوال ہیں بعض حضرات فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ پر قرآن نازل ہوتا تو کاتب سے لکھوایا کرتے تھے چنانچہ جب سورۂ براۃ کی املا کروائی گئی تو کاتب کو شروع میں بسم اللہ لکھنا یاد نہ رہا اور یہ سورۃ بلا تسمیہ کے رہ گئی۔

بعض حضرات کا یہ قول ہے کہ سورۂ براۃ اس معاہدہ کو ختم کرنے کے لئے نازل ہوئی

جو اہل اسلام اور کفار کے درمیان تھا۔ اور بسم اللہ میں امان اور رحمت کا مضمون تھا اس لئے نہیں لکھی گئی تا کہ اس سے امان کا شبہ نہ پڑے۔

اور میرے نزدیک اصح قول یہ ہے جو حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عثمانؓ سے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ سورۂ انفال ہجرت کے شروع دنوں میں نازل ہوئی تھی جبکہ حضور ﷺ مدینہ طیبہ میں ابھی تشریف لا رہے تھے اور سورۂ توبہ (براۃ) قرآن کے آخر میں نازل ہوئی ہے اور مضامین دونوں کے ملتے جلتے ہیں اور حضور ﷺ نے خود کوئی واضح ارشاد نہیں فرمایا۔ جس سے ہمیشہ شبہ پڑ گیا کہ یہ دو سورتیں ہیں یا ایک سورۃ ہے اس بنا پر ہم نے درمیان میں جگہ تو چھوڑ دی۔ مگر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی کتابت نہ کی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ چونکہ اس میں تلوار (جہاد) اور ترک معاہدہ کا ذکر ہے۔

(بسم اللہ کے لکھنے میں چونکہ امان ہے اور اس سورۃ میں معاہدہ امن کے توڑنے کا اعلان کیا گیا ہے اس لئے اس سورۃ کے شروع میں بسم اللہ نہیں لکھی گئی۔ مفتی عبدالستار صاحب خیر المدارس)۔

حضور ﷺ کا ابی بن کعب کو قرآن سنانا

۱۔ فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابی بن کعب کو قرآن پڑھ کر سنایا ہے۔ علماء حضرات نے اس میں کلام کیا ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ آپ کی یہ قرأت لوگوں کو تواضع سکھانے کے لئے تھی۔ کہ کوئی شخص اپنے سے کم درجہ والے شخص سے قرآن پڑھنے میں عار محسوس نہ کرے اور تکبر نہ کرنے لگے۔

۲۔ بعض حضرات کا کہنا یہ ہے کہ حضرت ابی بن کعب بہت جلد اخذ کرتے اور سیکھ لیتے تھے آپ نے اس لئے انہیں قرآن سنایا تا کہ وہ جلد اور صحیح طور پر اخذ کر کے دوسرے لوگوں کو اسی طرح سے سکھائیں اور سنائیں جیسا کہ خود سیکھا اور سنا۔

۳۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ابی بن کعب سے ارشاد فرمایا کہ اللہ

تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں تجھے قرآن پڑھ کر سناؤں۔عرض کیا، کیااللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر فرمایا ہے ارشاد فرمایاہاں۔حضرت ابی اس پر رو پڑے۔

۴۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابی بن کعب کو لَمْ یَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا پڑھ کر سنائی اور ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم فرمایا ہے۔اور ان کا رونا خوشی کا رونا تھا۔اور اپنے کو اس نعمت جلیلہ کے لائق نہ سمجھنے کی وجہ سے تھا اور یہ نعمت عظمیٰ اور مرتبہ علیا دو طرح سے ہے ایک تو ان کے نام کی تعیین اور صراحت کی وجہ سے اسی لئے انہوں نے سوال کیا تھا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر باتعیین فرمایا ہے یا عمومی عنوان کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے کسی ایک صحابی کو پڑھ کر سناؤ جس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ تیرا نام خصوصیت سے ذکر کیا ہے جس سے انعام دوبالا ہو گیا۔اور دوسری وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا پڑھ کر سنانا ایک عظیم منقبت اور مرتبہ ہے جس میں اور کسی کو شرکت حاصل نہ تھی۔بعض نے کہا کہ اس ڈر سے رونے لگے تھے کہ مبادا اس عظیم نعمت پر شکر کی ادائیگی میں کوتاہی ہو جائے۔

سورہ لَمْ یَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کی تخصیص کی وجہ

قراۃ کیلئے اس سورۃ کی تعیین و تخصیص ممکن ہے اس وجہ سے ہو کہ یہ سورۃ اختصار کے باوجود اصول وقواعد اور امور مہمہ پر مشتمل ہے اور اس وقت انہی مضامین کو مختصراً بیان کرنے کی ضرورت تھی۔

حضرت ابیؓ کا نام لینے کی وجہ

اللہ تعالیٰ کا حکم حضرت ابی کا نام لیکر اس وجہ سے تھا تاکہ وہ اسکے الفاظ صیغ ادا اور وقوف کے مواقع کو اور نغمہ کے انداز کو خوب اچھی طرح سے اخذ کرلیں کیونکہ قرآن کے نغمہ میں بھی دوسرے نغمات کی بہ نسبت ایک امتیازی تاثیر بھری ہوئی ہے۔الغرض حضور ﷺ کا حضرت ابیؓ پر پڑھنا بغرض تعلیم تھا خود سیکھنے کے لئے نہ تھا۔بعض نے یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ آپ کا پڑھنا تعلیم امت کیلئے تھا۔کہ ماہرین حفاظ اور عمدہ ادائیگی والوں کو اپنا قرآن سنایا کرو نیز تواضع کا سبق دینا بھی مقصود ہے کہ ایک نسان کو علوم قرآن یا دیگر علوم شرعیہ کسی ماہر سے لینے میں رکاوٹ

نہیں ہونی چاہیے۔ اگر چہ وہ حسب ونسب اور مرتبے کے لحاظ سے ادنی ہی ہو۔ اور لوگوں کو حضرت ابی کی فضیلت پر مطلع کرنا اور ان سے قرآن سیکھنے کی ترغیب دینا بھی مقصود تھا۔ اور یہ کہ اس فن میں انہیں برتری حاصل ہے چنانچہ آپ کے بعد اس علم کے رئیس و امام کی حیثیت سے ان کے سوا کسی اور کو شہرت حاصل نہ تھی۔

فن شعر و شاعری کا بیان

فقیہ مرحوم فرماتے ہیں کہ بعض حضرات نے شعر خوانی کو مکروہ کہا ہے اور بعض نے اس کی اجازت دی ہے۔

کراہت کی دلیل

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی پیٹ کا پیپ اور خون سے بھر جانا اس سے بہتر ہے کہ اس میں شعر بھرا ہوا ہو۔ نیز ارشاد ربانی ہے وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُوْن (اور شاعروں کی راہ تو بے راہ لوگ چلا کرتے ہیں) امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ لوگ شعر لکھنے سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم کا لکھنا ناپسند جانتے تھے۔ مسروقؒ سے منقول ہے کہ وہ کوئی بیت اگر بطور مثال بھی ذکر کرتے تو اس کو کاٹ کر الگ الگ کر دیتے۔ کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ میری کتاب میں شعر کا ایک بیت بھی لکھا ہوا مل جائے۔

کثیر بن ہشام کہتے ہیں کہ عبدالکریم سے آیت وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِيْث کے متعلق سوال ہوا تو فرمانے لگے کہ لہو الحدیث سے مراد گیت (گانا) اور شعر ہے۔

عطا سے منقول ہے کہ ابلیس نے عرض کیا یا اللہ تو نے مجھے جنت سے آدم کی وجہ سے نکال دیا ہے اب میری قیام گاہ کونسی ہوگی فرمایا حمام، پھر اس نے کہا میری مجلس کیا ہوگی فرمایا بازار میں۔ کہا میری قرأت کیا ہوگی فرمایا شعر اس نے کہا میرا جال کیا ہوگا فرمایا عورتیں۔ پوچھا میری گفتگو کیا ہوگی فرمایا غیبت اور جھوٹ۔ کہا میری تحریر فرمایا بدن گوندنے کے نشانات۔

مباح ہونے کی دلیل

آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ بعض شعر سراپا حکمت ہوتے ہیں۔ نیز ہشام بن عروہؓ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے کوئی عورت ایسی نہیں دیکھی جو شعر میں طب میں لغت اور فقہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر ہو۔

حضرت جابر بن سمرہؓ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام آنحضرت ﷺ کی مجلس میں بعض دفعہ شعر پڑھ لیا کرتے اور آپ تبسم فرمایا کرتے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کسی آیت کی تفسیر جب سمجھ نہ آتی ہو تو اشعار میں غور کرلیا کرو۔ کہ شعر عرب کے دیوان ہیں۔

حضرت ابودرداؓ سے کسی نے کہا کہ آپ کے سوا تمام انصار شعر کہہ لیتے ہیں فرمایا میں بھی کہہ لیتا ہوں اور کئی شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

آدمی چاہتا ہے کہ اس کی مرغوب اشیاء اسے ملتی رہیں۔ اور اللہ تعالیٰ جو ارادہ فرماتا ہے وہی کرتا ہے۔ آدمی کہتا ہے یہ میرا مال ہے اور میرے لئے مفید ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ ہر چیز سے زیادہ مفید ہے۔ اے ابن آدم تو سراسر دھوکہ میں مست ہے اور منادی چیخ چیخ کر یہ ندا دے رہا ہے کہ موت تمہاری تلاش اور گھات میں ہے لہٰذا اس کیلئے سواری اور زادراہ کا انتظام کرو۔

حضرت ابن عباسؓ راوی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب ابو ہریرہؓ کی حدیث پہنچی تو فرمانے لگیں کہ اللہ تعالیٰ ابو ہریرہ پر رحم فرمائے حضور ﷺ کا ارشاد کہ کسی کا پیٹ پیپ اور خون سے بھر جانا اس سے بہتر ہے کہ شعر سے بھر جائے ان اشعار کے متعلق ہے جن میں آنحضرت ﷺ کی ہجو تھی۔

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ شعر کے متعلق نہی اس وقت ہے جبکہ اس میں اتنا انہاک ہو جائے کہ قرأت قرآن اور ذکر وغیرہ کی پرواہ نہ رہے اور اگر یہ صورت نہ ہو تو حرج نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ کے اشعار کا بیان

فقیہ مرحوم فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے منقول اشعار کے بارے میں علماء کا اختلاف ہوا ہے بعض حضرات کا کہنا ہے کہ آپ سے کوئی شعر بھی منقول وثابت نہیں جس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ رسول اکرم ﷺ کبھی بطور مثال شعر بھی پڑھ لیتے تھے تو آپ نے جواب دیا کہ حضور ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض کلام شعر تھا۔ ہاں ایک بار آپ نے ابن قیس بن طرفہ کے بھائی کا شعر مثال کے طور پر پڑھا تو اس کی ترکیب بدل کر شعر کے آخر حصہ کو اول کر دیا وہ شعر یہ ہے۔

ستبدی لک الایام ما کنت جاھلا ویأتیک بالاخبار من لم تزود

آپ نے دوسرے مصرع کو بدل کر ویاتیک من لم تزود باالاخبار پڑھا حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ شعر یوں نہیں ہے آپ نے جواباً ارشاد فرمایا میں شاعر نہیں ہوں اور نہ ہی شعر میری شایان شان ہے۔ یہی وہ بات ہے جو قرآن کی اس آیت میں مذکور ہے وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْبَغِیْ لَهٗ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِکْرٌ وَّقُرْآنٌ مُّبِیْنٌ۔ (اور ہم نے آپ کو شاعری کا علم نہیں دیا۔ اور وہ آپ کے لئے شایان شان بھی نہیں وہ تو محض نصیحت اور ایک آسمانی کتاب ہے)۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ آپ کیلئے شعر پڑھنا جائز اور ثابت ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ آپ نے یوم خندق میں یہ شعر پڑھا۔

اللھم لاعیش الاعیش الآخرہ فارحم الانصار والمھاجرہ

(اے اللہ درحقیقت آخرت کی زندگی ہی زندگی ہے سو تو انصار مہاجرین پر رحم فرما)۔

انصار نے اس شعر کا جواب یہ دیا۔

نحن الذین بایعوا محمدًا علی الجھاد مابقینا ابدًا

(ہم ہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت محمد ﷺ کے ہاتھ پر عمر بھر تک جہاد کی بیعت کی ہے)

حضرت سلمانؓ راوی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے خندق کھودتے ہوتے کدال ماری اور یہ شعر پڑھا

بسم اللہ وبہ بدینا ولو عبد ناغیرہ شقینا

(اللہ تعالیٰ کے نام سے ہم ضرب لگاتے اور اسی کے نام سے آغاز کرتے ہیں اسے چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کرتے تو بد نصیب ہو جاتے)۔

فَحَبَّذَا رَبًّا وَحَبَّ دینا (سو کس قدر خوب ہے ہمارا رب اور ہمارا دین)۔

برا ابنؓ عازب حضور ﷺ کا یہ شعر روایت کرتے ہیں۔

انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب

''میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں''۔

حضرت جندبؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ راستے میں چلے جارہے تھے کہ پاؤں پھسل گیا پتھر سے انگلی زخمی ہو کر خون بہنے لگا اس پر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

ھل انت الا اصبع دمیت وفی سبیل اللہ مالقیت

کہ تو ایک خون آلودہ انگلی ہی تو ہے اور یہ زخم اللہ کی راہ میں آیا ہے۔

فقیہ مرحوم فرماتے ہیں کہ یہ روایات گو صحیح ہیں۔ تاہم یہ احتمال باقی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو شعر پڑھنا مقصود نہ تھا۔ بلکہ بلا قصد کلام موزوں ہو کر اشعار کے موافق بن گیا۔ نیز یہ ابیات جو آپ سے منقول ہیں یہ از قسم رجز ہیں اور رجز کو شعر نہیں کہا جاتا وہ ایک قسم کی مقفّٰی عبارت ہی ہوتی ہے۔

خوابوں کی تعبیر کا بیان

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ علوم دینیہ حاصل کر لینے کے بعد علم رؤیا حاصل کرنے میں کچھ حرج نہیں یہ ایک اچھا علم ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کیلئے اس علم کو بطور احسان ذکر فرمایا ہے ارشاد ربانی ہے:

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْاَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ

(اور ہم نے اسی طرح یوسف کو اس سرزمین میں خوب قوت دی اور تاکہ ہم ان کو خوابوں کی تعبیر دینا بتلادیں)۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ تمہیں لازم ہے کہ دینی علوم میں مہارت اور عربیت اورخوابوں کی تعبیر میں خصوصی ذوق حاصل کرو۔اور تعبیر رؤیا کا علم اگرعلم فقہ میں حائل اور مانع بنتا ہے تو علم فقہ میں مشغول ہونا افضل ہے کیونکہ اس میں احکام الٰہیہ کی معرفت ہے اور علم رؤیا خال کی حیثیت رکھتا ہے۔

کہتے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ سے کسی نے سوال کیا خواب کے متعلق تو فرمایا کہ پہلے بیداری کے مسائل سے فراغت ہو جائے پھر خواب کے امور میں مشغول ہو نگے۔

محمد بن سیرینؒ کے متعلق لوگوں کی یہ بات پہنچی کہ وہ خواب کی تعبیر تو بتا دیتے ہیں مگر کسی مسئلہ میں فتویٰ نہیں دیتے اس پر انہوں نے تعبیر بتانا بھی چھوڑ دیا مگر کچھ عرصہ بعد پھر تعبیر بتانے لگے اور فرمایا کہ تعبیر تو ایک ظن غالب کا درجہ ہے جس کسی کے خواب کے متعلق اچھا گمان قائم ہو جاتا ہے بیان کر دیتا ہوں۔

حضرت قتادہؓ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ سب سے زیادہ خواب سچا اس کا ہوتا ہے جو گفتگو میں زیادہ سچا ہوتا ہے۔ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خواب کی تعبیر نکالنا ایک فال کا درجہ رکھتا ہے جس کو چھوڑ دینا کوئی نقصان نہیں دیتا۔

اچھا خواب اور عمدہ تعبیر کا بیان

فقیہ مرحوم فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی کا آغاز اچھے خوابوں سے ہوا تھا آپ جو خواب بھی دیکھتے وہ سفید صبح کی طرح واضح اور روشن ثابت ہوتا تھا۔حضرت ابو سعید خدریؓ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص اگر پسندیدہ خواب دیکھے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر کرے اور اپنے کسی مخلص ہمدرد کے پاس اس کا تذکرہ کرے۔اور اگر کچھ اور طرح کا خواب دیکھتا ہے تو یہ شیطانی وسوسہ ہے اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے۔اور کسی کے پاس بھی اس کا تذکرہ نہ کرے۔انشاءاللہ کوئی ضرر نہ ہوگا۔

حضرت ابو قتادہ حضور ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف

سے ہے اور برا خواب شیطانی اثر ہوتا ہے لہٰذا جو شخص ناپسندیدہ خواب دیکھے اسے چاہیے کہ بائیں طرف تین دفعہ تھوک دے۔ اور شیطان رجیم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے تو کچھ مضرت نہ ہوگی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ تین چاند میری گود میں آ کر گرے میں نے اپنے والد کے پاس اس کا تذکرہ کیا۔ جب حضور ﷺ کا وصال ہوا اور میرے حجرے میں دفن ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ فرمانے لگے کہ یہ تیرے ان چاندوں میں سے پہلا اور بہترین چاند ہے اور جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اور دفن ہوئے تو انہیں بتایا گیا کہ یہ تیرا دوسرا چاند ہے اور حضرت عمرؓ کی تدفین بھی جب وہیں پر ہوگئی تو ان سے کہا گیا کہ یہ تیرا تیسرا چاند ہے۔

محمد بن سیرین سے منقول ہے کہ وہ خواب میں طوق کا دیکھنا ناپسند سمجھتے اور پاؤں کی بیڑی کو اچھا سمجھتے تھے اور فرماتے کہ یہ دین پر ثابت قدمی کی علامت ہے یہی مضمون حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ایک حدیث کا بھی ہے۔

محمد بن سیرینؒ فرمایا کرتے تھے کہ خواب تین طرح کے ہیں۔ ۱۔ نفسانی خیالات۔ ۲، شیطانی پریشانیاں۔ ۳، رحمانی بشارتیں۔ جو شخص کوئی برا خواب دیکھے تو کسی کے پاس اس کا ذکر نہ کرے بلکہ اٹھ کر کچھ نفل نماز پڑھ لے۔

حضرت عطا روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت آنحضرت ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئی اس کا خاوند کہیں سفر پر گیا ہوا تھا۔ عرض کرنے لگی کہ میں نے خواب دیکھا کہ میرے مکان کا شہتیر ٹوٹ گیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا انشاء اللہ بہتری ہوگی تیرا خاوند واپس گھر آئیگا۔ چنانچہ خاوند واپس لوٹ آیا اور کچھ عرصہ بعد پھر چلا گیا۔ عورت نے پھر اسی طرح کا خواب دیکھا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی مگر آپ کو نہ پایا البتہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ سے ملاقات ہوگئی اس نے ان کے پاس خواب کا تذکرہ کر دیا۔ دونوں حضرات نے جواب دیا کہ تیرا خاوند فوت ہو جائیگا۔ پھر وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے پوچھا کیا تو نے یہ خواب کسی اور کو بھی بتایا ہے کہنے لگی ہاں بتایا ہے فرمایا اسی طرح ہوگا جیسے کسی نے تعبیر میں کہہ دیا چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد ہی اسکے خاوند کی وفات کی خبر آ گئی۔

عطا کہتے ہیں کہ یہ بات مشہور تھی کہ خواب کی جو تعبیر دی جائے وہی واقع ہو جاتی ہے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ خواب کسی دانا کو یا دوست کو یا ہمدرد کو بتانا چاہیے۔ بعض کہتے ہیں کہ خواب کسی عقلمند یا دوست کو بتانا چاہیے۔ بعض لوگوں نے مذکورہ روایت سے دلیل پکڑی ہے کہ خواب تعبیر کے موافق ہی واقع ہو جاتا ہے۔

اہل تحقیق فرماتے ہیں کہ کسی جاہل کی تعبیر سے خواب کا حکم نہیں بدلتا جیسا کہ کسی فقہی مسئلہ میں کوئی جاہل اگر اپنی طرف سے جواب دے تو اس سے اصل مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا یہی حال خواب کا ہے۔ البتہ حدیث مذکور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کی بات کو سچا کر دیا۔ اور یہ آپ کے اعزاز و اکرام کی وجہ سے تھا۔

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ سے اپنا خواب بیان کیا کہ میں دیکھتا ہوں کہ میرا سر گر گیا ہے میں اس کے پیچھے ہو لیا اور اسے پکڑ لیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب سر ہی گر گیا تھا تو دیکھا کن آنکھوں سے تھا۔ اور فرمایا کہ جب شیطان کسی کے ساتھ ایسی حرکت کرے تو لوگوں کے پاس اس کا تذکرہ نہ کرنا چاہیے۔

سچا خواب

حضور ﷺ سے مروی ہے کہ سب سے سچا خواب وہ ہوتا ہے جو سحری کے وقت دیکھا جائے نیز آپ کا ارشاد مبارک ہے کہ اچھا خواب نبوت کے چھیالیس اجزا میں سے ایک جزو ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس شخص نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے واقعی مجھے ہی دیکھا ہے۔ کیونکہ شیطان میری صورت میں نہیں آ سکتا۔ نیز آپ کا ارشاد ہے کہ جس کسی نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں بھی دیکھے گا۔

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص خواب کے نام سے کوئی بات کرتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس نے کوئی خواب نہیں دیکھا تو اسے قیامت کے دن دو جو کے دانوں میں گرہ دینے پر مجبور کیا جائے گا وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکے گا اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ہرگز گرہ نہیں دے سکے گا۔

طب اور جھاڑ پھونک کا بیان

بغیر حساب کے جنت میں داخل ہونیوالے

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ تعویذ اور دوا کے ذریعہ علاج ناپسند جانتے ہیں اور عام اہل علم اس کی اجازت دیتے ہیں۔ کراہت کی دلیل حضور ﷺ کی اس حدیث سے ہے کہ میری امت کے ستر ہزار افراد بلا حساب جنت میں جائینگے۔ حضرت عکاشہ بن محصنؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان لوگوں میں سے کردے آپ نے دعا فرمادی ایک اور شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ میرے لئے بھی دعا فرمادیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس بات میں عکاشہ تجھ سے سبقت لے چکا ہے کہتے ہیں کہ یہ دوسرا شخص منافق تھا اسی لئے اس کے لئے دعا نہیں فرمائی۔ ورنہ حضور ﷺ مومن کیلئے دعا سے رکنے والے کبھی نہ تھے۔ اتنے میں آپ دولت خانہ میں تشریف لے گئے اور صحابہؓ نے باہم گفتگو شروع کی کہ جنت میں بلا حساب داخل ہونیوالے کون لوگ ہونگے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ وہ لوگ ہونگے جو بحالت اسلام پیدا ہوئے اور اسی حالت میں فوت ہوئے۔ اور نہ ہی کوئی گناہ کیا۔ حضور ﷺ اندر سے تشریف لائے تو یہی سوال آپ سے کیا گیا آپ نے ارشاد فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو بدن پر داغ نہیں لگاتے نہ جھاڑ پھونک کرتے ہیں نہ کرواتے ہیں اور نہ ہی فال وغیرہ پر عمل کرتے ہیں۔ بلکہ اپنے رب پر پورا توکل رکھتے ہیں۔

حضرت عمران بن حصینؓ کہتے کہ مجھے نور دکھائی دیا کرتا تھا اور میں فرشتوں کی گفتگو بھی سنا کرتا تھا مگر جب میں نے علاجاً بدن پر داغ لگوایا تو میری یہ کیفیت ختم ہوگئی۔

حضرت حذیفہؓ بن یمان بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک مریض کی مزاج پرسی کیلئے گئے۔ اس کے بازو پر ہاتھ رکھا تو ایک دھاگہ بندھا ہوا محسوس ہوا۔ پوچھا یہ کیا ہے مریض نے کہا دم کیا ہوا گنڈا ہے۔ حضرت حذیفہؓ نے اسے پکڑ کر کاٹ دیا اور فرمانے لگے اگر تو ایسے ہی مر جاتا تو میں

تجھ پر نماز جنازہ نہ پڑھتا۔

حضرت سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ مجھے بچھو نے ہاتھ پر کاٹ لیا میری والدہ نے اصرار اور قسم سے کہا کہ جھاڑ کروالو۔ چنانچہ پھونک مارنے والا شخص آیا تو میں نے اس کے سامنے دوسرا ہاتھ کر دیا جسے نہیں کاٹا تھا۔

حضرت عبداللہؓ کی بیوی زینب کہتی ہے کہ ایک دن عبداللہ گھر آئے تو میری گردن میں ایک دھاگہ دیکھ کر پوچھا یہ کیا ہے میں نے کہا یہ دم کیا ہوا گنڈا ہے آپ نے اسے پکڑ کر کاٹ دیا اور فرمایا کہ عبداللہ کے خاندان کو اس شرک کی حاجت نہیں۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحم فرمائے جو بلیلیج بلیلیج (مہمل اور بے مقصد کلمات) کو کچھ نہیں جانتے کیونکہ یہ محض انکل ہیں ان میں سے کسی میں شفا نہیں ہے دیکھو حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ مریض کو اس کی مرغوب چیز سے منع نہ کرو بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی شفا اسی چیز رکھی ہو۔

مباح ہونے کی دلیل

جو لوگ جھاڑ پھونک کو مباح کہتے ہیں ان کی دلیل حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کے ساتھ ساتھ اس کی دوا اور علاج بھی رکھا ہے البتہ موت اور بڑھاپے کا علاج نہیں ہے تمہیں چاہیے کہ گائے کا دودھ استعمال کیا کرو کیونکہ اس میں ہر درخت کی تاثیر شامل ہوتی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ گائے جنگل کے ہر درخت کو چرتی ہے۔

حضرت اسامہؓ بن شریک کہتے ہیں کہ میں مکہ میں دربار نبوت میں حاضر تھا لوگ آپ سے پوچھ رہے تھے کہ اگر ہم علاج وغیرہ کرالیا کریں تو کیا حرج ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ارے اللہ کے بندو دوا کا استعمال کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کیلئے دوا بھی پیدا فرمائی ہے۔

حجاج بن ارطاۃ کہتے ہیں کہ میں نے عطا سے تعویذ کے متعلق سوال کیا تو کہنے لگے کہ اس کی کراہت تو ہم نے تم اہل عراق کے ذریعہ سے ہی سنی۔ اور یہ وجہ بھی ہے کہ عبادت کا تعلق

بدن سے ہے تو جس طرح تصحیح عبادت کے احکام سیکھنا ہمیں لازم ہے ایسے ہی علم طب اور علاج وغیرہ کے سیکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہونا چاہیے۔ کہ اس میں اصلاح بدن ہے اور عبادت کا ثبوت اور تعلق بھی بدن ہی سے ہے نیز احکام میں جب کوئی نص وغیرہ نہ ہو تو غلبہ ظن کی بنیاد پر مان لینا جائز ہے۔ ایسے ہی علم طب کا حال ہے کہ یہاں بھی تجربہ یا غالب گمان کی بنا پر استعمال جائز ہوگا کیونکہ یہ علم احکام سے تو بہر حال کم درجہ کا ہی ہے۔ باقی جن روایات سے علاج و دوا منع معلوم ہوتا ہے وہ منسوخ ہیں۔

حضرت جابرؓ راوی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جھاڑ پھونک سے منع فرمایا اور عمرو بن حزم کے خاندان میں بچھو کاٹنے کا ایک دم چلا آ رہا تھا۔ وہ آپکی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا دم بتلا کر کہنے لگے کہ آپ نے تو دم وغیرہ سے منع فرما دیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا مجھے تمہارے اس دم میں کوئی حرج محسوس نہیں ہو رہا۔ اپنے بھائی کو جس قدر نفع پہنچا سکو پہنچانا چاہیے۔ اور ممکن ہے آپ کا منع فرمانا اس صورت میں ہے جبکہ علاج وغیرہ ہی میں شفا کو منحصر مانا جائے۔ اور اگر یہ عقیدہ ہو کہ شفا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور علاج و دوا سبب ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں چنانچہ متعدد روایات سے اس کی اباحت کا پتہ چلتا ہے۔

آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ آنحضرت ﷺ غزوہ احد میں جب زخمی ہوئے تو ایک بوسیدہ ہڈی کے ذریعہ سے علاج کیا گیا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک انصاری کی رگ بازو میں تیر لگا تو آپ نے علاج کیلئے اسے داغ لگانے کا ارشاد فرمایا تھا۔ اور یہ بھی روایت میں ہے کہ آپ معوذتین پڑھ کر دم کیا کرتے تھے اس سلسلہ میں روایات حد شمار سے بڑھ کر ملتی ہیں۔

ایسی غذائیں جو دوا اور علاج میں بھی مفید ہیں

کھمبی

فقیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ کھمبی من سے

ہے یعنی ان اشیاء میں سے ہے جن کا اللہ پاک نے اپنے بندوں پر احسان فرمایا ہے اور کاشت کئے بغیر ہی عطا فرما دیا ہے جیسے من وسلوی تھا اور اس کا پانی آنکھ کیلئے شفا ہے۔

کھجور اور شہد

عجوہ کھجور جنت کے پھلوں میں سے ہے۔ اور زہر کیلئے تریاق کی طرح ہے ربیع بن خثیم کہتے ہیں کہ میرے پاس زچہ کیلئے تازہ کھجور اور مریض کیلئے شہد کے سوا کوئی علاج نہیں اور ابو صالح فرماتے ہیں کہ چوتھے دن کے بخار کیلئے گھی اور شہد اور دودھ کو ہموزن ملا کر پیا جائے ایک حدیث میں ہے کہ بخار جہنم کی حرارت سے ہے اسے پانی کے ساتھ ٹھنڈا کر لیا کرو۔ حضرت علیؓ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ شہد میں برکت رکھی گئی ہے اور اس میں ہمہ قسم درد اور تکلیف کی شفا ہے ستر نبیوں نے اس میں برکت کی دُعاء کی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی کو جو بھی تکلیف ہو وہ اپنی بیوی سے اس کے مہر میں سے تین دِرہم حاصل کرے ان کا شہد اور دودھ لیکر بارش کے پانی میں ملا کر پیئے۔ تو اللہ تعالیٰ اس سے خوشگوار لطافت اور شفا جمع کر دیتے ہیں اور بارش کا پانی تو ہے ہی برکت والا۔

اثمد

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اثمد (سرمہ) کا استعمال ضرور کیا کرو۔ اس سے پلکوں کے بال اگتے ہیں ۔ اور نگاہ تیز ہوتی ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ نگاہ کو جلا بخشتا ہے۔

عربی زبان کی فضیلت

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عربی زبان کو باقی سب زبانوں پر فضیلت حاصل ہے لہٰذا جو شخص بھی اسے خود سیکھے اور دوسروں کو سکھائیگا وہ اجر پائیگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو لغت عرب میں نازل فرمایا ہے تو جو شخص بھی اسے سیکھے گا وہ اس کے ذریعہ قرآن کے الفاظ کو سمجھے گا

اور احادیث کے معانی کو جان لے گا۔

ابن بریدہ حضرت عمرؓ کا قول نقل کرتے ہیں کہ فارسی سیکھنے سے ذہن میں فساد آتا ہے اور ذہنی فساد سے مروت جاتی رہتی ہے۔

زہریؒ فرماتے ہیں کہ اہل جنت کی زبان عربی اور اہل جہنم کی زبان ہندی ہے۔

حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ عربی زبان ضرور سیکھو اور اس میں مہارت حاصل کرو۔ حسن بصری سے ایک شخص کے متعلق سوال ہوا۔ جو عربی سیکھتا تھا۔ تاکہ وہ کلام میں ماہر ہو جائے۔ اور اپنی قرأت کو خوب سمجھ سکے آپ نے جواباً فرمایا کہ اسے ضرور سیکھنی چاہیے۔ کیونکہ آدمی بعض دفعہ آیت پڑھ کر اس کو غلط مطلب پہناتا ہے اور ہلاک ہو جاتا ہے۔ مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے طواف میں دو آدمیوں کو عجمی (غیر عربی) زبان میں گفتگو کرتے سنا۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ عربی سیکھنے کی فکر کرو۔

غیر عربی میں گفتگو کرنا کوئی گناہ نہیں

فقیہ مرحوم فرماتے ہیں کہ اس سے عربی کا اہتمام بتانا مقصود تھا ورنہ اگر کوئی غیر عربی زبان میں گفتگو کر لے تو جائز ہے گناہ نہیں۔ جبکہ خود حضور ﷺ سے فارسی کلمات کا استعمال مروی ہے۔ چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کیلئے غزوہ خندق میں کھانا تیار کرایا۔ اور اطلاع کیلئے حاضر ہوا تو آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ جابر کے گھر چلو اسنے تمہارے لئے شوربا تیار کرایا ہے [۱]

ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں صدقہ کی کھجوریں آئیں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ پاس بیٹھے تھے ایک نے کھجور اٹھا کر منہ میں رکھ لی حضور ﷺ نے کخ کخ فرماتے ہوئے اس کے منہ میں انگلی ڈالی اور کھجور منہ سے باہر نکال پھینکی۔

﴿حدیث میں شوربا کا لفظ کہیں نظر سے نہیں گزرا۔ البتہ سوراً کا لفظ ہے جس کے معنی دعوت کے ہیں۔ ممکن ہے کسی صاحب نے سوراً کا شوربا بنالیا ہو۔ مجمع البحار میں ہے کہ سوراً فارسی کالفظ ہے واللہ اعلم (محمد یوسف)﴾۔

حضرت ابو ہریرہؓ نقل فرماتے ہیں کہ انہیں پیٹ کی تکلیف تھی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا ''شکم درد یعنی پیٹ کا درد ہے۔ عرض کیا جی ہاں آپؐ نے ابو ہریرہ کو نماز کا ارشاد فرمایا اور یہی مضمون حضرت سلمان فارسی بھی نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ اصح ہے۔

جنتیوں کی زبان

سفیانؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے کہ لوگ قیامت کے دن جنت میں داخل ہونے سے پہلے سریانی زبان میں گفتگو کریں گے۔ اور جنت میں داخل ہونے بعد عربی زبان میں گفتگو کرینگے۔

قرآن میں غیر عربی زبان کے الفاظ

وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ قرآن میں ہر زبان کا کوئی ایک کلمہ موجود ہے۔ کسی نے کہا یہ کیسے تو فرمایا مثلاً فارسی زبان کا لفظ سجیل موجود ہے۔ کہ دراصل سنگ گل سے بنا ہے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ دونوں زبانوں کا توافق ہے (فارسی کا استعمال نہیں) ایسے ہی یَـا اَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَ کِ'' حبشی لغت میں ہے فَصُرْهُنَّ اِلَیْکَ (یعنی قطع کر لے) یہ رومی زبان کا لفظ ہے اور لَاتَ حِیْـنَ مَـنَـاصٍ (یعنی فرار کا کوئی موقعہ نہیں)۔ یہ سریانی زبان ہے۔ اور ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ کفلین (دوگنا) حبشی زبان کا لفظ ہے۔

قرآن میں دراصل عربی زبان کے علاوہ کی کچھ گنجائش نہیں

بعض حضرات کہتے ہیں کہ قرآن میں عربی زبان کے علاوہ کی کچھ گنجائش نہیں۔ کیونکہ قرآن میں ہے بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ (صاف عربی زبان میں) اور ارشاد ہے اِنَّا جَعَلْنَاہُ قُرْاٰنًا عَـرَبِیًّا (ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن بنایا ہے) اس قول کا دو طرح سے جواب دیا گیا ہے۔ ایک تو یہ کہ الفاظ مذکورہ واقعی حبشی اور رومی زبان کے ہیں لیکن اہل عرب میں ان کا استعمال اس قدر عام تھا کہ یہ بمنزلہ لغت عربی ہی کے ہو گئے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مجموعی طور پر قرآن عربی ہی ہے۔ گو بعض حروف غیر عربی بھی اس میں آگئے ہیں۔ اگر یہ شبہ کیا جائے کہ غیر عربی الفاظ کے ہوتے ہوئے یہ قرآن اہل عرب پر حجت کیسے بن سکے گا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عام استعمال کی وجہ سے وہ لوگ ان غیر عربی الفاظ کو بھی خوب سمجھتے تھے جس سے اس کی حجت میں کوئی نقص نہیں آیا۔

قرآن مجید سات حرفوں پر نازل ہوا ہے

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مجھے جبرائیل علیہ السلام نے ایک طریق پر قرآن پڑھ کر سنایا میں نے اس سے رجوع کیا۔ مزید طریق کا مطالبہ کرتا رہا اور وہ بڑھاتے رہے۔ حتیٰ کہ یہ سلسلہ سات حرفوں پر قائم ہو گیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ مجھے جبرائیل علیہ السلام نے سات حرفوں سے قرآن پڑھنے کو کہا ہے کہ ہر طریقہ کامل و مکمل ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے۔ اور ہر حرف کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے۔

سات حرفوں کا مطلب

سات حرفوں کے مطلب میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ سات طریقے کسی کسی لفظ یا آیت میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً اُفٍّ لَّکُمَا کو سات طریق سے یوں پڑھا جاتا ہے کہ اف میں زیر زبر پیش تینوں پڑھی جائیں پھر ہر حالت یا تنوین کے ساتھ یا بلا تنوین یہ چھ حالتیں ہو گئیں اور ساتویں یہ اسے جزم کے ساتھ پڑھا جائے۔ ایسے ہی تُسٰقِطْ عَلَیْکِ رُطَبًا جَنِیًّا میں اور بِعَذَابٍ بَئِیْسٍ میں سات طریق جاری ہو سکتے ہیں ہر ہر آیت میں یہ طریقے نہیں پائے جاتے۔

۲۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ (سبعہ احرف) سات طریقوں سے مراد امر نہی۔ قصص۔ امثال مواعظ۔ وعد۔ وعید ہیں اور یہ سات مضامین ہیں)۔

۳۔ ابو عبیدؒ فرماتے ہیں کہ سبعہ احرف سے مراد لغات عرب میں سے سات سات لغات ہیں۔ اور یہ مطلب نہیں کہ ایک ہی حرف میں سات لغات رائج ہیں کہ یہ تو کہیں بھی سننے میں نہیں آیا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لغات سبعہ قرآن میں پھیلی ہوئی ہیں کہیں لغت قریش ہے کہیں ہوازن۔ بعض آیات بنو ہذیل کی لغت پر اور بعض لغت یمن پر۔

۴۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ سبعہ احرف سے سات قرائتیں مراد ہیں جن کو قرأت کے سات اماموں نے اختیار کیا ہے۔اور وہ سات امام یہ ہیں ۔ا، عاصم بن ابی النجو ران کی والدہ کا نام بہدلہ ہے۔اس لئے ان کو عاصم بن بہدلہ بھی کہتے ہیں ۔ دوسرے امام حمزہ بن حبیب زیات ہیں اور تیسرے امام کسائی یہ تینوں حضرات قرأ کوفہ میں سے ہیں چوتھے امام عبداللہ ابن کثیر ہیں جو اہل مکہ کے امام ہیں ۔ پانچویں امام نافع بن عبدالرحمٰن ہیں جو اہل مدینہ کے امام ہیں چھٹے امام ابوعمرو ہیں جن کا نام ریان اور کنیت ابوعمرو بن العلا ہے یہ اہل بصرہ کے امام ہیں ساتویں عبداللہ بن عامر ہیں جو اہل شام کے امام ہیں ۔ان سات اماموں میں سے ہر ایک نے وہ قرات اختیار کی ہے جو اس کو حضور ﷺ سے صحیح سند سے پہنچی ہے۔

دو قرأتوں میں پڑھی جانیوالی آیات کا حکم

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسی آیت میں جو دو قرأتوں سے پڑھی جاتی ہے اہل علم کا اختلاف ہوا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک قرأت سے پڑھنے کا حکم فرمایا۔ اور دوسری قرأۃ کی اجازت مرحمت فرمائی ۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ دونوں قرأتوں کا حکم ہے ۔ اور ہمارے نزدیک واللہ بالصواب صحیح یہ ہے کہ اگر ہر قرأت کی تفسیر دوسری قرأت سے مختلف ہے تو دونوں قرأتوں کا حکم سمجھا جائیگا۔اور دونوں قرأتیں دو آیتوں کے بمزلہ سمجھی جائینگی جیسا کہ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ اور حَتّٰى يَتَطَهَّرْنَ دو قرأتیں ہیں۔اگر دونوں قرأتوں کی تفسیر الگ الگ نہیں ہے جیسے البیوت والبیوت المحصنات والمحصنات کہ پہلے کلمہ میں زبر اور دوسرے میں بالترتیب زیر ہے۔اس میں ایک قرأۃ کا حکم اور دوسری کی اجازت ہر قبیلہ کے لئے جس قرأت کے وہ عادی ہیں اسی کی اجازت ہوگی۔

سوال: جب یہ صحیح ہے کہ ایک قرأۃ کا حکم ہے تو وہ کونسی قرأۃ ہوگی ۔

جواب: یہ ہے کہ حکم تو لغت قریش کا دیا گیا ہے کیونکہ حضور ﷺ قریشی تھے اور قرآن کا نزول بھی انہی کی لغت میں ہوا۔جیسا کا مجاہد کا قول ہے کہ قرآن لغت قریش میں نازل ہوا ہے۔

تفسیر قرآن کے بیان میں

تفسیر بالرائے

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن میں اپنی رائے سے کوئی بات کہتا ہے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے۔ حضرت ابوبکرؓ سے کسی نے وفاکھة وابا کا مطلب پوچھا جواب دیا مجھے علم نہیں۔ عرض کیا گیا کہ اپنی ذاتی رائے ہی بتا دیجئے۔ ارشاد فرمایا اگر اللہ کی کتاب میں بلا علم اپنی ذاتی رائے سے کچھ کہوں گا تو کونسی زمین ہے جو اپنے اوپر مجھے جگہ دے گی اور کون سا آسمان مجھ پر سایہ کرے گا۔

حضرت شعبیؒ کے متعلق منقول ہے کہ وہ ابوصالح کے پاس سے گزرتے تو ان کا کان پکڑ کر کہا کرتے جب قرآن پڑھا نہیں تو اس کی تفسیر کیسے کرتے ہو۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کے ہاتھ میں مصحف دیکھا جس میں ہر آیت کے ساتھ ساتھ اس کی تفسیر بھی لکھی ہوئی تھی۔ آپ نے قینچی منگوا کر اسے کاٹ دیا۔

حکم فرماتے ہیں کہ شریحؒ قرآن میں صرف تین آیتوں کی تفسیر کیا کرتے تھے ایک اِلَّآ اَنْ یَّعْفُوْنَ اَوْیَعْفُوَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّکَاحِ ۔ فرمایا کرتے کہ بیدہ عقدة النکاح سے مراد خاوند ہے۔ دوسری (وَاٰتَیْنَاهُ الْحِکْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ) فرماتے تھے کہ حکمت سے مراد فقہ ہے اور فصل الخطاب سے مراد دلیل و حجت اور ایمان ہے تیسری (اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ) فرماتے تھے کہ قوت تو یہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تنہا وہ پتھر اٹھا لیا تھا جسے دس آدمی بمشکل اٹھا سکتے تھے۔ اور ان کی امانت یہ تھی کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی لڑکی انہیں بلا کر لا رہی تھی۔ تو آگے آگے چل رہی تھی ہوا سے کپڑا اڑنے لگا تو فرمایا کہ میرے پیچھے پیچھے چلو اور راستہ بتاتی رہو۔

تفسیر بیان کرنے کیلئے نزول اور لغات عرب سے واقف ہونا ضروری ہے:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ صرف انہی آیات کی تفسیر بیان فرماتے جن

کا علم بذریعہ جبرائیل علیہ السلام آپ کو حاصل ہوتا تھا۔

سوال: اگر یہ سوال پیدا ہو کہ جب حضور ﷺ کسی آیت کی تفسیر نہیں کرتے تو کسی اور کیلئے تفسیر کرنے کی گنجائش ہی نہ رہی۔ تو ایسی آیت کی تفسیر معلوم ہونے کی کوئی صورت نہ رہی۔

جواب: جواب یہ ہے کہ اپنی رائے سے تفسیر کرنے کی ممانعت متشابہات میں ہے تمام قرآن میں نہیں جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَاتَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ (سو جن لوگوں کے قلوب میں کجی ہے وہ اس کے اس حصے کے پیچھے ہو لیتے ہیں جس کی مراد مشتبہ ہو)۔

نیز قرآن مخلوق کے حق میں حجت کے طور پر نازل ہوا ہے۔ اگر کہیں بھی تفسیر جائز نہ ہو۔ تو یہ حجت تامہ نہ بن سکے گا۔ لہٰذا جو شخص لغات عرب سے واقف اور شان نزول سے تعارف رکھتا ہے۔ اسے تفسیر کرنا جائز ہوگا۔

لغت سے ناواقف کو کس صورت میں تفسیر بیان کرنا جائز ہے اور کس صورت میں ناجائز:

جو لوگ خواہ مخواہ مہارت کا دعوی کرتے ہیں اور طرق لغت سے واقفیت نہیں رکھتے ایسوں کو صرف اتنی ہی تفسیر کرنا جائز ہے جتنی کہ انہوں نے کسی ماہر سے سن لی ہے یہ اس کی اپنی تفسیر نہ ہوگی۔ بلکہ کسی ماہر تفسیر سے نقل اور حکایت کہلائیگی۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر کسی مقام کی تفسیر کہیں سے سیکھ لی ہے اور ارادہ یہ ہے کہ آیت سے کوئی حکم نکالا جائے یا کسی حکم پر اس آیت کو دلیل بنایا جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اور اگر یوں کہنے لگے کہ آیت سے مراد یہ ہے یا فلاں ہے۔ حالانکہ اس نے کہیں سے سنا نہیں ہے تو یہ جائز نہیں ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے۔ اور اگر کسی امام تفسیر سے کچھ سنا ہوا ہے تو اسے آگے نقل کرنے میں حرج نہیں۔

تفسیر کے بارے میں حضرت ابن عباس کا عمل

حضرت ابن عباسؓ کیلئے جب کسی آیت کی تفسیر میں اشکال ہوتا تو صحابہ کرام سے اور

کتب سابقہ کے عالم مسلمانوں مثلاً کعب بن احبار اور وہب بن منبہؒ وغیرہ حضرات سے پوچھ لیا کرتے تھے۔

حضرت عکرمہؒ حضرت ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ تمام قرآن کی تفسیر معلوم ہوگئی البتہ چار کلمات ابھی باقی ہیں الاواہ. والرقیم. حنانا اور غسلین لیکن حضرت عکرمہؒ کے علاوہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے ان کلمات کی تفسیر بھی بتائی ہے چنانچہ الرقیم سے مراد کتاب ہے۔ خلیل کہتے ہیں کہ رقم کا معنی کتاب کی وضاحت کرنا کتاب مرقوم اس کتاب کو کہتے ہیں، جس کے حروف کو اس کے نقاط وغیرہ علامات سے واضح کیا گیا ہو۔ الحنان کا معنی رحمت کا ہے آیت میں ہے وحنانا من لدنا اس میں رحمت ہی مراد ہے غسلین سے وہ پانی وغیرہ مراد ہے جو دوزخ میں کفار کے بدن دھونے سے حاصل ہوگا۔

حسن معاشرت اور حقوق شناسی

حسن کلام

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کیلئے مناسب ہے کہ لوگوں سے اس کی گفتگو نرم ہو چہرہ کھلا ہوا ہو۔ کوئی اچھا ہو یا برا۔ اہل سنت سے ہو یا اہل بدعت سے۔ البتہ انداز چاپلوسی والا نہیں ہونا چاہیے۔ اور نہ ہی ایسا کلام ہو جس سے وہ صاحب (بدعت) یہ گمان کرنے لگے کہ اسے میری سیرت یا مذہب پسند ہے۔

فرعون کے ساتھ نرم کلامی کا ارشاد

اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ اور ہارون علیہ السلام سے ارشاد فرماتے ہیں فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۔ (پس اس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے)۔ اور تو حضرت موسیٰ اور ہارون علیہ السلام سے افضل نہیں اور فاسق فاجر شخص فرعون سے بڑھ کر خبیث نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو فرعون کے ساتھ نرم کلامی کا ارشاد فرمایا۔

عام لوگوں کے ساتھ حسن خلق سے پیش آنا

طلحہ بن عمیر کہتے ہیں کہ میں نے عطاؒ سے کہا تیرے پاس لوگوں کی آمدورفت رہتی ہے جن کی اغراض مختلف ہوتی ہیں اور میری طبیعت میں ذرا تیزی ہے جس سے بعض دفعہ سخت بات کہہ جاتا ہوں۔ تو انہوں نے کہا ایسا نہ کیا کرو کیونکہ اللہ پاک کا ارشاد ہے وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا (اور عام لوگوں سے بات اچھی طرح کہنا) آیت کے عموم میں تو یہود و نصاری تک داخل ہیں مسلمان کیونکر داخل نہ ہونگے۔

حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اگر تم تمام لوگوں پر اپنا مال صرف نہیں کر سکتے تو خندہ پیشانی اور حسن خلق سے تو پیش آ ہی سکتے ہو۔

خلوص و محبت حاصل کرنا

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے بھائی کا خلوص و محبت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ اسے پسندیدہ نام سے پکارے اور ملاقات کے وقت اسے سلام کرے مجلس میں اس کیلئے جگہ بنانے کی کوشش کرے۔

بدکلامی

آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ بدکلام نہیں بننا چاہیے۔ اگر بدکلامی انسانی شکل اختیار کر لے تو وہ بدترین انسان شمار کیا جائے۔

کسی سے احسان کرنے یا برائی کرنیکی صورتیں

کہتے ہیں کہ کسی کے احسان سے پہلے اس پر احسان کرنا فضل ہے اور احسان کے بعد احسان کرنا مکافات اور بدلہ ہے اور برے سلوک کے جواب میں بھی احسان کرنا کرم ہے اور کسی کی بدسلوکی سے پہلے اس کے ساتھ برائی کرنا ظلم و جور ہے اور برائی کے مقابلہ میں برائی کرنا مکافات اور بدلہ ہے اور احسان کے مقابلہ میں برائی کرنا کمینہ پن اور خباثت ہے۔

بڑوں کی تعظیم وتکریم کرنا

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہرانسان کولازم ہے کہ اپنے سے بڑے کا حق پہچانے اوراس کی توقیر وتعظیم کرے کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ کوئی نوجوان کسی بوڑھے کی جب تعظیم وتوقیر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بڑھاپے کے وقت کسی نوجوان کو مقرر کردیتا ہے جواس کی تعظیم وتوقیر کرتا ہے۔لیث بن ابی سلیم فرماتے ہیں کہ میں طلحہ بن مطرف کے ساتھ چلتا تو وہ میرے آگے چلتے۔اور یہ بھی فرماتے کہ مجھے اگر یہ معلوم ہو کہ تو مجھ سے ایک رات کے بقدر عمر میں بڑا ہے تو میں کبھی تیرے آگے نہ چلوں۔

حدیث شریف

نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے کہ جو شخص ہمارے بڑے کی تعظیم نہیں کرتا اور ہمارے چھوٹے پر رحم نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔

دوستوں اور بھائیوں کی ملاقات

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دوستوں اور بھائیوں کی زیارت وملاقات ایک اچھا عمل ہے باعث اجروثواب ہونے کے علاوہ اس سے باہم الفت ومحبت بڑھتی ہے۔

ملاقات کے ضوابط

ابوامامہؓ باہلی فرماتے ہیں کہ کسی مریض کی بیمار پرسی کیلئے ایک میل اوراپنے دینی بھائی کی مخلصانہ ملاقات کیلئے دومیل اور دوفریقوں میں مصالحت کرانے کے لئے تین میل تک چل کر پہنچو۔بعض حکماء کا قول ہے کہ ملاقات وزیارت کو اتنا مت چھوڑو کہ تجھے بھول ہی جائیں اور نہ اتنی کثرت سے جاؤ کہ اکتا ہی جائیں۔نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوہریرہؓ کو ارشاد فرمایا اے ابوہریرہ ملاقات میں ناغہ کرلیا کرو اس سے محبت بڑھتی ہے۔بکر بن عبداللہ کا مقولہ ہے کہ مریض کی مزاج پرسی کی جاتی ہے اور تندرست کی زیارت کو جاتے ہیں۔

اعزاز واکرام

حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو تحریر فرمایا کہ اپنے علاقے کے شرفا کا خیال رکھا کرو اور ان کا اکرام کیا کرو کیونکہ لوگوں میں سے ایسے افراد ہمیشہ ہوتے ہیں جوان کے سردار کہلاتے ہیں اوران کی ضروریات کا خیال رکھتے ہیں۔

ابوجعفرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کی خدمت میں تکیہ پیش کیا آپ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے کہ اعزاز واکرام کا انکار گدھا ہی کرسکتا ہے۔ طارق بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں شعبی کے پاس بیٹھا تھا۔ ان کے پاس ابن جریر آئے انہوں نے تکیہ پیش کیا وہ اس کے ساتھ بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب تمہارے پاس کسی قوم کا رئیس آئے تو اس کا اکرام کیا کرو۔[1]

دوستی کرنا

ابوجحیفہ سے سلمی بن کہیل نقل کرتے ہیں کہ یہ بات کہی جاتی تھی کہ بڑوں کے ساتھ ہمنشینی رکھو۔ علماء کے ساتھ میل جول رکھو اور داناؤں سے دوستی رکھو۔

حضرت ابوہریرہ نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ آدمی کا حشر اپنے دوست کے دین پر ہوگا لہٰذا ہر شخص کو خیال رکھنا چاہیے کہ اس کی دوستی کیسے شخص سے ہے۔

تنہائی اور میل ملاپ

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ تو ایسے ہیں جنہوں نے میل ملاپ ترک

---

[1] ﴿امام ذہبیؒ نے سیر اعلام النبلاءؒ (ص ۳۰۹ ج ۴) یہ واقعہ اس طرح نقل کیا ہے طارق بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں شعبی کے دروازہ پر بیٹھا تھا اتنے میں جریر بن یزید بن جریر البجلی آئے تو شعبی نے ان کے کیلئے تکیہ منگوایا ہم نے کہا کہ آپ کے پاس معمر لوگ بیٹھے تھے ان کے لئے تو آپ نے تکیہ نہیں منگوایا مگر یہ لڑکا آیا تو آپ نے اس کے لئے تکیہ منگوایا فرمایا ہاں بے شک حضور ﷺ نے اس کے دادا حضرت جریر بن عبداللہ البجلی کو تکیہ پیش کیا تھا اور فرمایا تھا کہ جب تمہارے پاس کسی قوم کا کوئی معزز آدمی آئے تو اس کا اکرام کیا کرو (محمد یوسف)﴾۔

کر کے تنہائی اختیار کرلی۔ اور وہ اسی میں سلامتی سمجھتے ہیں اور ہم یوں کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو واقعی دین کی سلامتی خلوت و تنہائی میں ہی ملتی ہے تو ٹھیک ہے۔ اور اگر تنہائی میں وساوس کا شکار ہوتا ہے تو اس کیلئے مجلس اور میل ملاپ بہتر ہے۔ مگر اس میں بھی ضروری ہے کہ اپنے رفقاء کے حقوق اور تعظیم کا خیال رکھے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر وساوس کا خطرہ نہ ہوتا تو میں لوگوں سے بات کرنے کا تصور بھی نہ کرتا۔

پانچ قسم کے لوگوں کی صحبت سے پرہیز کرو

کسی دانا نے اپنے فرزند کو نصیحت کی کہ اے بیٹے پانچ قسم کے لوگوں سے ہٹ کر جس کے پاس چاہے بیٹھا کرو۔ مگر ان پانچ کے قریب بھی نہ پھٹکنا۔ ۱، جھوٹے کے پاس کبھی نہ بیٹھو کہ جھوٹے کا کلام سراب کی مانند ہے جو قریب کو دور اور دور کو قریب کرتی رہتی ہے ﴿دھوپ میں چمکتی ہوئی ریت جو دیکھنے میں پانی محسوس ہوتی ہے اور جوں جوں قریب پہنچو دور ہوتی جاتی ہے﴾ ۲، کسی احمق کے پاس کبھی نہ بیٹھو کہ وہ اپنے خیال میں تجھے نفع پہنچاتا ہے اور واقع میں نقصان ہوتا ہے۔ ۳، کسی حریص کے پاس ہرگز نہ بیٹھو کہ وہ تجھے ایک لقمہ یا ایک گھونٹ کے عوض بھی بیچ دے گا۔ ۴، کسی بخیل کے پاس کبھی نہ بیٹھو۔ کہ وہ تجھے عین اس وقت تنہا چھوڑ دے گا جبکہ تجھے اس کی سب سے یادہ ضرورت ہوگی۔ ۵، کسی بزدل کی صحبت بھی کبھی اختیار نہ کرنا کہ وہ تجھے اور تیرے والدین کو گالیاں دے گا اور ذرا پرواہ نہیں کرے گا۔

سلام کہنے کا بیان

سلام کرنا اور اس کا جواب دینا

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی جماعت پر تمہارا گزر ہو تو انہیں سلام کرو تمہارے سلام کا جواب ان پر واجب ہوگا۔ اس مسئلہ میں علماء کے کئی قول ہیں۔ بعض فرماتے ہیں کہ سلام کا جواب دینے میں زیادہ اجر ہے کیونکہ ابتداء سلام کہنا سنت ہے اور جواب دینا فرض ہے اور فرض کا ثواب سنت سے زیادہ ہوتا ہے۔

سلام کے جواب کے فرض ہونیکی دلیل

سلام کے جواب کے فرض ہونے کی دلیل ہے کہ قرآن پاک میں ہے وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا (اور جب تم کو کوئی سلام کرے تو تم اس سے اچھے الفاظ میں سلام کردیا کرو یا ویسے ہی الفاظ کہہ دو)۔ آیت میں سلام کا جواب دینے کا حکم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا حکم فرض کا درجہ رکھتا ہے اور بعض علماء نے ابتداء سلام کہنے کو افضل فرمایا ہے اس لئے کہ یہ سابق اور پہل کرنے والا ہے لہٰذا اسے سبقت کی فضیلت حاصل ہوگی۔

سلام کا جواب نہ دینا

حضرت عبداللہ بن حارث فرماتے ہیں کہ اگر کوئی سلام کا جواب نہ دے تو فرشتے اس کو جواب دیتے ہیں اور ان لوگوں پر لعنت کرتے ہیں جنہوں نے جواب نہیں دیا۔

حدیث: حضور ﷺ سے روایت ہے کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جس کے کرنے سے تم آپس میں محبت کرنے لگو عرض کیا گیا یا رسول اللہ ضرور بتایئے ارشاد فرمایا آپس میں سلام کو خوب پھیلاؤ۔

سلام کہنے کا ضابطہ

عطاؒ فرماتے ہیں کہ چلنے والے کو بیٹھے ہوئے پر چھوٹے کو بڑے پر سوار کو پیدل پر سلام کہنا چاہیے۔ اگر کوئی پیچھے سے آرہا ہے تو اسے سلام کہنا چاہئے۔ اور دو آدمی آمنے سامنے سے ملیں تو ہر ایک کو ابتدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں ایک طرف افراد تھوڑے ہوں تو ان کو پہلے سلام کہنا چاہئے۔

زید بن وہب نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ سوار پیدل پر چلنے والا بیٹھنے والے پر اور قلیل کثیر پر سلام کہا کریں۔

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب ایک جماعت کسی جماعت کے پاس پہنچے تو اگر کسی نے بھی سلام نہیں کہا تو سب گنہگار ہونگے۔ اور اگر ایک شخص نے بھی سلام کہہ لیا تو سب کی طرف سے ہوگیا اگر سب سلام کہیں تو افضل ہے۔ ایسے ہی اگر کسی نے بھی سلام کا جواب نہیں دیا تو تمام

گنہگار ہونگے۔ اگر ایک نے جواب دیا تو سب کیطرف سے کافی ہے۔ ہاں اگر سب ہی جواب دیں تو افضل ہے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ جواب دینا تمام افراد پر واجب ہے۔ اور یہی اصح ہے۔

ایک کا سلام کہنا اور ایک کا جواب دینا کافی ہے

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ سلام کا جواب دینا فرض ہے اور یہ جواب سب پر لازم ہے لیکن بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ایک کے جواب دینے سے تمام کی طرف سے کفایت ہو جاتی ہے اور ہم اسی قول کو لیتے ہیں۔

حضرت زید بن وہب حضور ﷺ کی یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ ایک جماعت کا گزر کسی جماعت پر ہوتا ہے تو ایک آدمی کے سلام کہنے سے سب کی طرف سے سلام اور دوسری جانب سے ایک شخص کے جواب دینے سے سب کی طرف سے جواب ہو جاتا ہے۔ جواب دینے والے کو چاہئیے کہ وہ سلام کہنے والے کو اپنا جواب سنائے۔ کیونکہ اگر اس کا جواب سلام کہنے والے کو نہیں سنا تو یہ جواب نہیں ہوا۔ جیسا کہ اگر سلام کسی کو نہیں سنتا تو اسے سلام نہیں کہتے ایسے ہی جواب کا حال ہے جو سنائی نہیں دیتا تو وہ جواب شمار نہیں ہوتا۔

حضرت معاویہ بن قرّہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جب کسی پر سلام کہو تو سنایا کرو اور کسی کو سلام کا جواب دو تو وہ بھی سنایا کرو اور کسی مجلس میں بیٹھو تو امین بن کر بیٹھو کہ کسی کی بات کہیں اور جا کر نقل نہ کرو (یعنی چغلی وغیرہ نہ کرو)۔

سلام کہنے میں جمع کا صیغہ استعمال کرو

سلام کہنے والے کو چاہئے کہ سلام کہتے وقت جمع کا صیغہ استعمال کرے اور یہی بات جواب دینے والے کو مناسب ہے۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص پر بھی سلام کہو تو السلام علیکم (یعنی جمع کے صیغہ کے ساتھ) کہو کیونکہ اس کے ساتھ فرشتے بھی ہوتے ہیں۔

ابو مسعود انصاری بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت دربار نبوت میں حاضر ہوئی اور علیک

السلام کہا آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ سلام مردوں کو قبرستان میں کہا جاتا ہے اس وقت تجھے السلام علیکم کہنا چاہئے تھا۔

افضل سلام اور اس پر نیکیاں

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ افضل یہ ہے کہ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ کہے۔ اور جواب دینے والے کو بھی یونہی کہنا چاہیے۔ کیونکہ ان کلمات کا اجر بہت زیادہ ہے اور وبرکاتہ سے زیادہ کوئی کلمہ نہ کہے۔

سہل بن حنیف حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص السلام علیکم کہتا ہے اس کی دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اور جو کوئی اسلام علیکم ورحمتہ اللہ کہے اس کیلئے بیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جو شخص السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ کہتا ہے اس کیلئے تیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

سلام کی انتہا

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہر چیز کی انتہا ہے اور سلام کی انتہا وبرکاتہ پر ہے ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس نے ایک آدمی کو السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ کہتے سنا تو فرمایا کہ تم بھی سلام کو وہیں ختم کرو جہاں پر فرشتوں نے ایک نیک گھرانے پر سلام کہتے ہوئے ختم کیا تھا۔ یعنی رَحۡمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيۡكُمۡ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ اِنَّهٗ حَمِيۡدٌ مَّجِيۡد) اس خاندان کے لوگو تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں بیشک وہ تعریف کے لائق بڑی شان والا ہے۔

بچوں پر سلام کہنا

بچوں کو سلام کہنے میں اختلاف

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بچوں پر سلام کہنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ بچوں پر سلام نہیں کہنا چاہیے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ نہ کہنے کی بجائے سلام کہنا بہتر ہے اور اسی پر ہمارا عمل ہے۔

سلام نہ کہنے والوں کی دلیل

ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ سلام کا جواب دینا فرض ہوتا ہے اور بچہ پر کوئی فریضہ نہیں ہے۔لہٰذا جب جواب لازم نہ رہا تو اس پر سلام کہنا بھی مناسب نہ ہوا اشعث ؒ حسن بصریؒ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ بچوں پر سلام کہنے کے قائل نہ تھے۔ چنانچہ وہ ان کے پاس سے سلام کہے بغیر گزر جاتے تھے۔اور محمد بن سیرین کے متعلق آیا ہے کہ وہ بچوں پر سلام تو کہتے مگر انہیں سناتے نہ تھے بلکہ آہستہ سے کہہ لیتے تھے۔

سلام کہنے والوں کی دلیل

سلام کے قائل حضرات کی دلیل یہ ہے کہ حضرت انسؓ خادم رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں کبھی بچوں کے ساتھ ہوتا تھا کہ حضور ﷺ تشریف لاتے ہم پر سلام کہتے اور پھر مجھے بلاتے تھے اور مجھے کسی کام بھیجنا ہوتا تو بھیج دیتے۔

عتبہؒ بن عمار فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ ہمارے پاس سے گزرتے تو ہم مکتب کے بچوں پر سلام کہا کرتے تھے حکمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت شریحؒ ہر چھوٹے بڑے پر سلام کہا کرتے تھے۔

ذمیوں (کافروں) پر سلام کہنا

ذمیوں پر سلام کہنے میں اختلاف

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کہ اہل ذمہ پر سلام کہنا چاہئے یا نہیں۔بعض حضرات فرماتے ہیں کہ سلام کہنے میں کوئی حرج نہیں اور بعض فرماتے ہیں کہ ان پر سلام نہ کہنا چاہیے البتہ اگر وہ خود سلام کریں تو انہیں جواب دینا چاہیے۔اور اسی پر ہمارا عمل ہے۔

ذمیوں پر سلام کہنے والوں کی دلیل

ابوامامہ باہلیؓ جس کسی پر بھی گزرتے سلام کہا کرتے تھے خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی اور

فرمایا کرتے کہ رسول اللہ ﷺ اسلام پھیلانے کا حکم فرمایا ہے۔ مسلمان ہوں یا ذمی کافر۔

حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ موضع صالحین میں آیا وہاں کے نو دہقان آپ کے ساتھ ہو لئے۔ ہم سب کوفہ پہنچے تو انہوں نے ایک الگ راہ اختیار کر لی حضرت ابن مسعود نے ان پر سلام کہا۔ میں نے کہا کہ آپ کافروں پر بھی سلام کہتے ہیں آپ نے فرمایا کیوں نہیں ان لوگوں نے ہمارے ساتھ سفر کیا ہے اور رفاقت کا بھی حق ہوتا ہے۔

سلام نہ کہنے والوں کی دلیل

سلام نہ کہنے والے حضرت ابو ہریرہؓ کی اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہود و نصاری کو خود ابتداء سلام نہ کرو اگر راستہ میں کبھی ملاقات ہو جائے تو ان کیلئے راہ کھلی مت چھوڑو۔ بلکہ کنارے پر چلنے کیلئے مجبور کر دو۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ یہود و نصاری اور مجوس کو سلام مت کیا کرو۔

یہود و نصاریٰ کے سلام کا جواب

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ یہودی اگر تم کو سلام کہیں تو انہیں جواب میں صرف وعلیکم کہو۔ اس سے زائد کچھ نہ کہو۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب کے سلام کے جواب میں ہمیں وعلیکم سے زائد کہنے سے منع کر دیا گیا تھا۔

ملے جلے ہوئے (مسلم و کافر) مجمع کو سلام کرنا

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمہارا گزر ایسے لوگوں پر ہو جہاں مسلم و کافر ملے جلے ہوں تو تمہیں اختیار ہے یا تو السلام علیکم کہو اور صرف مسلمانوں کی نیت کر و یا پھر اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی کہہ لو (یعنی میرا اسلام ان لوگوں پر ہو جو ہدایت کے متبع ہو) مجاہد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی یہودی یا نصرانی کو کسی ضرورت کے تحت خط لکھنا پڑے تو اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی لکھا کرو۔

گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کہنا

گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کی صورتیں

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت اہل خانہ پر سلام کیا کرو۔ اگر گھر میں کوئی بھی نہ ہوتو اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْن کہا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِاللّٰهِ (پھر جب تم گھروں میں داخل ہونے لگو تو اپنے لوگوں کو سلام کرلیا کرو دعا کے طور پر جو خدا کی طرف سے مقرر ہے) اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں کہ گھر میں کوئی ہوتو سلام کرو اور اگر کوئی نہ ہوتو اپنے اوپر ہی سلام کہہ لو۔

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ جب گھر میں داخل ہوتو اپنے اہل خانہ پر سلام کہو کہ وہ تیرے سلام کے زیادہ مستحق ہیں۔ اور اگر کسی ایسے گھر میں جانا ہو جہاں کوئی بھی نہ ہوتو اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْن پڑھا کرو اسی کا ہمیں حکم ہوتا تھا اور یہ بھی بتایا جاتا تھا کہ فرشتے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ حضرت عطاؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہؓ کو یہ کہتے سنا کہ کوئی شخص جب اندر آنے کی اجازت مانگے تو کہو کہ پہلے چابی لاؤ میں نے پوچھا کیا چابی سے السلام علیکم مراد ہے فرمایا ہاں۔

گھر میں سلام کہنے پر شیطان کا فرار

ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص گھر میں داخل ہوکر السلام علیکم کہتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ یہاں میرے لئے ٹھکانا نہیں ہے۔ اور جب کوئی کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے تو شیطان کہتا ہے نہ کھانا نہ ٹھکانہ اور جب پیتے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ یہاں میرے لئے نہ کھانا ہے نہ پینا اور نہ ٹھکانہ پس وہ خائب وخاسر ہوکر بھاگ جاتا ہے۔

مستحب لباس کا بیان

لباس کیسا ہونا چاہیے

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آدمی کا لباس اپنے رفقاء سے ملتا جلتا ہونا چاہیے نہ

بہت اعلیٰ اور نہ بالکل ادنیٰ لباس استعمال کرے ایسا کرے گا تو امر ممنوع کا مرتکب ہوگا اور لوگوں کو اپنی غیبت میں مبتلا کرے گا۔

حدیث: حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو قسم کی شہرتوں سے منع فرمایا ہے ایک بہت اعلیٰ لباس کے متعلق دوسری انتہائی گھٹیا لباس کے بارے میں۔

سلف کے اقوال

شعبیؒ فرماتے ہیں کہ لباس ایسا استعمال کرو جس سے احمق لوگ تمہیں حقیر نہ سمجھنے لگیں اور اہل علم عیب چینی نہ کریں۔

محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ پہلے شہرت لباس پہننے میں ہوتی تھی پھر اس کی جدت میں شمار ہونے لگی۔ اور بعض لوگوں نے لباس میں قدر کفایت کو پسند کیا ہے کیونکہ حضرت علیؓ کے متعلق آتا ہے کہ وہ اپنے خادم قنبر کے ساتھ بازار تشریف لے گئے اور گاڑھے کی دو قمیضیں خریدیں جن میں سے ایک قنبر نے اپنے لئے پسند کر لی اور دوسری آپ نے خود پہن لی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس ایک قمیص آئی آپ نے اس کی زائد آستین کاٹنے کا حکم فرمایا۔

بعض تابعین سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو خطبہ دیتے ہوئے دیکھا ہے جبکہ انہوں نے سات پیوند والا کرتہ پہن رکھا تھا اور ایک روایت میں ان کا ارشاد منقول ہے کہ موٹا چھوٹا اور پرانا کپڑا پہنا کرو۔ بنو معد کا انداز اختیار کرو ایک غلام کی بجائے دو غلام رکھو تا کہ انہیں آسانی رہے۔ حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک قمیص خریدی اور انگلیوں سے آگے بڑھے ہوئے آستین کاٹ کر خادم کو فرمایا کہ اسے سی دو۔

سفید لباس پسندیدہ ہے

مستحب لباس سفید رنگ کا ہے۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت سفید بنائی ہے۔ اور تمہارے لئے بھی بہتر لباس سفید ہی ہے زندگی میں بھی اسے استعمال کرو اور اپنے مردوں کو بھی سفید کفن ہی پہناؤ۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ سفید کپڑے پہنا کرو اور اپنے مردوں کو کفن بھی ایسا پہنایا کرو کہ یہ پسندیدہ لباس ہے۔

خوراک اور پوشاک میں اسراف

حضرت ابن عباسؓ کا مقولہ ہے کہ حلال خوراک اور پوشاک جو چاہو استعمال کرو۔ جبکہ اس میں اسراف اور تکبر نہ ہو میرا مشاہدہ ہے کہ جہاں کہیں اسراف ہے وہاں کسی نہ کسی کی حق تلفی بھی ضرور ہے۔

نظافت سے رہنا

لباس کی صفائی

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک وضعدار اور صاحب علم شخص کو اپنا لباس صاف ستھرا رکھنا چاہیے۔ مگر متکبر نہ ہو۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ صاف ستھرا لباس انسان کی شرافت و وجاہت کا پتہ دیتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ کوئی شخص اپنے کام کاج کے عام لباس کے علاوہ اگر دو کپڑے اور بنا رکھے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور مثل مشہور ہے **لا جدید لمن لا خلق له** کہ جس کے پاس پرانا لباس نہیں اس کے پاس نیا بھی نہیں۔

حضرت انسؓ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ خوشبو استعمال کرنے سے غم غلط ہوتے ہیں اور صاف ستھرا لباس افکار کو کم کرتا ہے۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ سفید لباس والے قاری (صاحب علم) کو دیکھنا مجھے اچھا لگتا ہے۔ نیز آپ کا ارشاد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے تم پر وسعت فرمائی ہے تو تم بھی اپنے اوپر وسعت کیا کرو۔

بندے کے اندر جو چیزیں اللہ کو پسند ہیں

حضرت عامر بن سعد آنحضرت ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پاک وصاف ہیں صفائی کو پسند فرماتے ہیں جمیل ہیں جمال کو پسند فرماتے ہیں پاکیزہ ہیں پاکیزگی کو پسند فرماتے ہیں کریم ہیں کرم کو پسند فرماتے ہیں۔

بالوں کی صفائی اور درستگی

حضرت عطاؒ بن یسار روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے ایک آدمی

اندر آیا جس کے سر اور ڈاڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ آپ نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ باہر جاؤ اور اپنے بالوں کو درست کرو۔ وہ شخص گیا اور بالوں کو درست بنا کر پھر حاضر ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا یہ بہتر ہے یا شیطان (جن) کی طرح ڈاڑھی اور سر کے بال بکھیرے رکھنا۔

حضور ﷺ کی دعا سے شہادت حاصل ہونا

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں غزوۂ اغار کیلئے نکلے راستہ میں ایک درخت کے نیچے میں اترا ہوا تھا آنحضرت ﷺ میرے پاس سے گزرے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ سائے میں تشریف لے آیئے آپ تشریف لے آئے میں نے اٹھ کر زنبیل کو ٹٹولا تو اس میں روٹی اور ککڑی مل گئی۔ میں نے خدمت اقدس میں پیش کی اتنے میں ہمارا ایک ساتھی جو سواری کے جانوروں کو چرانے کیلئے گیا ہوا تھا واپس آ گیا اس کے کپڑے خراب ہو رہے تھے حضور ﷺ نے اسکی طرف دیکھا اور مجھ سے فرمانے لگے کیا اس شخص کے پاس ان کپڑوں کے علاوہ اور کپڑے نہیں ہیں۔ میں نے عرض کیا کیوں نہیں تھیلے میں کپڑے موجود ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ پھر وہ کپڑے تم نے کیوں نہیں پہنائے اسے۔ میں نے اسے بلا کر کپڑے پہنا دیئے۔ اور وہ چلا گیا تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ اس کی گردن بارے اسے کیا تھا دیکھو اب کیسا اچھا لگتا ہے۔ اس شخص نے سن لیا عرض کرنے لگا یا رسول اللہ ﷺ اپنی اس دعا کے ساتھ فی سبیل اللہ کا کلمہ بڑھا دیجئے۔ آپ نے فی سبیل اللہ کا کلمہ بھی ارشاد فرما دیا چنانچہ وہ شخص اللہ کی راہ میں شہید ہو گیا۔

ایک شاعر کا مقولہ

کسی شاعر کا شعر ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ کپڑوں سے جمال حاصل کر اور کوئی وہم نہ کر کیونکہ کسی کو پرکھنے سے پہلے آنکھ سے دیکھا جاتا ہے۔ چنانچہ اگر عمدہ کپڑے کسی گدھے پر ڈال دیئے جائیں تو لوگ اسے بھی واہ رے گدھے کہہ ہی دیتے ہیں۔

جائز اور ناجائز کپڑے

خزّ کا پہننا

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خز[1] کا پہننا مرد ہوں یا عورت سب کیلئے جائز ہے کیونکہ صحابہ کرام سے اس کا پہنا ثابت ہے۔اور بعض نے اسے مکروہ کہا ہے چنانچہ حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ میرے گلے میں تلواروں کا ہار پہنایا جائے جس سے گردن کٹ جائے اس سے بہتر ہے کہ میں خز کا لباس پہنوں۔ممکن ہے ان کی یہ کراہت صرف اپنی ذات کیلئے ہو۔اور دوسروں کیلئے ناجائز نہ کہتے ہوں۔حضرت خیثمہ فرماتے ہیں کہ میں تیرہ صحابہ کو خز کا لباس پہنتے دیکھا۔حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کے پاس خز کی ایک چادر تھی جسے وہ اوڑھا کرتے تھے وہب بن کیسان فرماتے کہ میں نے حضرت جابرؓ بن عبداللہ کو خز کی چادر اوڑھے ہوئے دیکھا ہے ایسے ہی حضرت ابو ہریرہ کے متعلق ہے کہ ان کے پاس خز کی چادر تھی جسے وہ اوڑھا کرتے تھے۔

ریشم، دیبا، ابریشم پہننا

مردوں کیلئے ناجائز اور عورتوں کیلئے جائز ہے۔حضرت انسؓ آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص دنیا میں ریشم پہنتا ہے وہ آخرت میں نہیں پہنے گا اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے ایک ہاتھ میں سونا اور دوسرے میں ریشم تھا۔ ارشاد فرمایا یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام اور عورتوں کیلئے حلال ہیں۔

ریشم پہننا مرد وعورت دونوں کیلئے مکروہ ہے

محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ وہ مرد وعورت دونوں کیلئے ریشم پہننا مکروہ سمجھتے ہیں ان کی دلیل آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد مبارک سے تھی کہ ریشم کو وہی پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اس حدیث میں مرد عورت کا کوئی فرق یا تفصیل مذکور نہیں۔

---

[1] ﴿خز ایک قسم کا کپڑا تھا جو پشم اور ریشم کو ملا کر تیار کیا جاتا تھا یہ مباح ہے صحابہ وتابعین سے اس کا پہننا ثابت ہے کذافی مجمع البحار، محمد یوسف﴾

جواب: مگراس دلیل کا جواب یہی دیا جاتا ہے کہ حدیث کا حکم مرد ہی کیلئے ہے اس لئے کہ دوسری حدیث میں صراحتاً آ گیا ہے کہ عورتوں کیلئے حلال ہے۔

لڑائی اور جہاد میں ریشم پہننا

اس میں اختلاف ہے بعض اہل علم ناجائز بتاتے ہیں حضرت امام اعظم کا بھی یہی قول ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جائز ہے اور صاحبین رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔

ناجائز ہونے کی دلیل

ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ریشم پہننے سے ممانعت مطلقاً وارد ہے خواہ لڑائی کی حالت ہو یا نہ ہو۔ حضرت عکرمہ سے منقول ہے کہ وہ جہاد میں بھی ریشم ودیبا پہننا ناجائز سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے کہ صحابہ ایسے لباس والے کی شہادت قبول نہ کرتے تھے اور حضرت حسن بصریؒ سے بھی منقول ہے کہ وہ لڑائی میں ریشم پہننا ناجائز سمجھتے تھے۔

جائز سمجھنے والوں کی دلیل

جائز کہنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں ایک دفعہ عرض کیا گیا کہ دشمنوں سے مقابلہ کے وقت ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ہتھیاروں پر ریشم ودیبا کے غلاف چڑھا رکھے ہیں تو ہم اس کا رعب اور ہیبت محسوس کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم بھی ایسا کرلیا کرو۔ اور حضرت قاسم بن محمد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ لڑائی میں ریشم ودیبا کا استعمال جائز سمجھتے تھے اور کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے۔

منقش کپڑوں کا بیان

بعض اہل علم نے کپڑے ودیبا کے نقش ونگار کو مکروہ کہا ہے اور بعض نے مباح اور ہم بھی مباح ہی سمجھتے ہیں۔

مکروہ ہونے کی دلیل

حضرت ابن عمرؓ کی حدیث ہے کہ انہوں نے ایک پگڑی خریدی جس پر ریشم کے نقش

دکھائی دیئے تو انہیں کاٹ ڈالا۔ حضرت جابر بن عبداللہ بھی فرماتے ہیں کہ ہم ایسے نقوش کاٹ دیا کرتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ارشاد ہے کہ اس ریشم سے بھی اجتناب کرو جو کسی کپڑے کے ساتھ مخلوط ہو اور نیز حضور ﷺ نے مردوں کیلئے ریشم کو حرام فرمایا ہے جس میں قلیل کثیر سب برابر ہیں۔

جواز کے دلائل

جواز کے قائل حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت ابوامامہؓ باہلی روایت کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ نے ہمیں ریشم پہننے سے منع فرمادیا ہے اس میں ہمارے لئے کچھ حلال بھی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تین انگلیوں کے بقدر حلال ہے مگر اس میں بھی کوئی خیر و برکت نہیں۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ نقوش میں کوئی حرج نہیں اور کراہت ایک خاص قسم کے کپڑے میں ہے ﴿جس کی بنائی میں ریشم ہو﴾۔ ابراہیمؒ نقل فرماتے ہیں کہ صحابہؓ نقوش کی اجازت دیدیتے تھے۔ سوید بن غفلہؒ حضرت عمرؓ کا مقولہ نقل کرتے ہیں کہ ایک دو یا تین انگلیوں کی مقدار میں کوئی حرج نہیں۔ ویسے بھی قلیل مقدا معاف ہوتی ہے۔ جیسا کہ نماز میں قلیل عمل نماز کو فاسد نہیں کرتا اور قلیل نجاست کے ہوتے ہوئے نماز جائز ہو جاتی ہے اسی طرح یہ صورت ہے اور روزہ دار کے حلق میں غبار چلا جائے تو روزہ نہیں جاتا کیونکہ وہ قلیل ہے ایسے ہی یہ ہے۔

ریشمی فرش

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ریشم اور دیبا کا فرش بچھانے میں علماء کا اختلاف ہے حضرت امام اعظمؒ و دیگر بعض اہل علم جائز کہتے ہیں امام محمد بن حسنؒ اور دیگر بعض علماء مکروہ کہتے ہیں ہمارا عمل بھی اسی پر ہے۔

جواز کی دلیل

ابوراشد کا قول ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس کے بستر یا مسند پر ریشم کا تکیہ دیکھا ہے اور حسن بصری کے متعلق آیا ہے کہ وہ ایک شادی کی مجلس میں تشریف لائے اور دیبا کے تکیہ

پر بیٹھے۔ انس بن مالکؓ سے منقول ہے کہ وہ ایک دعوت ولیمہ میں تشریف لائے اور ایسے تکیہ پر بیٹھے جس پر پرندوں کی چھوٹی چھوٹی تصویریں تھیں۔ روایت ہے کہ حضرت عائشہ کے دروازے پر لٹکے ہوئے پردہ پر پرندوں کی تصاویر تھیں۔ جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ہم ایسے گھر میں نہیں آتے جہاں کتا یا تصویریں ہوں یا تو تصویروں کے سر قطع کر دیئے جائیں یا ایسے کپڑوں کو نیچے بچھالیا جائے۔

کراہت کی دلیل

حضرت سعید بن مالک فرماتے ہیں کہ ریشم کے تکیہ سے ٹیک لگانے کی بجائے آگ کے انگاروں سے ٹیک لگانا مجھے زیادہ پسند ہے۔ ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عبیدہ سلمانی سے پوچھا کیا آپ دیبا کے فرش کو بھی ایسا ہی مکروہ سمجھتے ہیں جیسا کہ اسے پہننا کہنے لگے ہاں۔

سرخ لباس کا بیان

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض علماء ایسا کپڑا پہننا مردوں کیلئے مکروہ کہتے ہیں جو زرد رنگ یا زعفران یا سرخ رنگ سے رنگا ہوا ہو۔ اور بعض حضرات جائز کہتے ہیں۔

کراہت کی دلیل

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ مجھے آنحضرت ﷺ نے ایسا کپڑا پہننے سے جو زرد رنگ کا ہو۔ یا قس کا بنا ہوا (ایک خاص کپڑا) ہو اور حالت رکوع میں قرآن پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ اور حضرت حسنؒ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تمہیں سرخ لباس سے بہت بچنا چاہیے کہ یہ شیطانی زینت ہے اور شیطان سرخ لباس کو پسند رکھتا ہے۔ حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہٖ روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے اس حالت میں دیکھا کہ مجھ پر سرخ رنگ کی چادر تھی۔ آپ نے میری طرف سے رخ پھیر لیا۔ میں گیا اس چادر کو جلا کر دوسری پہن کر واپس آ گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا وہ چادر کیا ہوئی عرض کیا آپ کا اعراض دیکھا تو اس کو جلا آیا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کسی عورت کو کیوں نہ دیدی۔

جواز کی دلیل

حضرت براابن عازبؓ فرماتے ہیں کہ پورے بالوں والے سرخ حلہ میں حضور ﷺ سے بڑھ کر کوئی حسین نہیں دیکھا۔ اور حضرت کعب بن عجرہ کا ایک خادم کہتا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے چار یا پانچ صحابہ سے ملاقات کی ہے جو زرد رنگ کا لباس پہنے ہوئے تھے۔ مالک بن مغولؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت شعبیؒ کو سرخ چادر اوڑھے ہوئے دیکھا ہے۔

تبصرہ:

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قول اول (کراہت والا) زیادہ صحیح ہے۔ حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ اور ہمارا عمل بھی اسی پر ہے۔ باقی رہا آنحضرت ﷺ کا پہننا وہ ممکن ہے کہ نہی سے پہلے کا ہو۔[۱] اور صحابہ کا جو حوالہ دیا گیا ہے اس میں صحابہ کی تعیین نہیں ہے کہ کون کون تھے اور نہ ہی دیکھنے والا معلوم ہے۔ جبکہ حضرت عمرؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے بھی نہی منقول ہے۔ لہٰذا یہی قول قابل عمل ہے۔ رہا امام شعبیؒ کا معاملہ تو وہ قضا کے منصب سے جان بچانے کیلئے ایسا کر لیتے تھے۔ چنانچہ وہ اس مقصد کیلئے زرد لباس پہن لیتے۔ شطرنج کھیل لیتے اور بچوں اور نوجوانوں کے ساتھ مل کر ہاتھی دیکھنے بھی چلے جاتے تھے۔

درندوں کی کھالوں کا ذکر

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ درندوں کی کھالوں کے استعمال میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ تمام درندوں کی کھالوں کا استعمال ان پر نماز وغیرہ پڑھنا درست ہے بشرطیکہ اسے دباغت (رنگائی) دی گئی ہو۔ یا جانور کو ذبح کر لیا گیا ہو۔ البتہ خنزیر اس حکم سے خارج ہے اور بعض حضرات نے مکروہ کہا ہے۔

مکروہ ہونے کی دلیل

---

[۱] ﴿اس کی صحیح تاویل یہ ہے کہ اس سے خالص سرخ حلہ مراد نہیں بلکہ سرخ ڈوروں والا حلہ مراد ہے (محمد یوسف)﴾

(۱)ابوالملیح الھذلی کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے درندوں کی کھال پہننے اور نیچے بچھانے سے منع فرمایا ہے۔ اور حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو لومڑی کی کھال کی ٹوپی پہنے دیکھا آپ نے ٹوپی پھاڑ ڈالی۔ حسن بصریؒ نماز میں لومڑی کی کھال کا استعمال مکروہ سمجھتے تھے۔

جواز کی دلیل

ہمارے حضرات کی دلیل آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ جس کچے چمڑے کو دباغت دی جائے وہ پاک ہو جاتا ہے امام ابن سیرین سے منقول ہے کہ ان کے پاس چیتے کی کھال کا ذکر ہوا فرمایا میرے علم میں ایسا کوئی شخص نہیں ہے جس نے گناہ سمجھتے ہوئے اس کا استعمال ترک کیا ہو۔ مطرفؒ ابن شخیر کہتے ہیں کہ میں حضرت عمار بن یاسرؓ کے پاس حاضر ہوا ان کے پاس ایک درزی تھا جو لومڑی کی کھالیں ان کیلئے درست کر رہا تھا۔ ابراہیم نخعیؒ کے متعلق آیا ہے کہ ان کے پاس لومڑی کی کھال کی ٹوپی تھی۔

تبصرہ

جن روایات میں نہی معلوم ہوتی ہے ممکن ہے وہ ان کھالوں کے متعلق ہو جنہیں رنگا نہیں گیا اور ہو سکتا ہے یہ نہی استحباب کے طور پر ہو کہ زینت دنیا کا ترک کرنا پسند ہے۔ ضروری نہیں کہ حرمت کیلئے ہی ہو ویسے بھی وہ زمانہ تنگ دستی کا تھا۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سمیت ہمارا کھانا عموماً دو چیزیں کھجور اور پانی ہی ہوتا تھا۔ تمہاری یہ گندم تو ہمیں دیکھنے کو بھی نہ ملتی تھی۔ اور ہمارا لباس اون اور کھالیں ہوتی تھیں تو جس طرح لوگوں کی تنگ حالی کے پیش نظر آپ نے کئی کئی چیزیں ملا کر کھانے سے منع فرما دیا تھا۔ ایسے ہی لباس کا معاملہ ہوگا۔

گوشت کھانے کا بیان

گوشت کے فوائد اور نقصان

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلے لوگ گوشت بڑی رغبت سے کھاتے تھے۔ تاہم

ہمیشہ کھانا پسند نہ رکھتے تھے۔ حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ گوشت کھاؤ اس سے گوشت بنتا ہے اور قوت سماعت میں اضافہ ہوتا ہے نیز فرمایا کہ جو شخص چالیس روز تک گوشت نہ کھائے اس کے مزاج میں فساد آ جاتا ہے۔ امام زہری فرماتے ہیں کہ گوشت ستر قوتیں بڑھاتا ہے۔ عبدالمالک بن مروان سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنے لڑکوں کو تعلیم و تربیت کیلئے امام شعبی کے سپرد کرتے وقت کہا ان کے بال کٹواتے رہنا اس سے گردن مضبوط ہوتی ہے۔ اور انہیں گوشت کھلانا اس سے دل قوی ہونگے۔ اور انہیں لوگوں کی مجالس میں باہم گفتگو کا موقعہ بھی دیتے رہنا۔

اور ہمیشہ گوشت کھانے کو ناپسند اس لئے سمجھتے تھے کہ حضرت عائشہؓ کا ارشاد ہے۔ اے بنی تمیم ہمیشہ گوشت کھانے سے بچو کہ اس میں بھی شراب کی طرح نشہ اور عادت ہو جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ کے متعلق آتا ہے کہ کسی شخص کی قصاب کے پاس زیادہ آمدورفت دیکھتے تو اسے درہ سے مارتے اور فرماتے اس میں بھی تیزی اور جوش ہوتا ہے جیسا کہ شراب میں ہوتا ہے۔

ابوامامہ باہلیؓ حضور ﷺ کی حدیث نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ موٹے عالم کو اور گوشت کے عادی گھرانے کو ناپسند رکھتا ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس گھرانہ سے وہ لوگ مراد ہیں جو گوشت زیادہ کھاتے ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو لوگوں کی غیبت کرتے ہیں اور اس طرح سے ان کا گوشت کھاتے ہیں۔

حضرت ابن مسعودؓ نے ایک آدمی کے پاس کچھ درہم دیکھے پوچھا کیا ہے۔ عرض کیا کہ ان دراہم کا رمضان المبارک کیلئے کچھ گھی خریدنے کا ارادہ ہے۔ فرمایا جا یہ درہم اپنی بیوی کو دیدے۔ اور اسے کہہ دے کہ ہر روز ایک درہم کا گوشت خرید کر لیا کرے۔ یہ تیرے لئے بہتر ہے۔

حضرت عروہؓ حضور ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ گوشت (کھاتے وقت اس) کو چھری سے مت کاٹو جیسا کہ عجمیوں کا دستور ہے بلکہ دانتوں سے نوچ لیا کرو کہ یہ مفید بھی ہے اور خوشگوار بھی۔

فالودہ کھانا

کراہت کی دلیل

بعض حضرات کھانے میں فالودہ اور پنیر وغیرہ کے استعمال کو مکروہ کہتے ہیں جبکہ عموماً اسے جائز کہا گیا ہے۔ کراہت کی وجہ حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد مبارک ہے کہ آدمی ہر مرغوب اور پسندیدہ چیز کو کھالے یہ بھی اسراف ہے۔ اور حضرت حذیفہؓ بن یمان کا فرمان ہے کہ بسا اوقات گھڑی بھر کی خواہش آدمی کو طویل غم میں مبتلا کر دیتی ہے۔ روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس شہد کا شربت لایا گیا آپ نے پکڑ کر واپس کر دیا اور فرمایا مجھے ڈر ہے کہ میرا شمار کہیں ان لوگوں میں نہ ہو جائے جنہیں فرمایا گیا تھا اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ''کہ تم اپنی مرغوب اشیاء دنیا میں وصول کر چکے ہو۔ اور اس سے خوب نفع اٹھا چکے ہو''۔

جواز کی دلیل

باقی حضرات جواز میں یہ دلیل دیتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک موقعہ پر کچھ لوگوں کو عراق کی جانب بھیجتے ہوئے فرمایا کہ تم ایسے علاقہ میں جاؤ گے جہاں تمہارے سامنے کئی طرح کے کھانے آئیں گے۔ جب بھی کھانے کی کوئی قسم سامنے آئے اس کا نام لیکر استعمال کرو۔ حسن بصریؒ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ دستر خوان پر بیٹھے تھے اور ساتھ مالک بن دینار بھی تھے۔ فالودہ سامنے آیا تو مالک پیچھے ہٹنے لگے حضرت حسنؒ نے فرمایا کھالو ایک ٹھنڈے پانی میں ہی اللہ تعالیٰ کی اتنی نعمتیں ہیں جو اس فالودہ سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کھجور خربوزہ کے ساتھ تناول فرمائی۔ حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ انہوں شکر کے ساتھ خربوزہ استعمال فرمایا۔ حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ گندم کا آٹا مکھی کا شہد اور خالص گھی ملا کر کھا لینے میں کسی مسلمان کو اعتراض نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ۔ آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے زینت کی جو اشیاء بنائی ہیں اور اس کے پاکیزہ رزق کو کس نے حرام کیا ہے۔

کھانوں کا بیان

سرکہ اور زیتون

حضرت احوص بن حکیمؒ اپنے والد سے آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ سرکہ اور روغن زیتون بہترین سالن ہے۔ حضرت ابوجعفرؒ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ وہ گھر نادار نہیں جس میں سرکہ موجود ہے۔

پیاز: حضرت معاویہؓ سے مروی ہے کہ ان کے پاس ایک وفد آیا۔ آپ نے ان کیلئے کھانے میں پیاز بھی منگوایا اور فرمایا یہ سبزی بھی کھاؤ کہ اس کے استعمال سے کسی علاقہ کی آب و ہوا نقصان نہیں دیتی۔

کدو: حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کدو کو پسند فرماتے تھے۔ اور مجھے بھی اسی دن سے پسند ہے جب میں نے حضور ﷺ کو پسند فرماتے دیکھا۔

انار: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں جب بھی انار نچوڑتا ہوں یوں لگتا ہے جیسے جنت کا پانی ٹپک رہا ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب بھی انار کھاؤ تو دانوں کے ساتھ جو باریک پردہ ہوتا ہے اسے بھی کھا لیا کرو کہ اس سے معدہ کی اصلاح ہوتی ہے۔

خربوزہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو پھلوں میں خربوزہ اور کھجور بہت مرغوب تھے۔ اور کدو کا شوربا بہت پسند تھا۔ حضرت طلحہ بن عبداللہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے ہاتھ مبارک میں بہی کا ایک دانہ تھا۔ میری طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا ابو محمد اسے استعمال کرو یہ دل کیلئے مفید ہے۔ وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض کتب میں دیکھا ہے کہ خربوزہ خوراک ہے۔ مشروب ہے۔ پھل ہے خلال ہے۔ صابون ہے۔ خوشبو ہے معدہ کی اصلاح کرتا ہے۔ بھوک لگاتا ہے۔ رنگ کو نکھارتا ہے۔ مادہ منویہ کو بڑھاتا ہے۔ نیز آپ کا ارشاد عالی ہے کہ خربوزہ کی چار قسمیں ہیں میٹھا، کھٹیا، خوشگوار،

اور تلخ۔ میٹھا گوشت پیدا کرتا ہے اور خوشگوار چربی پیدا کرتا ہے کھٹا کیڑوں کو ختم کرتا ہے اور تلخ بواسیر کا علاج ہے۔

کھانے پینے میں وسعت اختیار کرنا

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں مستحب یہ ہے کہ آدمی اپنے اہل وعیال کے کھانے میں وسعت اختیار کرے آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ خوشحال گھرانے کو پسند فرماتے ہیں۔ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ خوشحالی کو پسند فرماتے تھے۔ البتہ لباس حسب ضرورت ہی ہوتا تھا۔

حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ کھانے پینے کی وسعت سے اپنے گھروں کی خیر و برکت میں اضافہ کرو اکثر لوگ ایسے ہیں کہ مال تو خوب ہے۔ مگر گھر میں کچھ برکت نہیں۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اہل وعیال کے کھانے میں وسعت کرنا اسراف نہیں۔

لہسن کھانا

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض حضرات لہسن کا استعمال مکروہ اور بعض جائز کہتے ہیں۔

کراہت کی دلیل

کراہت کی دلیل آنحضرت ﷺ کی یہ حدیث ہے کہ جو شخص اس خبیث سبزی (لہسن) کا استعمال کرتا ہے وہ منہ کی بدبو ختم ہونے تک ہماری مسجدوں کے قریب نہ آئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس بدبودار سبزی کو جو شخص کھاتا ہے وہ ہماری مسجد میں آکر ہمیں ایذا نہ دے۔ اپنے گھر میں بیٹھا رہے۔ کسی نے پوچھ لیا کہ قورمہ وغیرہ میں اس کا استعمال ہوتا ہے اور اس کے بغیر وہ درست بنتا ہی نہیں آپ نے کراہت کے طور پر فرمایا اس کھانے میں کیا بھلائی ہوگی جو لہسن کے بغیر تیار ہی نہ ہوتا ہو۔

جواز کی دلیل

جواز کے قائل حضرات کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت عالیہ میں لہسن والا شوربا پیش کیا گیا۔ آپ نے ابوایوبؓ انصاری

کے ہاں بھجوا دیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جو چیز آپ ناپسند فرماتے ہیں بھلا میں اسے کیسے کھالوں گا۔ ارشاد فرمایا میں تو اس لئے کراہت کرتا ہوں کہ میری ملاقات جبرائیل علیہ السلام سے ہوتی ہے اور وہ اس کی بدبو محسوس کرتے ہیں۔ ابو یزیدؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ ابوایوب انصاری کی والدہ کے ہاں مہمان ٹھہرا انہوں نے تذکرہ کرتے ہوئے بتایا کہ ایک دفعہ میں نے آنحضرت ﷺ کے کیلئے پر تکلف کھانا بنایا جس میں لہسن وغیرہ بھی ڈالا تھا۔ آپ نے پسند نہ فرمایا اور حاضرین مجلس سے فرمایا کہ تم کھالو میرا معاملہ تم جیسا نہیں مجھے خطرہ ہے کہیں اس کی وجہ سے میرے رفیق جبرائیلؑ کو تکلیف نہ ہو۔ ابن سیرینؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کیلئے لہسن کے استعمال کی یہ تدبیر کی جاتی تھی کہ ایک دھاگے سے باندھ کر ہنڈیا میں ڈال دیا جاتا اور پک جانے کے بعد دھاگے سے پکڑ کر باہر نکال دیا جاتا تھا۔

حضرت محمد بن حسن بن علی فرماتے ہیں کہ ہم خاندان نبوت کے لوگ لہسن پیاز وغیرہ کا استعمال کر لیتے ہیں۔ ابواللیث فرماتے ہیں میں نے ایک فقیہ سے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس کے استعمال کو جائز اور مباح کہتے ہیں۔

مروت کا بیان

کمال مروت

حضرت علیؓ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جو شخص معاملات میں لوگوں پر ظلم نہیں کرتا اور گفتگو کے درمیان جھوٹ نہیں بولتا اور وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف نہیں کرتا ایسا شخص مروت میں کامل ہے۔ عدالت میں نمایاں اور ظاہر ہے اس سے اخوت کا معاملہ لازم اور اس کی غیبت حرام ہے۔

مروت کی چار خصلتیں

ابن زیاد نے ایک دہقان سے پوچھا تم لوگ مروت کسے کہتے ہو اس نے جواب دیا کہ چار خصلتیں ہیں۔ ایک یہ کہ آدمی گناہ سے بچتا رہے۔ کیونکہ گنہگار آدمی ذلیل ہوتا ہے اس کی

مروت کہاں رہی۔ دوسری یہ کہ اپنے مال کو خراب نہ ہونے دے دیکھ بھال رکھے۔ کیونکہ اپنے مال کو خراب کر کے انسان دوسرے کے مال کا جب محتاج ہوگا تو مروت نہ رہی۔ تیسری یہ کہ اپنے اہل و عیال کی ضروریات کا خود انتظام کرے۔ جو شخص اپنے اہل و عیال کو لوگوں کا محتاج کرتا ہے مروت سے کورا ہے۔ چوتھی چیز یہ ہے کہ اپنے کھانے پینے میں موافق مزاج چیزوں کا استعمال رکھے۔ اور ناموافق سے قطعاً پرہیز کرے کہ یہ بھی کمال مروت میں داخل ہے۔

بہترین عقل، علم، مروت، مال

قیس بن ثابت بن ساعدہ سے منقول ہے کہ قیصر کے دربار میں ان کی آمد و رفت تھی۔ وہ ان کا اکرام کیا کرتا تھا ایک دفعہ قیصر نے سوال کیا کہ بہترین عقل کیا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ آدمی اپنے آپ کو پہچان لے (یعنی خود آگاہی) پھر پوچھا بہترین علم کیا ہے جواب دیا آدمی اپنی جہالت کے وقت رک جائے۔ پھر پوچھا بہترین مروت کیا ہے فرمایا آدمی اپنے چہرے کی آبرو (یعنی عزت نفس) کی حفاظت کرے۔ پھر سوال کیا بہترین مال کیا ہے۔ جواب دیا جس مال سے اس کا حق ادا کر دیا گیا ہو۔

امام ربیعہ کا قول

امام ربیعہ الرائیؒ فرماتے ہیں کہ مروت چھ چیزوں کا نام ہے۔ تین سفر کی تین حضر کی۔ تین حضر کی یہ ہیں قرآن پاک کی تلاوت کرنا، مساجد کو آباد کرنا۔ اللہ کی رضا کیلئے برادرانہ تعلق قائم کرنا۔ اور سفر کی یہ ہیں زادِ سفر ساتھیوں پر خرچ کرنا رفقا سے مخالفت نہ کرنا۔ معصیت سے بچتے ہوئے خوش طبعی کرنا۔

بعض حکماء کا قول یہ ہے کہ بہترین مروت یہ ہے کہ انسان بات کا سچا ہو۔ وعدہ کا پکا ہو۔ اور اپنے نفع کا ایثار کرنے والا ہو۔

حضرت حسن بصریؒ کا واقعہ

حضرت حسن بصریؒ نے ایک حجام کو مونچھیں کاٹنے پر ایک درہم دیدیا کسی نے وجہ پوچھی

فرمایا کہ تنگی نہ کیا کرو تاکہ تم پر بھی تنگی نہ کی جائے۔ اگر یہ کسی کو دانق کی بات کرتے سن لیتے فرماتے اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو دانق پر جو شخص دانق کی بات کرتا ہے وہ مروت سے خالی ہے جس کے پاس مروت نہیں اس کا دین نہیں۔

محمد بن حسن کا مقولہ

محمد بن حسن فرماتے ہیں کہ تین چیزیں کمینہ پن کی ہیں۔ حجام سے اجرت طے کرنا۔ حجام کا شیشہ دیکھنا۔ اور وزن کر کے روٹی ادھار لینا۔

مشہور ہے کہ راستوں پر بیٹھنا اور لوگوں کی دکانوں پر گپ لگانے کو بیٹھنا بھی مروت نہیں ہے۔ کسی دانا سے پوچھا گیا کہ مروت کسے کہتے ہیں فرمایا گھر کا دروازہ کھلا رکھنا کھانا کھلانا لوگوں کی ضروریات کیلئے مستعد اور تیار رہنا۔

حضرت حسن بصریؒ کا مقولہ

حضرت حسن بصریؒ کا مقولہ ہے کہ چار چیزیں مروت میں سے شمار ہوتی ہیں۔ زبان کا سچا ہونا۔ اپنے بھائیوں کی کوتاہیوں کو برداشت کرنا۔ اپنے ہم عصروں کے ساتھ احسان کرنا۔ اپنے ہمسایوں کو خصوصاً اور دوسرے لوگوں کو عموماً ایذا نہ پہنچانا۔

حضرت عمرؓ کا ارشاد

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں خوب جانتا ہوں کہ عرب کب ہلاک ہونگے عرض کیا گیا یا امیر المؤمنین فرمایئے کب ہلاک ہونگے۔ فرمایا جب ان کے ارباب سیاست کے پاس اسلام کا تقوی اور دور جاہلیت والا کرم نہ رہے گا۔

راوی کہتا ہے کہ امیر المؤمنین نے سچ فرمایا جب تک ان کی سیاست حضرت ابوبکر و عمر عثمان و علی رضی اللہ عنہم اجمعین ایسے اہل تقویٰ اور حضرت معاویہؓ جیسے اہل کرم کے پاس رہی وہ ہلاک نہیں ہوئے۔ اور جب سیاست یزید جیسے لوگوں کو ملی جن کے پاس تقویٰ تھا نہ کرم تو وہ ہلاک ہونے لگے۔

مروت کی تکمیل

بعض حکماء کا قول ہے کہ مروت کی تکمیل دو چیزوں سے ہوتی ہے لوگوں کے مال سے بے اعتنائی، اور ان کی ایذاؤں پر درگزر کرنا۔

مروت اور کمینگی کیا ہے

حضرت علیؓ نے اپنے بیٹے حسن سے ایک دفعہ پوچھا مروت کسے کہتے ہیں جواب دیا پاکدامنی اور ضبط نفس اور خوشحالی و تنگ دستی میں مال خرچ کرنا پھر پوچھا کمینگی کیا ہے۔ جواب دیا تن آسانی اختیار کرنا۔ اقربا پروری اختیار کرنا۔ اپنے جمع کردہ مال کو باعث شرف اور خرچ کرنے کو ضیاع سمجھنا۔

مروت کا ماحاصل

مشہور ہے کہ مروت کا ماحاصل اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں مذکور ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی (بیشک اللہ تعالیٰ اعتدال و احسان اور اہل قرابت کو دینے کا حکم فرماتے ہیں)۔

عبدالواحد اور احنف بن قیس کا مقولہ

عبدالواحد بن زید کہتے ہیں کہ اہل دین کی صحبت اختیار کرو۔ اگر میسر نہ آسکے تو اہل دنیا کے ذی مروت لوگوں کے پاس بیٹھو کہ یہ اپنی مجالس میں بدکلامی اور فحش گوئی نہیں کرتے۔ احنف بن قیس کا مقولہ ہے۔ کہ حاسد کو راحت، جھوٹے کو مروت، بخیل کو دوستی، ٹالنے کو وفا، بدخلق کو سیادت اور تنگ دل کو اخوت نصیب نہیں ہوتی۔

عقل کا بیان

حضرت علیؓ کا ارشاد

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ علم انسان کا دوست اور عقل

رہنما ہے۔ حلم وزیر اور عمل قائد ہے۔ صبر اس کا سپہ سالار رزمی اس کا باپ اور حسن سلوک اس کا بھائی ہے۔ پھر اپنے بیٹے حضرت حسن سے مخاطب ہو کر فرمایا کبھی کسی کو حقیر مت جانو وہ بڑا ہے تو اسے باپ کی طرح سمجھو۔ ہم عمر ہے تو بھائی کی طرح جانو۔ اور چھوٹا ہے تو اسے اپنا بیٹا سمجھو۔

عاقل کون ہے

کسی دانا سے پوچھا گیا کہ عاقل کون ہے۔ فرمایا وہ شخص جو چھپ کر کبھی ایسا کام نہیں کرتا جس کے اعلانیہ کرنے میں شرم محسوس ہو۔ فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ مقولہ آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث کے مضمون کا بیان ہے۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ سابقہ نبوت کے کلمات میں سے آخری کلمہ جو محفوظ چلا آ رہا ہے۔ یہ ہے کہ جب حیا جاتی رہے تو جو چاہو کرو یعنی کسی کام کے کرنے میں جب حیا ہی نہ رہی تو مانع کیا ہے جب چاہے جیسے چاہے کرلے۔

حضرت لقمان کا ارشاد

حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے فرمایا۔ بیٹا ضرورت میں حسن طلب نصف علم ہے۔ لوگوں سے محبت کا معاملہ نصف عقل ہے اور معیشت میں تدبیر اختیار کرنا نصف کسب ہے۔ نیز فرمایا بیٹا پیغام بھیجنا ہو تو کسی دانا کو بھیجو نہ ملے تو خود چلے جاؤ۔

اپنے آپ کو ملامت کرنیوالے

مشہور مقولہ ہے کہ آٹھ قسم کے لوگ اپنی توہین دیکھیں تو اپنے ہی کو ملامت کریں۔ بلائے بغیر دعوت پر جانیوالا صاحب خانہ پر حکم چلانیوالا۔ دشمنوں کی بھلائی چاہنے والا۔ کمینوں سے کرم طلب کرنیوالا۔ دوم ہم کلام شخصوں میں بلا اجازت دخل دینے والا۔ حاکم کی توہین کرنیوالا۔ ایسی جگہ پر بیٹھنے والا جس کا وہ اہل نہیں۔ ایسے لوگوں سے بات کرنیوالا جو اسے سننے کو تیار نہیں۔

مرد عاقل کا کام

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ مرد عاقل کو صرف تین کاموں کیلئے تنہائی اختیار کرنی

چاہے۔اصلاح معاش کیلئے۔اصلاح معاد(آخرت) کیلئے۔جائز لذت وخوش طبعی کیلئے اور عقلمند انسان کیلئے دن رات میں چار وقت مخصوص ہونے چاہئیں کچھ ایسا وقت جس میں اپنے رب کے ساتھ مناجات اور عرض ومعروض کرے۔ کچھ ایسا وقت جس میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔ کچھ ایسا وقت جس میں اہل علم وتقویٰ کی صحبت میں جائے جو اخلاص وہمدردی کے ساتھ اس کی دینی رہنمائی کریں۔ اور کچھ ایسا وقت جو محض اپنی ذات کیلئے یعنی جائز لذات وزیبائش کیلئے ہو۔ اور مرد عاقل کو زیبا ہے کہ اپنے احوال پر نظر رکھے اپنے معاصرین سے غافل نہ رہے۔ اپنی زبان کی حفاظت رکھے۔

آداب کا بیان

آداب نفس کی اہمیت

حضرت عمر ابن خطابؓ کا فرمان ہے پہلے ادب سیکھو۔ پھر علم۔ ابوعبداللہ بلخیؒ فرماتے ہیں کہ آداب نفس آداب علم سے بڑھ کر ہیں اور آداب علم خود علم سے بھی زیادہ اہم ہیں۔عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایسے شخص کا ذکر آئے جسے اولین وآخرین کا علم عطا ہو۔ مگر وہ آداب نفس سے کورا ہو تو اس کی ملاقات میسر نہ آنے پر مجھے کبھی افسوس نہیں ہوا۔ اور جب کبھی سننے میں آتا ہے کہ فلاں شخص آداب نفس کا حامل ہے تو اس کی ملاقات کی تمنا اور شوق ہوتا ہے اور نہ مل سکنے پر افسوس ہوتا ہے۔

اسلام کی مثال

اسلام کی مثال اس شہر کی سی ہے جس کے پانچ قلعے ہوں۔ایک سونے کا قلعہ دوسرا چاندی کا تیسرا لوہے کا چوتھا پتھر اور چونے کا اور پانچواں کچی اینٹوں کا۔ جب تک دوسرے قلعوں والے کچی اینٹ والے قلعہ کا خیال اور دیکھ بھال رکھیں گے تو دشمن ان کی طرف بھی خیال نہ کر سکے گا۔اور جب وہ اس کچے قلعہ کی دیکھ بھال چھوڑ بیٹھیں گے تا آنکہ وہ خراب اور ویران ہو جائے

تو دشمن دوسرے اور تیسرے قلعہ کی طمع کرنے لگتا ہے۔ حتیٰ کہ تمام قلعے ویران ہو جاتے ہیں۔ ایسے ہی اسلام کے پانچ قلعے ہیں پہلا یقین کا۔ دوسرا اخلاص کا۔ تیسرا ادائے فرائض۔ چوتھا تکمیل سنن۔ اور پانچواں حفظ آداب کا جب تک آدمی آداب کی حفاظت اور نگرانی کرتا رہتا ہے شیطان اس سے مایوس رہتا ہے۔ جب یہ آداب چھوڑنے لگتا ہے تو شیطان سنتیں چھوڑانے کی فکر میں لگ جاتا ہے۔ پھر فرائض پھر اخلاص اور پھر یقین تک نوبت پہنچتی ہے۔

ف: لہٰذا انسان کو چاہیے کہ تمام امور میں انکے آداب کا لحاظ رکھے۔ مثلاً وضو میں نماز میں بلکہ تمام امور شرعیہ اور بیع وشرا اور رفاقت وغیرہ تمام چیزوں میں ان کے آداب کی رعایت ضروری ہے۔ ہم نے آئندہ باب میں ضروری آداب کا ذکر کیا ہے جس میں وضو اور نماز کے آداب سے آغاز کیا ہے۔

وضو کے آداب

بیت الخلا اور استنجاء کے آداب

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کسی کا وضو کرنے کا ارادہ ہو اور بیت الخلا جانا چاہے تو پہلے بایاں پاؤں اندر رکھے اور یہ پڑھے ﴿بہتر یہ ہے کہ باہر ہی پڑھ لے داخل ہو جائے تو دل میں تصور کرے﴾ **بسم اللہ اللھم انی اعوذبک من الرجس النجس الخبیث المخبث من الشیطان الرجیم** (اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں گندگی سے نجاست سے پرلے درجے کے خبیث شیطان مردود سے)۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ درختوں کے یہ جھنڈ آنے جانے کی جگہیں ہیں جہاں جنات کی آمدورفت رہتی ہے جب قضائے حاجت کیلئے کوئی شخص ایسی جگہ آئے۔ تو اسے شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیے۔ اور دائیں ہاتھ سے استنجا کرنا مکروہ ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اور دائیں ہاتھ کو پاکیزہ امور کیلئے مقرر فرمایا ہے۔ اور بائیں ہاتھ کو نجاستوں کیلئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا بایاں ہاتھ

استنجاوغیرہ کیلئے اوردایاں کھانے وغیرہ کیلئے تھا۔حضرت حفصہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کادایاں ہاتھ کھانے پینے کیلئے لباس اورنماز کے علاوہ دیگر پاکیزہ امور کیلئے ہوتا تھا اوردیگر امور کیلئے بایاں ہوتا تھا۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات عام مشہور تھی کہ آدمی کا دایاں ہاتھ کھانے پینے کیلئے ہےاور بایاں استنجے کیلئے ہےاورناک صاف کرنے کیلئے۔

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ روایات کے پیش نظر ہم اس بات کے قائل ہیں کہ دائیں ہاتھ سے استنجا نہ کرنا چاہیےاورنہ ناک صاف کرے۔ہاں کوئی عذر ہوتو الگ بات ہے۔اور یہ بھی مناسب نہیں کہ سورج یا چاند کے رخ اپنا ستر کھولے۔اورنہ قبلہ کی طرف رخ کرے ہاں اگر بیت الخلا کا رخ ہی قبلہ کی جانب ہےتواور بات ہے (تاہم) رخ بدلنے کی کوشش کرے۔۱۲مترجم)۔

یہ بھی مناسب نہیں کہ قضائے حاجت کے دوران بات چیت کی جائے۔کیونکہ اس وقت ملائکہ اس سے الگ ہوتے ہیں یہ بات کرے گا تو لکھنے کیلئے مجبوراً انہیں قریب آنا ہوگا۔ اورآدمی کو پیشاب سے بھی بہت بچنا چاہیے۔رسول اللہ ﷺ کاارشاد مبارک ہے جہاں تک ہوسکے پیشاب سے بچنے کی بہت کوشش کروکہ عذاب قبرعموماً اسی وجہ سے ہوتا ہے۔

قضائے حاجت کیلئے بیٹھتے وقت جب تک زمین کے قریب نہ پہنچ جائے کپڑا نہیں اٹھانا چاہیے حتی الامکان پردہ کی پوری کوشش کرے آنحضرت ﷺ کا یہی ارشاد ہے۔عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ اگر وہاں کوئی بھی نہ ہوارشادفرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے شرم کرنا تواوربھی ضروری ہے۔پھرتیرے ساتھ تیرے رفقاءفرشتے بھی توہوتے ہیں جو تجھے کبھی ایذانہیں دیتے تو تیرے لئے ان کوایذاپہنچانا کب زیبا ہے۔

بیت الخلاء سے نکلتے وقت دایاں پاؤں پہلے نکالواوریہ پڑھو: **الحمد للہ الذی اخرج عنی مایؤذینی وامسک علی ماینفعنی** (تمام تعریفیں اس ذات باری کیلئے ہیں جس نے مضرمادہ کومیرے بدن سے نکال دیااورمفیداجزاءکومیرے بدن میں باقی رکھا)۔

آداب وضو

وضو کرنے لگو تو کہو الحمد للّٰہ الذی جعل الماء طھورًا (تمام تعریفیں اس پاک ذات کیلئے ہیں جس نے پانی کو طہارت کا ذریعہ بنایا۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو کوئی وضو کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہے۔ اس کا وضو کامل اور بدن پاک ہو جاتا ہے۔ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتا نہ اس کا وضو کامل ہوتا ہے نہ جسم پاک۔ آدمی جب استنجا کرتا ہے تو مستحب ہے کہ فارغ ہو کر اپنا ہاتھ دیوار یا زمین پر مار کر دھوئے۔ تا کہ نجاست کا اثر جاتا رہے۔ اور ایسا کرنا سنت بھی ہے۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں۔ اور جو بسم اللہ نہیں پڑھتا اس کا وضو نہیں۔ وضو کرنے والے کیلئے مستحب ہے کہ اپنی انگلیوں کا خلال کرے اور ایڑیوں کو اچھی طرح سے تر کرے کہ ان کے بارے میں سخت وعید آئی ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ خشک ایڑیوں کو دوزخ کا عذاب ہوگا اور حضرت ابوایوب انصاریؓ آپ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ خلال کرنے والے لوگ کیا خوب ہیں عرض کیا گیا خلال کرنے والوں سے کون مراد ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ جو کھانے کے بعد دانتوں کا اور وضو میں انگلیوں کا خلال کرتے ہیں۔

وضو کے بعد کی دعا

وضو سے فارغ ہو کر یہ پڑھنا مستحب ہے سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ (اے اللہ میں تیری حمد و ثنا کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تیری بخشش چاہتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ تیرے بندے اور رسول ہیں) اس بارے میں بہت فضیلت آئی ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ وضو سے فارغ ہو کر یہ پڑھنا چاہئے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، اس کے بعد درود شریف پڑھے ایسا کرنے سے رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

اپنا وضو پوری توجہ سے کرنا چاہیے اس دوران کوئی فضول کلام نہ کرے کیونکہ وہ اس عمل کے ذریعہ اپنے خدائے عزوجل کی زیارت کیلئے تیاری کر رہا ہے۔

مسجد میں داخل ہونے کی دعا

مسجد میں داخل ہوتے وقت پوری تعظیم کے ساتھ دایاں پاؤں اندر رکھ کر داخل ہونا چاہئے اور یہ پڑھے: **بسم اللّٰہ اللھم افتح لی ابواب رحمتک واغفرلی ذنوبی واغلق عنی ابواب سخطک** (میں اللہ کے نام سے داخل ہوتا ہوں اے اللہ اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور میرے گناہوں کی مغفرت فرما۔ اور اپنی ناراضگی کے دروازے مجھ پر بند فرما)۔

خشوع

لائق ہے کہ اپنی نمازوں میں خوب عاجزی اختیار کرو کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے **قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خَاشِعُوْنَ** ۔(بالتحقیق ان مؤمنوں نے فلاح پائی جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں)۔اور دائیں بائیں التفات نہ کرے کہ وہ عظیم بادشاہ کی عظیم بارگاہ میں حاضر ہے۔ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کی نماز کی تعریف فرمائی اور فرمایا کہ دیکھو اس کی نگاہ سجدہ کی جگہ سے ادھر ادھر نہیں ہوتی [۱]۔ اور نماز شروع کرتے وقت نیت کا دھیان کرنا چاہئے کہ میں کونسی نماز پڑھنے لگا ہوں۔ کیونکہ نیت کے بغیر نماز نہیں ہوتی ۔نماز سے فارغ ہوکر اپنے لئے اپنے والدین کیلئے تمام مؤمنین مردوں اور عورتوں کیلئے دعا مانگے۔

مسجد کے آداب

مسجد کے تعظیم کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ **فی بیوت اذن اللّٰہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ** (وہ ایسے گھروں میں ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے اور ان میں اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے) اور حضور ﷺ نے مساجد میں خرید وفروخت

۱﴿ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کسی صحابی کا نام نہیں دیکھا۔ واللہ اعلم ۔محمد یوسف﴾

سے آوازیں بلند کرنے اور شور کرنے سے منع فرمایا ہے نیز مساجد میں لغو کلام شعر خوانی اور جھگڑا کرنا ممنوع ہے۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت اپنے جوتے اور موزے کو اچھی طرح سے دیکھ لینا چاہئے مبادا نجاست لگی ہو۔

نیند کے آداب

باوضو سونا

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب سونے کا ارادہ کرے تو بہتر یہ ہے کہ باوضو سوئے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص طہارت کی حالت میں سوتا ہے ایک فرشتہ اس کے ساتھ رات گزارتا ہے۔ اسے رات میں ایک گھڑی کیلئے بھی جاگ آتی ہے تو دعا کرتا ہے۔ اے اللہ اپنے فلاں بندے کی مغفرت فرما کہ اس نے طہارت کی حالت میں رات بسر کی ہے۔ اگر ہو سکے تو انسان کو ہمہ وقت باوضو رہنا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت انس بن مالکؓ سے ارشاد فرمایا کہ اگر تجھے بحالت وضو موت آئی تو شہادت کی فضیلت سے کم نہیں۔ اور ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اے موسیٰ اگر تجھے کوئی آفت آجائے جبکہ تیرا وضو نہیں ہے۔ تو اپنے نفس کو ہی ملامت کرنا چاہئے۔ اور مشہور ہے کہ اہل ایمان کی روحیں نیند کے وقت آسمان کی طرف جاتی ہیں۔ جو طاہر ہوتی ہیں انہیں سجدہ کی اجازت عطا ہوتی ہے اور جو طہارت کی حالت میں نہ ہوں، انہیں سجدہ کی اجازت نہیں ملتی۔

سونے کا طریقہ اور دعائیں

بہتر یہ ہے کہ سوتے وقت دائیں کروٹ پر قبلہ رو لیٹے۔ پھر اگر کروٹ بدلنا چاہے تو بدل لے۔ اور لیٹے وقت یہ دعا پڑھنا مستحب ہے بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ (اس ذات کے نام کی برکت کے ساتھ لیٹنے لگا ہوں جس کے نام کی برکت کے ہوتے ہوئے زمین و آسمان کی کوئی چیز نقصان نہیں دے سکتی اور وہی سننے والا جاننے والا ہے)۔ اس کے علاوہ جو چاہے دعائیں پڑھ سکتا ہے۔

سو کر اٹھنے کی دعا

سو کر اٹھتے وقت یہ دعا پڑھنا مستحب ہے **الحمدللہ الذی احیانی بعد ما اماتنی و الیہ النشور** (تمام تعریفیں اس ذات کیلئے ہیں جس نے مجھے موت کے بعد حیات بخشی اور اسی کی طرف ہمارا حشر ہونے والا ہے۔ یہ دعا پڑھ لینے سے رات بھر کا شکر ادا ہو جاتا ہے۔

گھر میں داخل ہونے اور نکلنے کا طریقہ

اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت بھی دایاں پاؤں پہلے رکھنا مستحب ہے اور نکلتے وقت بایاں پہلے نکالنا مسلمان کو زیبا ہے کہ ہر نقل و حرکت کے وقت بسم اللہ پڑھنے کا عادی بنائے۔ اور جب بھی کسی کام سے فارغ ہو تو الحمدللہ کہے اس سے قلب میں لذت ایمانی اترتی ہے۔

صبح اور شام کے وقت سونا

شروع دن میں اور مغرب عشاء کے درمیان سونا مکروہ ہے اور دوپہر کو مستحب ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے کسی لڑکے کو صبح میں سوتے دیکھا اسے پاؤں کی ٹھوکر مارتے ہوئے فرمایا اٹھ جا تجھے سونا نصیب نہ ہو کیا تو ایسے وقت میں سو رہا ہے جبکہ رزق تقسیم ہوتے ہیں کیا تو نے نہیں سنا کہ یہ وہی نیند ہے جس کے متعلق اہل عرب کہا کرتے ہیں کہ اس سے کراہت، سستی، بوڑھاپا اور ضروریات کا نسیان پیدا ہوتا ہے۔ پھر فرمایا نیند کی تین قسمیں ہیں ایک نومۃ الخلق دوسری نومۃ الخرق تیسری نومۃ الحمق۔ پہلی نیند دوپہر والی ہے کہ حسن اور مسنون عادت ہے دوسری چاشت کے وقت کی کہ یہ سونے والے کی عقل میں کمی کی علامت ہے الخرق کم عقلی کو کہتے ہیں تیسری دن کے آخری حصے کی کہ اس وقت احمق سوتا ہے یا بے ہوش یا مریض۔

کھانے کے آداب

کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا مستحب ہے کہ

اس میں برکت ہے حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے توریت میں پڑھا تھا کہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا برکت کا عمل ہے۔ میں نے اس کا تذکرہ حضور ﷺ کی خدمت میں کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کھانے سے قبل اور بعد ہاتھ دھونا باعث برکت ہے۔

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کھانا تیز گرم نہ کھانا چاہئے۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ کھانے کو ٹھنڈا کرلیا کرو کہ گرم کھانا برکت والا نہیں ہوتا۔

کھانے کو سونگھنا

کھانے کو سونگھا نہ کرو کہ یہ چوپایوں کی عادت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ کھانے کو درندوں کی طرح مت سونگھا کرو۔ نیز کھانے پینے کی چیز پر پھونک بھی مت مارو کہ یہ ادب کے خلاف ہے۔ حضرت ابن عباسؓ آنحضرت ﷺ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے برتن میں پھونک مارنے اور سانس لینے سے منع فرمایا ہے۔

بسم اللہ پڑھ کر کھانا

کھانے لگو تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھو۔ اور کھانا رزق حلال سے ہونا چاہئے۔ کہتے ہیں کہ جس کا کھانا حرام کمائی کا ہو۔ وہ کھانے کے وقت جب بسم اللہ پڑھتا ہے تو شیطان کہتا ہے بالکل نہیں اس کمائی کے وقت میں تیرے ساتھ تھا لہٰذا اب بھی تجھ سے جدا نہیں ہونگا۔ بلکہ شریک رہونگا۔ اور اگر حلال کمائی کا کھانا ہو تو بسم اللہ پڑھتے ہی شیطان بھاگ جاتا ہے اور نہ پڑھے تو شریک رہتا ہے یہی مضمون اس آیت میں ہے۔ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ (اور ان کے مال اور اولاد میں اپنا ساجھا کرلینا)۔

بسم اللہ پڑھ کر دائیں ہاتھ سے کھانا

بسم اللہ ذرا بلند آواز سے پڑھو تاکہ ساتھ والے بھی سیکھ لیں۔ آنحضرت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ کھانا کھانے لگو تو اللہ کا نام لینا چاہئے۔ اور دائیں ہاتھ کے ساتھ اپنے سامنے سے کھائے اور درمیان کے بالائی حصے سے مت کھاؤ۔ کہ وہاں سے برکت نازل ہوتی ہے اور بائیں

ہاتھ سے نہیں کھانا چاہئے۔ کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے اور جب کھانا سامنے رکھ دیا جائے تو (فارغ ہو کر بھی) جب تک کھانا نہ اٹھالیا جائے مت اٹھو۔ اور مل کر کھایا کرو اس میں برکت ہوتی ہے۔ یہ سب باتیں حضور ﷺ کی بتائی ہوئی ہیں۔

حضرت عائشہؓ آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی نقل کرتی ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھانے لگے تو اول بسم اللہ پڑھے اگر بھول جائے تو یاد آنے پر بسم اللہ اولہ وآخرہٗ پڑھے اور جو شخص ہر لقمہ پر بسم اللہ کہتا ہے قیامت کو اس کے کھانے کا حساب نہ لیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے کھانا کھانے لگتا ہے تو شیطان بھی اسکے ساتھ کھانے لگتا ہے۔ اگر وہ آدمی یاد آنے پر بسم اللہ پڑھ لے تو شیطان کھانے سے رک جاتا ہے۔ اور پہلا کھایا ہوا قے کر دیتا ہے۔ اور از سر نو کھانے کی فکر میں ہو جاتا ہے۔

دائیں ہاتھ سے کھانا سنت ہے۔ ایاس بن سلمہ اپنے والد حضرت سلمہؓ بن اکوع سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اشجع قبیلہ کے ایک شخص کو بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھا تو ارشاد فرمایا دائیں ہاتھ سے کھاؤ اس شخص نے جواباً کہا کہ میں کھا نہیں سکتا۔ آپ نے پھر فرمایا دائیں سے کھاؤ اس نے پھر وہی جواب دیا کہ میں نہیں کھا سکتا آپ نے فرمایا تو نہ ہی کھا سکے گا۔ چنانچہ اس کے بعد اس کا دایاں ہاتھ منہ تک نہ اٹھ سکتا تھا۔

کھانے کا سنت طریقہ اور انگلیاں چاٹنا

یہ بھی سنت ہے کہ کھانا درمیان سے نہ کھایا جائے۔ حضرت ابن عباسؓ آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ برکت کھانے کے وسط (درمیان) میں نازل ہوتی ہے۔ لہٰذا درمیان کو چھوڑ کر اطراف سے کھانا چاہئے۔

حضرت حسن حضور ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ کھانا اوپر کے حصہ سے مت کھاؤ کہ برکت اوپر سے نازل ہوتی ہے۔ اگر یہ شبہ ہو کہ حضرت ابن عباسؓ کے متعلق منقول ہے کہ

انہوں نے درمیان سے کھاتے ہوئے فرمایا کہ میں برکت والا حصہ کھانا چاہتا ہوں لہٰذا اسے نہیں چھوڑوں گا تو جواب یہ ہے کہ ممکن ہے آپ نے اطراف سے کھالینے کے بعد ایسا کیا ہو اور یہ بھی سنت ہے کہ رومال کے ساتھ صاف کرنے سے پہلے اپنی انگلیاں چاٹ لے اور ایسا نہ کرنا متکبر عجمیوں کی عادت ہے۔ اور ایسے ہی برتن کو چاٹنا (یا) انگلیوں سے صاف کرنا) بھی سنت ہے۔ کہتے ہیں کہ برتن اپنے چاٹنے والے کیلئے استغفار کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ان لوگوں پر رحمت بھیجتے ہیں جو اپنی انگلیاں چاٹتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ کوئی شخص کھانا کھا کر جب تک انگلیاں نہ چاٹ لے رومال سے ہاتھ صاف نہ کرے۔ اور حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ رکابی اور پیالے کو چاٹ کر صاف کیا کرو۔ عبداللہ بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ کو دیکھا کہ کھانے کے بعد اپنی تین انگلیوں کو چاٹتے تھے۔ حضرت جابر آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ کھانا کھا کر جب تک انگلیوں کو نہ چاٹ لو رومال سے ہاتھ صاف مت کرو کیا معلوم کس حصہ میں برکت ہے۔

دستر خوان کے ریزے:

اور یہ بھی سنت ہے کہ دستر خواں پر جو ذرات گر جائیں انہیں بھی کھالے۔ حجاج سلمٰی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دستر خواں کے گرے پڑے ذرات کھالیتا ہے۔ وہ ہمیشہ رزق کی فراخی میں رہتا ہے۔ اور اس نے اپنا اپنی اولاد کا اور اولاد کی اولاد کا حق ادا کر دیا۔

حضرت جابرؓ حضور ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جب کسی کا لقمہ گر جائے تو اٹھا کر مٹی وغیرہ صاف کر کے کھالینا چاہئے شیطان کیلئے نہ چھوڑ دینا چاہیے۔

ایک طباق میں پھل اس کے چھلکے اور گٹھلی کو جمع کرنا

حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک طباق میں کھجور اور گٹھلیوں کو جمع کرنے سے منع فرمایا ہے اور یہ بھی سنت ہے کہ ایک ہی طباق میں پھل اور چھلکوں کو جمع نہ کیا جائے۔ اور کھانے سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کہنا بھی سنت ہے۔

کھانا چار چیزوں سے مکمل ہوتا ہے

آنحضرت ﷺ کا مبارک ارشاد ہے کہ کھانا چار چیزوں سے ہر طرح سے مکمل ہو جاتا ہے ا، حلال کمائی کا ہو۔ ۲، کھاتے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ ۳ مل کر کھایا گیا ہو۔ ۴، فراغت پر اللہ کی حمد کی گئی ہو۔ الحمد للہ بلند آواز سے نہیں کہنا چاہئے ہاں اگر دوسرے ساتھی پہلے سے فارغ ہو چکے ہوں تو مضائقہ نہیں۔ ورنہ اس کے اونچا الحمد پڑھنے میں دوسروں کو روکنے کی صورت پائی جاتی ہے۔

کھانے کے مستحبات

مستحب یہ ہے کہ نمکین کھانے سے ابتدا اور اسی پر انتہا ہو۔ کہ یہ سنت ہے اور کہتے ہیں کہ اس میں ستر بیماریوں سے شفا ہوتی ہے نیز مستحب ہے کہ اپنے قریب سے کھائے اور اکھٹے مل کر کھانا تنہا کھانے سے افضل ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اکٹھے مل کر کھایا کرو۔ اس سے اللہ تعالیٰ برکت نازل فرماتے ہیں۔

روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ بدترین شخص ہے جو اکیلا کھاتا ہے اپنے غلام کو مارتا ہے اور اپنے منافع کو روک رکھتا ہے مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ کو وہ کھانا بہت پسند ہے جس میں زیادہ ہاتھ پڑتے ہیں۔

کم کھانا اور اس کے فائدے

اور اتنا زیادہ کھانا مکروہ ہے جس سے پیٹ بالکل بھر جائے اور ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ آدم زاد پیٹ سے بدتر کسی برتن کو نہیں بھرتا۔ اور روایت میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ آدم زاد کو چند لقمے کافی ہیں جو اس کی کمر سیدھی رکھ سکیں۔ اگر ضرور کھانا ہی ہے تو ایک تہائی کھانے کیلئے ایک تہائی پانی کیلئے اور ایک تہائی سانس کیلئے رکھے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ہر بیماری زیادہ کھانے سے آتی ہے۔ اور ہر علاج میں کم کھانے کو دخل ہے۔ اور کہتے ہیں کہ کم کھانے میں بہت سے فائدے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

ا، آدمی جسمانی طور پر تندرست رہتا ہے۔ ۲، حافظہ بہت عمدہ سمجھ نہایت تیز ہوتی ہے۔

۳، نیند کم آتی ہے۔ ۴، طبیعت ہلکی پھلکی رہتی ہے۔ اور زیادہ کھانے سے بدہضمی ہوجاتی ہے۔ جس سے طرح طرح کے امراض پیدا ہوتے ہیں۔ مشہور ہے کم کھانے سے کوئی بیماری پیدا ہو تو معمولی علاج بھی کافی ہوجاتا ہے۔ اور زیادہ کھانے سے پیدا ہونیوالی بیماری کو بہت کچھ محنت درکار ہوتی ہے۔ تب کہیں صحت ہوتی ہے۔

مبغوض آدمی

بعض حکماء کا مقولہ ہے کہ تین قسم کے شخصوں کو لوگ مبغوض جانتے ہیں گو ان سے کوئی بھی ایذا نہ پہنچے۔ ا، بخیل ۔ ۲، متکبر ۳، زیادہ کھانے والا۔

دعوت قبول کرنا

دعوت قبول کرنے اور نہ کرنیکی صورتیں

ا۔ فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دعوت ولیمہ جبکہ حلال کمائی سے ہو۔ اور وہاں پر کوئی معصیت وغیرہ بھی نہ ہو تو قبول کرنے میں حرج نہیں۔

۲۔ صاحب دعوت کا مال اگر حرام کا ہو یا وہ اعلانیہ فسق و فجور کرتا ہو تو دعوت قبول مت کرو تاکہ معلوم ہوجائے کہ تمہیں اس کا فسق پسند نہیں۔ اور اگر دعوت پر پہنچ کر کسی ناجائز کام کا پتہ چلے تو انہیں روکنا چاہئے۔ نہ رکیں تو واپس چلے آؤ۔ کیونکہ یوں بیٹھے رہنے سے ممکن ہے وہ لوگ تمہاری رضامندی سمجھنے لگیں۔ اور حضرت انسؓ آنحضرت ﷺ کا ارشاد پاک نقل کرتے ہیں کہ جو شخص کسی قوم کی مشابہت کرتا ہے وہ انہی میں شمار ہوتا ہے۔

۳۔ اور بعض حضرات کا کہنا ہے کہ دعوت قبول کرنا واجب ہے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ جو شخص دعوت قبول نہیں کرتا۔ وہ ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے۔ اور اکثر علماء حضرات فرماتے ہیں کہ واجب تو نہیں البتہ سنت مؤکدہ ہے۔ ۴، اور بہتر یہ ہے کہ اگر دعوت ولیمہ پر امیر غریب ہر کسی کو بلا امتیاز بلایا گیا ہو تو قبول

کر لے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد عالی ہے کہ مجھے اگر کسی جانور کے پائے یا پنڈلی کی نلی پر دعوت دی جائے یا اسکا ہدیہ دیا جائے تو میں قبول کروں گا۔

۵۔ جس روایت میں یہ گزرا ہے کہ جو دعوت قبول نہیں کرتا وہ ابوالقاسم ﷺ کا نافرمان ہے۔اس کا پس منظر یہ ہے کہ جن لوگوں میں اسلام سے قبل عداوت تھی ۔دعوت قبول کرنے میں وہ الفت ومحبت سے بدل سکتی تھی۔ اور نہ قبول کرنے میں مزید بڑھ جاتی۔اس لئے قبول کرنا لازم قرار دیا۔اور جہاں یہ صورت نہ ہو وہاں اختیار ہے قبول کرے یا نہ کرے۔تاہم قبول کر لینا افضل ہے کہ قبول کر لینے میں ایک مومن کو دلی مسرت حاصل ہوگی کسی دانا کے دو شعر ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے کہ جو کوئی ہمیں دعوت پر بلائے۔اور ہم انکار کر دیں تو اس کو ہم پر فضیلت حاصل ہو جاتی ہے اگر ہم دعوت قبول کرلیں تو فضیلت ہماری طرف لوٹ آئے گی۔

نوٹ: اگر تم کسی کی دعوت قبول کرلو تو وہاں پہنچنا بھی ضروری ہے ہاں کوئی عذر قوی ہو تو الگ بات ہے کیونکہ قبول کر لینے کے بعد نہ پہنچنا وعدہ خلافی کے علاوہ بے رخی بھی ہے۔

روزہ کی صورت میں دعوت کا قبول کرنا

اگر کوئی شخص دعوت کرتا ہے اور تو روزے سے ہے تو اسے مطلع کر دے اگر پھر بھی وہ شرکت پر اصرار کرے تو مان لے اور موقعہ پر پہنچ جا۔اگر روزہ نفلی ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ صاحب دعوت کو گراں نہیں گزرے گا تو روزہ نہیں چھوڑنا چاہئے۔اور اگر محسوس ہو رہا ہے کہ نہ کھانے سے گرانی ہوگی تو اختیار ہے خواہ روزہ پورا کرے یا افطار کرے اور بعد میں قضا کرے اور یہی بہتر ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ راوی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی آپ کے صحابہ سمیت دعوت کی ان میں ایک صحابی روزہ سے تھا۔آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا روزہ چھوڑ کر اپنے بھائی کی دعوت قبول کرلے۔اور اس کے عوض ایک روزہ قضا رکھ لینا اور ایک روایت میں آپ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے اگر کسی کی دعوت ہو۔تو اسے قبول کرلے پھر اگر روزہ دار نہیں ہے تو کھالے اور اگر روزہ دار ہے تو اس کیلئے برکت کی دعا کر دے۔

روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کو کھانے کی دعوت دی گئی۔ آپ اہل مجلس کے ساتھ بیٹھ گئے کھانا چنا گیا تو ہاتھ بڑھاتے ہوئے فرمایا لو بھئی بسم اللہ کرو اور پھر اپنا ہاتھ کھینچتے ہوئے فرمانے لگے کہ میرا تو روزہ ہے۔

مہمانی کے آداب

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مہمان کو وہاں بیٹھنا چاہیئے جہاں میزبان بٹھائے۔ کیونکہ صاحب خانہ اپنے امور خانہ سے واقف ہوتا ہے کسی کو کیا معلوم۔

مہمان پر چار چیزیں لازم ہیں

کہتے ہیں کہ مہمان پر چار چیزیں لازم ہیں پہلی یہ کہ جہاں بیٹھایا جائے وہاں بیٹھے۔ دوسری یہ کہ جو چیز پیش کی جائے اس پر راضی ہو۔ تیسری یہ کہ صاحب خانہ کی اجازت کے بغیر اٹھ کر نہ جائے۔ چوتھی یہ کہ فارغ ہوکر اپنے میزبان کیلئے دعا کرے۔

آنحضرت ﷺ فراغت کے بعد لوٹنے لگتے تو یہ دعا پڑھتے۔ **افطر عندکم الصائمون واکل طعامکم الابرار وصلت علیکم الملئکة ونزلت علیکم الرحمة**۔ اللہ کرے تمہارے ہاں روزہ دار لوگ افطار کیا کریں نیک لوگوں کو تمہارا کھانا نصیب ہو فرشتے تمہارے لئے استغفار کرتے رہیں اور تم پر اللہ کی رحمت نازل ہو۔

مہمان کیلئے ہدایات

۱۔ مناسب یہ ہے کہ مہمان میزبان سے نمک [1] یا پانی کے سوا کسی اور چیز کا مطالبہ نہ کرے۔ اور نہ ہی کھانے میں کوئی عیب چینی کرے۔ جو ملے کھا کر حمد و شکر کرے یہی ادب ہے۔

۲۔ مثل مشہور ہے کہ مہمان کو اپنی مرغوب و پسند کے مطالبہ کا حق نہیں۔ اس کا حق تو اسی میں ہے جو اس کے سامنے آئے۔

---

[1] ﴿اگر کھانے میں نمک کم ہو تو حتی الوسع نمک کا مطالبہ بھی نہ کرے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ گھر میں پسا ہوا نمک نہیں ہوتا تو صاحب خانہ کو تشویش ہوتی ہے۔ محمد یوسف﴾

۳۔ اگر دستر خوان پر اپنے سے بڑا شخص موجود ہو تو اس سے پہلے شروع نہ کرے۔ مشہور ہے کہ صدارت سلطان کو زیبا ہے۔ اور ابتدا بڑی عمر والے کو۔

دعوت کا معیار

کہتے ہیں کہ کسی دانا کو دعوت پر بلایا گیا۔ کہا تین شرطیں ہیں ایک تو یہ کہ تکلف نہیں کرے گا۔ دوسری یہ کہ خیانت نہیں کرے گا۔ تیسری یہ کہ ظلم نہیں کریگا پوچھا کہ تکلف کیا ہے کہا یہ کہ تو ایسی چیز کیلئے مشقت اٹھائے جو تیرے پاس نہیں۔ پوچھا خیانت کیا ہے۔ کہا یہ کہ تو ایسی چیز میں بخل کرے جو تیرے پاس موجود ہے۔ اور مہمان کو پیش نہیں کرتا۔ پوچھا ظلم کیا ہے۔ کہا یہ کہ سب کچھ مہمان کو کھلا دے اور اہل وعیال کو محروم رکھے۔

میزبان کیلئے ہدایات

اور اس دانا نے کہا کہ جب کھانے پر کئی لوگوں کو بلایا جائے اگر وہ تھوڑے ہیں تو ساتھ بیٹھ جانے میں کوئی حرج نہیں۔ دستر خوان پر ان کی خدمت کرتے رہو کہ یہ بھی مروت کی ایک صورت ہے۔

۲۔ اگر لوگ زیادہ ہیں تو ان کے ساتھ مت بیٹھو بلکہ ان کی خدمت میں لگو کہ مہمان کا اکرام یہ ہے کہ اپنے ہاتھ سے اس کی خدمت کی جائے پھر قرآن کریم کی آیت پڑھی۔ عَنْ ضَيْفِ اِبْرَاهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ۔ اور فرمایا کہ مہمانوں کے اکرام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام خود ان کی خدمت بجالاتے۔

۳۔ میزبان کو چاہیے کہ کھاتے وقت مہمانوں کو ترغیب کے طور پر کبھی کھایئے وغیرہ کہہ دے تاہم شدید تقاضا نہ کرے۔ کہ گھوڑا سیٹی بجائے بغیر پانی پی لیتا ہے۔ اور سیٹی بجانے سے خوب پیتا ہے اور اونٹ یوں تو حدی کے بغیر بھی چلتا ہے مگر حدی پڑھنے سے خوب چلنے لگتا ہے۔ ایسے ہی اگر مہمان کو کھایئے وغیرہ کہہ دیں تو اس کا کھانا خوشگوار ہو جاتا ہے اور شدید تقاضا کرنا اچھا نہیں۔

۴۔ اور مہمانوں کے پاس بالکل خاموش اور گونگا بنے رہنا بھی ٹھیک نہیں۔ اس سے انہیں وحشت ہوتی ہے اور نہ ہی ان سے الگ ہونا چاہیئے کہ اس میں بے رخی پائی جاتی ہے۔

۵۔ مہمانوں کے سامنے خادم کو ڈانٹ ڈپٹ نہیں کرنی چاہیے۔ مشہور ہے کہ مہمان کی

بہترین مہمانی اور اعلیٰ اکرام خندہ پیشانی اور اچھی گفتگو ہے۔

۶۔ مہمانوں کے ساتھ کسی ایسے شخص کو بیٹھا دینا مناسب نہیں جو ان کیلئے گرانیِ طبع کا باعث بنے کہ اس سے کھانے کا مزہ جاتا رہتا ہے۔

۷۔ کھانے سے فارغ ہونے پر مہمان اگر اجازت چاہیں تو انہیں روکنا نہیں چاہئے اس سے بھی گرانی ہو جاتی ہے۔

اپنے بھائی کا اکرام

محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ اپنے بھائی کا ایسا اکرام نہ کرو جو اسے پسند نہ ہو۔ اس پر ایک قصہ سنایا کہ کسی دانا کی ایک آدمی نے دعوت کی۔ یہ کہنے لگے کہ تین شرطوں کے ساتھ منظور ہے۔ ایک تو یہ کہ مجھے زہر نہیں کھلائیگا۔ دوسرے یہ کہ میرے ساتھ کسی ایسے شخص کو نہیں بٹھائیگا جو تجھے تو پسند ہو اور مجھے ناپسند۔ اور تیسری یہ کہ مجھے جیل میں قید نہیں کریگا۔ اس نے کہا بہت اچھا وہ تشریف لائے تو ایک چھوٹا سا بچہ ساتھ بٹھا دیا جب کھانا سامنے رکھ دیا اور وہ فارغ ہو گئے تو مزید کھانے پر اصرار کرنے لگا جب لوٹنے لگے تو گھڑی بھر اور ٹھہرنے کا تقاضہ کیا۔ دانا نے کہا کہ تو نے تمام شرطیں توڑ ڈالیں۔

نوٹ: جب دعوت میں کچھ لوگ پہلے پہنچ جائیں اور باقی سستی دکھائیں تو آنے والوں کا حق ہے کہ انہیں پہلے فارغ کر دیا جائے کہتے ہیں کہ تین چیزیں سل پیدا کرتی ہیں۔ سست رفتار قاصد اور مدھم روشنی والا چراغ۔ اور ایسا کھانا جس پر کسی کا انتظار کرنا پڑے۔

کھانے سے پہلے اور بعد ہاتھ دھلانا

میزبان کو چاہیے کھانا لانے سے پہلے پانی لائے تا کہ ہاتھ دھولیں۔ اور کھانے سے پہلے ہاتھ دھلانے میں قیاس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ آخر مجلس سے شروع کرے اور صدر مجلس کے ہاتھ آخر میں دھلائے۔ کیونکہ ایسا نہ کیا تو انہیں کھانے اور کسی چیز کے چھونے سے رکنا پڑے گا۔ لہذا بہتر ہے کہ ان کے ہاتھ بعد میں دھلائے جائیں۔ یوں کہا جاتا ہے کہ پہلے شخص کے دھوئے ہوئے

ہاتھ تو پرانے ہو جاتے ہیں۔لہٰذا یہ صورت حال چھوٹے لوگوں کے مناسب ہے اور آخر میں ہاتھ دھونا گویا کھانے کی اجازت ہوتی ہے۔اور یہ بڑوں کے ہی لائق ہے۔لیکن اب بڑوں سے ابتدا کرنا اچھا سمجھا جاتا ہے۔لہٰذا کھانے سے پہلے اگر ابتداء میں صدر مجلس کے ہاتھ دھلا دیئے جائیں تو مضائقہ نہیں اور کھانے سے قبل ہاتھ دھو کر چاہئے تو یہ کہ تولیہ وغیرہ سے صاف نہ کئے جائیں کیونکہ دوسری چیزوں کو چھونے اور مس کرنے کی وجہ سے ہی تو ہاتھ دھوئے جاتے ہیں تو دھونے کے بعد کسی چیز کو نہ چھونا چاہئے لیکن اب تولیہ وغیرہ کا استعمال پسند کیا جانے لگا ہے لہٰذا حرج نہیں۔

اور کھانے کے بعد ہاتھ دھوتے وقت بعض لوگ ہر مرتبہ مستعمل پانی کو برتن سے گرانا مکروہ سمجھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے مروی ہے کہ لگن کو بھر لیا کرو مجوس کی مشابہت مت اختیار کرو۔ایک حدیث یہ ہے کہ اپنے ہاتھوں کا مستعمل پانی جمع کر لیا کرو تمہاری پریشانیاں ختم ہونگی کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہر بار برتن انڈیل دینا عجمی طریقہ ہے۔اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ اچھا ہے۔کہ بعض دفعہ چکناہٹ کے چھینٹے لگن سے اڑ کر کپڑوں کو خراب کر دیتے ہیں۔اور یہ بھی ہے کہ پہلے زمانہ میں کھانا عموماً روٹی اور کھجور یا ایسی چیز ہوتی تھی جس میں چکناہٹ بہت کم ہوتی ہے۔اور آج جبکہ رنگا رنگ کے مرغن کھانوں سے ہاتھ چکنے ہو جاتے ہیں تو مستعمل پانی گرا دینے میں کوئی حرج نہیں جیسے مناسب حال ہو کر سکتے ہیں۔

ھدایت: ۱۔دستر خوان پر دوسرے شخص کے لقمہ کو دیکھنا اچھا نہیں بلکہ ادب کے خلاف ہے۔

۲۔ مہمان کو یہ بھی مناسب نہیں کہ بار بار اس جگہ کی طرف دیکھتا رہے جہاں سے کھانا آ رہا ہے کہ لوگ اسے معیوب جانتے ہیں۔

خلال کا بیان

خلال کے بارے میں ہدایات

ابن سیرین راوی ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ خلال کا حکم فرمایا کرتے اور ارشاد فرماتے کہ خلال نہ کرنے سے داڑھیں کمزور ہو جاتی ہیں۔

حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ دھوپ کے گرم پانی سے غسل مت کرو اس سے برص کا مرض پیدا ہوتا ہے۔ اور کانے کا خلال نہ کرو اس سے گوشت خورہ کا مرض لگ جاتا ہے۔

امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ آس کی لکڑی کا خلال مت استعمال کرو اس سے عرق النسا پیدا ہو جاتا ہے۔

خلال کے ذریعہ دانتوں سے نکلے ہوئے ذرات

فقیہ مرحوم فرماتے ہیں کہ خلال کے ذریعہ دانتوں سے کھانے کے جو ذرات نکلتے ہیں انہیں نگلنا یا پھینکنا دونوں طرح جائز ہے۔ روایات میں یونہی آیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص کھانا کھاتا ہے پھر خلال کے ذریعہ جو کچھ دانتوں سے نکالے اسے پھینک ڈالے اور زبان کے ذریعہ کچھ نکلے تو نگل لے اور ایسا کرنا اچھا ہے اگر کوئی نہیں کرتا تو مضائقہ نہیں۔ گوشت کھانے لگے تو پہلے روٹی کے دو تین لقمے کھالے تاکہ معدہ خالی نہ ہو۔

نوٹ: آس کی لکڑی کا خلال، انار کے تنکے کا خلال کنگھی کے دانے کا خلال مکروہ ہے۔ البتہ سیاہ یا زرد بید کا خلال اچھا ہے۔

۲۔ کسی کے ہاں مہمان جائے اور خلال کرے تو خلال کو اور دانتوں سے نکلے ہوئے ذرات کو یونہی نہ پھینک دے اس سے کپڑے وغیرہ خراب ہو سکتے ہیں۔ البتہ ہاتھ میں سنبھالے رکھے۔ ہاتھ دھونے کیلئے جب برتن آئیگا تو اس میں ڈالدے اور ہاتھ کو دھو ڈالے یہ بھی مروت ہے۔

پینے کے آداب

بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر پانی پینا

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ آدمی بیٹھ کر تین سانس کے ساتھ پانی پیئے۔ تاہم کھڑے کھڑے یا ایک ہی سانس میں پی لینے میں بھی مضائقہ نہیں۔ روایات دونوں طرح کی ملتی ہیں۔

۲۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ ایک ہی بار اونٹ کی طرح سارا پانی نہ پی لو بلکہ دو یا تین وقفوں سے پیو۔ اور پیتے وقت بسم اللہ اور فارغ ہو کر الحمد للہ پڑھو۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔

۳۔ نزال بن سبرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت علیؓ نے وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پیا اور فرمایا کہ کچھ لوگ کھڑے ہو کر پینے کو مکروہ جانتے ہیں۔ حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یونہی کرتے دیکھا۔ جیسا کہ خود میں نے ابھی کیا ہے۔ عمرو بن شعیبؒ اپنے سے اور وہ اپنے دادا حضرت عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو بیٹھ کر اور کھڑے ہو کر دونوں طرح سے پیتے دیکھا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم کھڑے ہو کر پی لیتے اور چلتے چلتے کھالیا کرتے تھے۔

۴۔ لیکن اس کے برعکس حضرت ابو ہریرہؓ سے یوں منقول ہے کہ اگر کھڑا ہو کر پینے والا جان جائے کہ اس پر کتنا وبال ہے تو وہ قے کر ڈالے۔ فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بیٹھ کر پینا بہترین ادب ہے۔ اور ہمہ قسم کی ایذاؤں اور مضرتوں سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔ اور امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ کھڑے ہو کر پینا اس لئے مکروہ ہے کہ اس میں بیماری ہے۔ اور لیٹ کر کھانا اس لئے مکروہ ہے کہ پیٹ بڑھنے کا خطرہ ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ نہی بیان حرمت کیلئے نہیں بلکہ شفقت کی بناء پر ہے جیسا کہ مشکیزہ کو منہ لگا کر پینے سے روکنے کی بھی یہی وجہ ہے۔

مشکیزہ کو منہ لگا کر پینا اور دستے یا شگاف کی جگہ سے پینا

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مشکیزہ کو منہ لگا کر پینے سے منع فرمایا ہے کہ اس سے مشکیزہ کا منہ بدبودار ہو جاتا ہے۔

حضرت مجاہدؒ سے روایت ہے کہ برتن کو پکڑنے کے دستے وغیرہ کی جانب سے اور ایسے ہی برتن اگر ٹوٹا ہوا ہو تو ٹوٹی ہوئی جگہ سے بھی نہیں پینا چاہئے۔ کہ شیطان ایسے موقعہ کی تلاش میں رہتا ہے اور اس پر بیٹھتا ہے۔

دائیں کو بائیں پر مقدم رکھنا

دائیں کو بائیں پر فضیلت ہے

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تو کوئی مشروب پئے اور تیرے دائیں بائیں لوگ بیٹھے ہوں تو دائیں جانب سے ابتدا کر کہ دائیں کو بائیں پر فضیلت حاصل ہے۔

آنحضرت ﷺ ہر کام میں دائیں جانب کو پسند فرماتے تھے۔ نیز فرماتے کہ راستہ میں بھی دائیں جانب کو ہی اختیار کرو۔ حضرت سہل بن سعدؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت عالیہ میں ایک پیالہ پیش ہوا آپ نے نوش فرمایا آپ کی دائیں جانب ایک نوعمر لڑکا بیٹھا تھا۔ اور معمر حضرات بائیں جانب تھے آپ نے اس سے فرمایا کیا تو مجھے اجازت دیتا ہے کہ میں یہ پیالہ ان بڑی عمر کے لوگوں کو دیدوں۔ لڑکے نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی طرف سے ملنے والا حصہ تو میں کسی کو بھی دینے کو تیار نہیں۔ چنانچہ آپ نے وہ پیالہ اسے عنایت فرمایا۔

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ رسول اللہ ﷺ کی بائیں جانب اور ایک بدوی دائیں جانب بیٹھا تھا۔ تو آپ نے پینے کے بعد برتن بدوی کو پکڑانا چاہا تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ابوبکر کو پکڑائیے وہ مجھ سے افضل ہیں حضور ﷺ نے جواب دیا کہ ترتیب دائیں جانب سے ہوتی ہے۔

ایک شاعر نے بھی کہا ہے۔ (ترجمہ): اے ام عمرو تو نے میری جانب سے جام ہٹا لیا ہے حالانکہ اس کا دور دائیں جانب ہی چلا کرتا ہے۔

جوتا پہننا اور اتارنا

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جوتا پہننے لگو تو دائیں سے شروع کرو اور اتارو تو بائیں کو مقدم کرو۔ نیز فرمایا کہ ایک جوتا پہن کر مت چلو دونوں کو پہنو یا پھر دونوں کو اتار لو۔

حضرت عائشہؓ کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ چلی جارہی تھیں راستہ میں ایک پاؤں میں موزے کی وجہ سے تکلیف ہوگئی آپ نے وہ موزہ اتارلیا۔ اور دوسرے موزے سمیت چلتی رہیں اور فرمانے لگیں کہ ابوہریرہؓ کی روایت کے خلاف کررہی ہوں۔ فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک موزہ سے چلنا اگر کسی عذر کی وجہ سے ہے تو مضائقہ نہیں اور بلاعذر ایسا کرنا مکروہ ہے اس طرح دونوں حدیثیں باہم مخالف نہ رہینگی۔

گھر سے نکلنے اور رفاقت اختیار کرنے کا بیان

گھر سے نکلنے کی دعا

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھنا مستحب ہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہ (میں اللہ کے نام کی برکت کے ساتھ نکلتا ہوں اور اسی پر بھروسہ کرتا ہوں۔ گناہ سے بچنے کی ہمت اور نیکی کرنے کی قوت اسی کی طرف سے ہے)۔

ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ جب کوئی شخص بِسْمِ اللّٰہ کہتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے تجھے ہدایت نصیب ہوئی۔ اور جب تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہ کہتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیری کفایت کردی گئی اور جب لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہ کہتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے تیری حفاظت کردی گئی۔

نظر پر قابو رکھنا

گھر سے نکلنے والے کو مناسب یہ ہے کہ اپنی نظر پر قابو رکھے۔ بلاضرورت دائیں بائیں نہ دیکھے بلکہ چلتے وقت قدم رکھنے کی جگہ پر نظر رکھے کہ نظر سے خواہشات پیدا ہونے لگتی ہے۔ اور ادھر ادھر دیکھنے سے آدمی غافل ہوجاتا ہے اور راستے میں پڑی ہوئی چیزوں سے اسی غفلت کی وجہ سے تکلیف اٹھاتا ہے۔

آداب

چلنے میں کسی مسلمان سے ملاقات ہو تو پہلے سلام کہو۔ اور خندہ پیشانی سے ملو۔ دوست

ہوتو اس سے مصافحہ کرو۔ اور اپنا ہاتھ چھڑانے میں پہل نہ کرو اور اس کے سامنے تبسمانہ انداز میں رہو کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ جو کوئی ایسا کرتا ہے اس کے گناہ جھڑتے ہیں۔

۲۔ بہتر یہ ہے کہ پیدل آدمی راستہ کی ایک جانب میں چلے۔ اور سوار آدمی درمیان میں جبکہ آبادی میں ہوں۔ اور اگر آبادی سے باہر ہوں تو پیدل کو درمیان میں اور سوار کو اطراف میں چلنا چاہئے۔ اور جوتا پہن کر چلنے والے کو چاہئے کہ بغیر جوتے کے چلنے والوں کیلئے راستہ کھلا چھوڑتا جائے۔

۳۔ سامنے سے کافر آجائے یا کوئی عورت تو اسی درمیان والی جگہ پر رہے اس بارہ میں حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی نقل فرماتے ہیں کہ راستہ میں یہود و نصاری سے ملاقات ہو جائے تو انہیں راستہ کے کنارے کنارے چلنے پر مجبور کرو اور حضرت مقدادؓ حضور ﷺ کا ارشاد مبارک نقل فرماتے ہیں کہ عورتوں کیلئے راستہ کے وسط میں کوئی حصہ نہیں۔

۴۔ عقلمند کو لوگوں کی گزرگاہ میں ناک صاف کرنا یا تھوکنا ہرگز لائق نہیں کہ ان کے پاؤں آلودہ ہونگے۔

۵۔ مشائخ کی صحبت میں یا نیک لوگوں کے پاس بیٹھنا چاہئے۔ نوجوانوں بچوں اور کم عقلوں کے پاس بیٹھنا مکروہ یعنی ناپسندیدہ ہے۔ اس سے آدمی کا رعب جاتا رہتا ہے آخرت کا شوق اور موت کی فکر رکھنے والے لوگوں کی مجلس میں بیٹھنا بہتر ہے اور دنیادار لوگ جو ہر وقت اسی کی دھن میں لگے رہتے ہیں اور ہر وقت اسی پر نظر لگائے رکھتے ہیں ہمنشینی کے لائق نہیں کہ اس سے آدمی کا دل بدل جاتا ہے دین میں فساد آنے لگتا ہے زندگی خراب ہو جاتی ہے۔

بازار میں داخل ہونے کی دعا

اگر ضرورت نہ ہو تو بازار میں جانے سے احتیاط ہی رکھو۔ مشہور ہے کہ وہاں بڑے بڑے سرکش شیطان انسانی شکل میں ہوتے ہیں اور یوں بھی سنا ہے کہ وہاں انسانی لباس میں بھیڑیئے ہوتے ہیں۔ اور کبھی جانا ہی پڑے تو بازار میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھنا مستحب ہے۔

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ

وَھُوَحَیٌّ لَّایَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَعَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔(نہیں ہے کوئی معبود اللہ تعالیٰ کے سوا وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔اسی کی بادشاہی ہے اسی کیلئے سب تعریفیں ہیں وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔وہ خود زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں اسی کے ہاتھ میں سب بھلائیاں ہیں وہ ہر چیز پر قادر ہے)۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ جو شخص یہ کلمات بازار میں داخل ہوتے وقت پڑھتا ہے تو اسے اتنی نیکیاں ملتی ہیں جو بازار میں موجود لوگوں کی تعداد سے دس گنا زیادہ ہوتی ہیں۔

خرید وفروخت کا بیان

تاجر کو خرید وفروخت کے مسائل جاننا ضروری ہے

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی آدمی کو تجارت میں لگنا مناسب نہیں جب تک کہ وہ خرید وفروخت کے مسائل اور جائز ونا جائز سے واقف نہ ہو۔حضرت عمرؓ کے متعلق آتا ہے کہ انہوں نے یہ فرمان جاری کیا تھا کہ جو شخص مسائل سے واقف نہیں وہ ہمارے بازار میں تجارت نہیں کر سکے گا۔حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ جو شخص مسائل سیکھے بغیر تجارت میں لگ جاتا ہے وہ ربٰو یعنی سود میں گھس جاتا ہے اور خوب اور خوب اس میں ملوث ہو جاتا ہے۔

خرید وفروخت میں آسانی اختیار کرنا

آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو بیچنے میں آسانی اختیار کرتا ہے اور خریدنے میں آسانی رکھتا ہے۔ادائیگی میں آسانی رکھتا ہے نیز مطالبہ اور تقاضہ میں بھی آسانی رکھتا ہے نیز آپ کا یہ بھی ارشاد مبارک ہے کہ جو کسی تنگ دست کو مہلت دیتا ہے یا اسے معاف ہی کر دیتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے عرش کے سائے میں اس دن جگہ عطا فرمائینگے۔جس دن کہ اس کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔

مسائل سے واقف اور ناواقف تاجروں کا فرق

کہتے ہیں کہ محمد بن سماکؒ بازار میں تشریف لے جاتے اور آواز لگایا کرتے کہ اے

بازار والوتمہارا بازار خسارے کا ہے تمہاری خرید وفروخت فاسد اور غلط ہے تمہارے ہمسائے تم پر حسد کھاتے ہیں اور تمہارا ٹھکانہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔یعنی جبکہ تاجر جاہل ہو اور سودی کاروبار سے نہ بچتا ہو۔اور اگر تاجر مسائل سے واقف ہے اور محتاط طریقے سے تجارت کرتا ہے تو یہ جہاد میں شمار ہوتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کسب حلال بہترین جہاد ہے۔

سچا تاجر

حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ راست باز تاجر قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہوگا۔اور جب کوئی شخص کچھ خرید وفروخت کرتا ہے اور اس کا ساتھی اس سودے پر پشیمان ہو کر سودا واپس کرنا چاہئے تو اس شخص کو مان لینا چاہئے حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ جو شخص کسی پشیمان شخص کے سودے کو واپس کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی غلطیوں کو معاف فرمائینگے۔

امام صاحب کا واقعہ

حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق آیا ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کے پاس خز (ایک قسم کا کپڑا) فروخت کیا مشتری کسی وجہ سے پشیمان ہو کر واپس آیا اور سودے کی واپسی کا مطالبہ کیا حضرت امام صاحب نے سودا واپس کر لیا اور خادم سے فرمایا کہ کپڑے اٹھا کر گھر لے چلو مجھے تجارت کی چنداں ضرورت نہ تھی میں تو حضور ﷺ کے اس فرمان کے تحت داخل ہونا چاہتا تھا کہ جو شخص کسی پشیمان سے سودا واپس کریگا۔اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی خطاؤں کو معاف فرمائیں گے سو آج مجھے وہ موقعہ نصیب ہو گیا ہے۔

خرید وفروخت میں احتیاط

اور جب تو کوئی چیز خریدے اور بیچنے والا سودے سے پہلے کہتا ہے کہ چکھ کر دیکھ لو تمہارے لئے حلال ہے تو مت کھانا چاہئے اس لئے کہ کھانے کی اجازت خریدنے کی غرض سے ہے بسا اوقات معاملہ طے نہیں ہوتا تو یہ کھانا مشتبہ رہیگا۔اور اگر وہ تیرے پاس کوئی خوبی یا کیفیت

بیان کرے اور خریدنے کے بعد تو ویسی نہ پائے تو تجھے واپس کرنے کا اختیار ہے۔

تاجر کو محض سودا بیچنے کی غرض سے قسم کھانا مکروہ ہے اور یہ بھی مکروہ ہے کہ مال دکھاتے وقت تاجر ساتھ ساتھ درود شریف پڑھنے لگے مثلاً یوں کہے صلی اللہ علیہ وسلم واہ کیا خوب مال ہے۔

تاجر کیلئے بہتر یہ ہے کہ تجارت میں لگ کر فرائض سے غافل نہ ہو۔

نماز کے وقت خرید وفروخت کرنا

نماز کا وقت آئے تو تجارت کو ترک کردے تا کہ وہ اس آیت کے مضمون میں داخل ہوجائے رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ الآیہ۔ یعنی ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں ہونے دیتی۔

ان لوگوں کے متعلق اہل علم کا اختلاف ہوا ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو تجارت کو چھوڑ کر عبادت ہی میں لگ گئے۔ مثلاً اصحاب صفہ اور ان کے ہم رنگ حضرات اور بعض یہ فرماتے ہیں کہ ایسے لوگ مراد ہیں جو تجارت، میں منہمک ہو کر نماز سے غافل نہیں ہو جاتے بلکہ اسے بھی بروقت ادا کرتے ہیں۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے دور کے لوگ تجارت بھی کرتے تھے اور اللہ کے ذکر اور نماز سے غافل بھی نہ ہوتے تھے۔ فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دونوں طرح کے لوگ آیت کے مضمون میں داخل ہیں۔ واللہ اعلم۔

حکام کی اطاعت

حاکم وقت کی اطاعت واجب ہے

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رعایا کے ذمہ حاکم وقت کی اطاعت واجب ہے جب تک کہ وہ معصیت کا حکم نہ دے اور جب معصیت کا حکم دے تو اس کی اطاعت جائز نہیں ہے

اوراس کے خلاف بغاوت کرنا بھی جائز نہیں۔ہاں اگر وہ لوگوں پر ظلم کرتا ہے اوراس سے بچنے کیلئے ایسا کریں تو ٹھیک ہے اور حاکم وقت کی اطاعت کا وجوب قرآن میں مذکور ہے۔ارشاد باری ہے۔ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ (کہامانو اللہ کا اور کہامانو رسول کا اور اپنے حاکم اور امیر کا) بعض مفسرین نے اولی الامر کی تفسیر امرا اور احکام کے ساتھ کی ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک نقل فرماتے ہیں کہ سنو اور کہا مانو اگر چہ تم پر ایک حبشی غلام ہی کو امیر بنا دیا جائے۔

حضرت ابن عباسؓ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک نقل کرتے ہیں کہ جو شخص اپنے امیر کی کوئی ناپسند بات دیکھے تو صبر کرے (یعنی بیعت نہ توڑے) کیونکہ جو شخص جماعت سے ایک بالشت کے برابر بھی جدا ہوا اور مر گیا تو اس کی یہ موت جاہلیت کی موت ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو جب یزید بن معاویہ کی خلافت کی خبر پہنچی تو فرمایا اگر یہ خبر ہے تو ہم راضی ہیں اور شر ہے تو ہم صبر کرینگے۔بعض صحابہ کا مقولہ ہے جب حکام رعایا میں عدل کرتے ہیں تو انہیں اجر ملتا ہے اور رعایا کو شکر لازم ہے اور اگر ظلم کرنے لگیں تو انہیں پر وبال ہوگا اور عوام کو صبر کرنا چاہیے۔اور اگر وہ ہمیں معصیت کا حکم دینے لگیں تو ان کی فرماں برداری جائز نہیں ہے۔

اطاعت اور فرمانبرداری جائز امور میں ہی ہوتی ہے

نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ مخلوق کی ایسی اطاعت جائز نہیں جس میں خالق کی نافرمانی ہوتی ہو۔

حضرت ابن عمرؓ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک نقل کرتے ہیں کہ مسلمان پر امیر کا حکم سننا اور ماننا لازم ہے پسند ہو یا ناپسند ہو۔جب تک کہ وہ معصیت کا حکم نہیں دیتا اور معصیت کا حکم سننے کے لائق ہے نہ ماننے کے۔

حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر بھیجا اور ایک شخص کو ان کا امیر مقرر فرمایا۔ایک دن ناراض ہو کر امیر نے آگ جلائی اور تمام کو اس میں داخل ہونے کا حکم

دیا بعض حضرات اطاعت امیر کے جذبہ میں اس کیلئے تیار ہو گئے۔ اور بعض نے کہا کہ آگ سے بچنے کیلئے تو ہم نے یہ سب کچھ کیا ہے لہٰذا ہم اس میں داخل نہیں ہوں گے۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اس کا تذکرہ ہوا تو ارشاد فرمایا کہ اگر وہ لوگ داخل ہو جاتے تو کبھی بھی آگ سے باہر نہ نکلتے خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی کوئی فرمانبرداری نہیں۔ طاعت اور فرمانبرداری تو جائز امور میں ہی ہوتی ہے۔

قابل اعتراض اعمال والے حکام

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دین کا کام کبھی فاسق فاجر شخص سے بھی لے لیتے ہیں۔ حضرت حذیفہ بن یمانؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تم پر ایسے حاکم مقرر فرمائے گا جو تمہیں عذاب دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو قیامت کے دن دوزخ میں عذاب دے گا۔

حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ میرے بعد تم پر ایسے حکام بھی مقرر ہونگے جن کے عمل قابل اعتراض ہونگے۔ اور تمہیں ایسی باتوں کا حکم دیں گے جن کا انہیں کچھ علم نہ ہوگا۔ ایسے لوگوں کی اطاعت جائز نہیں۔

حضرت زبیرؓ بن عدی کہتے ہیں ہم حضرت انس بن مالکؓ کی خدمت میں حجاج کے مظالم کی شکایت کیلئے حاضر ہوئے۔ فرمانے لگے صبر کرو کیونکہ جو زمانہ تم دیکھ رہے ہو بعد والا زمانہ اس سے بھی بدتر ہوگا۔ میں نے یہ بات تمہارے نبی ﷺ سے سنی ہوئی ہے۔

حکام کے وظائف وتحائف قبول کرنا

ہدیہ قبول کرنے کی شرط

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ سلطان کا ہدیہ یا تحفہ وغیرہ قبول کرنا جائز ہے۔ جب تک کہ اسکے متعلق مال حرام میں سے ہونے کا یقین نہ ہو اور بعض حضرات بالکل منع فرماتے ہیں۔

ہدیہ قبول کرنیکے دلائل

ا۔ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ سلطان کے پاس حلال وحرام دونوں طرح کا مال آتا ہے تجھے جو دے لے لیا کرو کہ وہ حلال ہی سے دیتا ہے۔

۲۔ حضرت عمرؓ حضور ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ بلا طلب جو کچھ ملے لے لینا چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا رزق ہے جو اسے عطا ہوا ہے۔

۳۔ امام اعمشؒ کہتے ہیں کہ ابراہیمؒ حکام سے ہدیہ وغیرہ قبول کرنے میں حرج نہیں سمجھتے تھے۔

۴۔ حبیب بن ابی ثابت فرماتے ہیں کہ میں نے خود دیکھا ہے کہ مختار بن عبید کے ہدایا حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ کے پاس آتے اور یہ دونوں حضرات قبول فرمالیتے تھے۔

۵۔ حضرت حسن بصری بھی امرائُ کے ہدیے قبول کر لیتے تھے۔ ﴿محمد بن حسن امام ابوحنیفہؒ سے اور وہ حمادؒ سے نقل کرتے ہیں کہ﴾۔ ابراہیم نخعیؒ اور ذر الہمدانی زہیر بن عبداللہ ازدی کے پاس اپنا وظیفہ وصول کرنے گئے تھے اور یہ زہیر ان دونوں حلوان کا حاکم تھا۔ امام محمد فرماتے ہیں ہم بھی اسی کے قائل ہیں جب تک کسی شے کے خاص طور پر حرام ہونیکا یقین نہ ہو جائے اور امام اعظم کا بھی یہی قول ہے۔

منع کرنے والوں کے دلائل

منع کرنے والے حضرات کی دلیل یہ ہے کہ حبیب بن ابی ثابت فرماتے ہیں کہ ایک حاکم نے حضرت ابوذر غفاری کی خدمت میں کچھ مال بھیجا آپ نے پوچھا کیا امیر نے ہر مسلمان کو اتنا مال بھیجا ہے۔ جواب ملا نہیں۔ فرمایا تو اسے واپس کردو پھر یہ آیت پڑھی کَلَّآ اِنَّهَا لَظٰى نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى. (یہ ہرگز نہ ہوگا بلکہ وہ آگ ایسی شعلہ زن ہے جو کھال اتار دیگی)۔

۲۔ حضرت عثمانؓ کا واقعہ ہے کہ وہ ایک مرتبہ حضرت ابوذرؓ کے پاس سے گزرے جو کہ مسجد کی دیوار تلے سو رہے تھے۔ آپ نے غلام سے فرمایا یہ دینار لے کر یہاں بیٹھ جا یہ شخص جب بیدار ہوگا۔ تو اسے دیدینا اگر اس نے قبول کر لئے تو تو آزاد ہے۔ وہ بیدار ہوئے تو غلام نے دینار

پیش کئے آپ نے لینے سے انکار کر دیا غلام نے اصرار کرتے ہوئے عرض کیا کہ قبول فرمالیں کہ مجھے آزادی نصیب ہو جائیگی فرمایا میں نہیں لیتا کیونکہ اس سے تو میں غلام بن جاؤں گا۔

ابووائلؒ فرماتے ہیں تجارت کا ایک درہم عطیہ کے دس درہموں سے مجھے زیادہ عزیز ہے۔

۳۔ وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت ابودرداؓ کی خدمت میں آکر کہنے لگا کہ فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا ہے اور گالیاں دی ہیں۔ ابودرداؓ نے فرمایا اگر تو سچا ہے تو چند دنوں کے اندر ہی اللہ تعالیٰ اسے اس کا انجام دکھا دیں گے۔ کہتے ہیں کہ چند دن ہی گزرے تھے کہ وہ شخص امیر کے پاس گیا اور دس ہزار درہم حاصل کیے۔ حضرت ابودرداؓ نے اپنے اس ساتھی کو پیغام بھیجا کہ واقعی تو سچا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس ظالم کو بہت بڑی سزا دی ہے۔ وہ کہنے لگا واہ! ابودرداؓ یہ کیا خوب سزا ہے۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم اگر اس کی کمر پر دس ہزار کوڑے لگا دیئے جاتے تو اس کیلئے دس ہزار درہم سے زیادہ بہتر ہوتے۔

منصبؒ کا فیصلہ

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک ہدیہ وغیرہ قبول کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ اگر حاکم کا اکثر مال رشوت اور ناجائز ذرائع کا ہے تو اس کا ہدیہ یا تحفہ وغیرہ قبول کرنا جائز نہیں۔ الا یہ کہ وہ صراحت کر دے کہ حلال مال بھیج رہا ہوں اور اگر اس کا اکثر مال حلال میراث یا تجارت وغیرہ کا ہے۔ تو پھر قبول کرنے میں مضائقہ نہیں جب تک کہ یہ یقین نہ ہو جائے کہ یہ بھیجا ہوا مال حرام ہے یا شبہ والا ہے البتہ افضل یہ ہے کہ نہ ہی قبول کرے خواہ کیسا بھی ہو۔

کسی کے گھر جھانکنے کی ممانعت

دوسرے کے گھر جھانکنے کے بارے میں تنبیہات

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کسی کے گھر بلا اجازت جھانکنا جائز نہیں۔ ایسا کرنا برا ہے اور وہ گنہگار ہوگا۔ اور اس صورت میں صاحب خانہ اگر اس کی آنکھ پھوڑ دے تو بعض اہل علم کہتے

ہیں کہ اس پر کوئی تاوان وغیرہ لازم نہیں آتا۔ اور بعض حضرات تاوان واجب ہونے کے قائل ہیں اور اسی پر ہمارا عمل ہے۔

تاوان نہ ہونے کی دلیل

ا۔ ایک آدمی حضور ﷺ کے دولت کدہ میں دیکھنے لگا آپ کے ہاتھ مبارک میں کارد تھی جس سے سر کھجلا رہے تھے اسے دیکھ کر فرمانے لگے مجھے اگر پتہ چل جاتا کہ تو مجھے دیکھ رہا ہے تو میں یہی تیری آنکھ میں چبھو دیتا اجازت لینے کا حکم نظر کی وجہ ہی سے تو دیا گیا ہے۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص بلا اجازت تمہیں جھانک رہا ہو تو تم اس پر کنکری پھینکو جس سے اس کی آنکھ پھوٹ جائے تو کوئی گناہ نہیں۔

تاوان کے قائل حضرات کی دلیل

وجوب ضمان کے قائل حضرات اللہ تعالیٰ کے اس قول سے دلیل پکڑتے ہیں فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا۔ اس نے تم پر زیادتی کی ہے۔ اور دوسری آیت میں ہے وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَاعُوْقِبْتُمْ بِهٖ (اور اگر بدلہ لینے لگے تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا ہے) اور مذکورہ بالا حدیثیں ان آیات کے مخالف ہیں۔

آیات اور احادیث کے اختلاف کے وقت عمل کی صورت

جب ایسا ہو کہ کوئی حدیث کتاب اللہ کے مخالف ہو یا اس کا معنی کتاب اللہ کے ظاہری معنی سے جدا ہو۔ تو اس پر عمل نہ ہوگا۔ اور ممکن ہے کہ یہ حدیث ان آیتوں سے پہلے کی ہو۔ اور منسوخ ہوگئی ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حدیث کا مضمون وعید کے طور پر ہو لزوم مراد نہ ہو۔ اور ایسا ہوتا تھا کہ آنحضرت ﷺ کبھی کوئی کلام فرماتے اور اس کی مراد ظاہر کے علاوہ کچھ اور ہوتی تھی۔ جیسا کہ روایت ہے کہ عباس بن مرداس سلمٰی نے آپ ﷺ کی مدح میں کچھ کہا۔ تو آپ نے بلال سے فرمایا جاؤ اس کی زبان کاٹ دو۔ مطلب یہ تھا کہ اس کو کچھ مال وغیرہ دیدو۔ حقیقتاً زبان کاٹنا مراد نہ تھا۔ تو یہاں بھی ممکن ہے کہ آنکھ پھوڑنے سے مراد کوئی ایسی تدبیر ہو کہ جسکے بعد وہ پھر کسی کے گھر جھانک نہ سکے۔ (واللہ اعلم)

تہمت کے موقع سے بچنے کا بیان

تہمت کے موقع سے بچنے کی ہدایت

ا۔ فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آدمی کو لائق نہیں کہ اپنے آپ کو تہمت کے موقعہ پر لے جائے۔ اور یہ کہ متہم لوگوں کی مجلس میں جائے۔ اوران سے میل جول رکھے ورنہ اس پر بھی تہمت آجائیگی۔

۲۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیَاتِ اللّٰہِ یُکْفَرُ بِھَا وَیُسْتَھْزَءُ بِھَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَھُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ اِنَّکُمْ اِذًا مِّثْلُھُمْ۔ جب احکام الٰہیہ کے ساتھ استہزاء اور کفر ہوتا ہوا سنو تو ان لوگوں کے پاس مت بیٹھو جب تک کہ وہ کوئی اور بات شروع نہ کردیں کیونکہ اس حالت میں تم بھی ان جیسے ہو جاؤ گے۔

۳۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں شمار ہوتا ہے۔

لقمان حکیم کا قول

لقمان حکیم کا فرمان ہے برے ساتھی کے ساتھ ملنے والا سلامتی نہیں پاتا اور بری جگہ پر جانیوالا متہم ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص اپنی زبان پر قابو نہیں رکھتا ندامت اٹھاتا ہے یہی مضمون ایک حدیث میں بھی آیا ہے۔

حدیث شریف

علیؓ بن حسین فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے آپ کی پھوپھی[۱] حضرت صفیہؓ حاضر خدمت ہوئیں واپس ہونے لگیں تو آپ بھی ساتھ ہو لئے اتنے میں دو انصاری

---

[۱] ﴿یہ واقعہ ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ہے حضور ﷺ کی پھوپھی صفیہ کا نہیں، واللہ اعلم محمد یوسف﴾

پاس سے گزرے آپ نے ارشاد فرمایا یہ میری پھوپھی صفیہ ہے انہوں نے حیران ہو کر سبحان اللہ کہا تو ارشاد فرمایا کہ شیطان ابن آدم کے رگ و ریشہ میں سماجاتا ہے مجھے ڈر ہوا کہ مبادا تم کچھ اور گمان کر کے ہلاکت میں پڑ جاؤ۔

ایک حدیث میں آپ کا ارشاد مبارک ہے جو شخص اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ تہمت کے موقعہ پر ہرگز نہ کھڑا ہو۔

نرم خوئی

نرمی کی خوبیاں

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان کو لائق ہے کہ ہر موقع پر تواضع اختیار کرے اور نرمی کا برتاؤ رکھے اور خود ذلت سے بچتا رہے نبی کریم ﷺ کا مبارک ارشاد ہے کہ نرمی جہاں بھی آئے زینت دیتی ہے اور حماقت عیب ناک کرتی ہے۔

۲۔ مجاہدؒ حضور ﷺ کا یہ ارشاد مبارک نقل کرتے ہیں کہ اگر لوگ نرم خوئی کی طرف توجہ کریں۔ تو اس سے اچھی کوئی چیز انہیں کائنات میں دکھائی نہ دے۔ اور اگر کم عقلی اور حماقت کی طرف نظر کریں تو اس سے زیادہ قبیح انہیں کچھ بھی نہ دکھائی دے۔

بدترین آدمی

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ ایک آدمی نے دربار نبوت میں حاضری کی اجازت چاہی آپ نے ارشاد فرمایا کہہ دو اجازت ہے۔ یہ شخص اپنے قبیلہ کا بدترین شخص ہے۔ وہ شخص حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے اس سے نرم لہجہ میں گفتگو فرمائی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ابھی تو آپ نے اس شخص کے متعلق فرمایا تھا کہ ایسا ہے ایسا ہے۔ اور پھر بھی اسکے ساتھ یہ نرم گفتگو؟ ارشاد فرمایا قیامت کے دن بدترین شخص وہ ہوگا جس کی بدکلامی کے ڈر سے لوگ اس کا اکرام کرتے ہوں۔

حضرت ابودرداؓ فرماتے ہیں بعض لوگوں کے ساتھ ہم یوں تو خندہ پیشانی سے پیش آتے ہیں مگر واقعہ یہ ہے کہ ہمارے قلوب ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔

قابل بشارت آدمی

نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں وہ شخص بشارت کے لائق ہے جو ذلت گوارا کئے بغیر تواضع اختیار کرتا ہے اور اپنا جمع کیا ہوا مال گناہ سے بچا کر خرچ کرتا ہے۔ کمزور اور مسکین طبع لوگوں پر ترس کھاتا ہے اہل علم اور دانشمند لوگوں سے میل جول رکھتا ہے۔

قابل ملامت آدمی

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کوئی جھگڑا پیش کیا اور دوران گفتگو کہنے لگا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل ۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہمت ہار جانے والے بندہ کو ملامت کرتے ہیں اپنی حجت اور دلیل کی پوری قوت استعمال کرو پھر حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل کہو۔

عفو و درگزر کی حد

۱۔ لقمان حکیم اپنے بیٹے کو فرماتے ہیں میرے بیٹے اتنا کڑوا نہ بن کہ تجھے تھوک دیا جائے اور اتنا میٹھا نہ ہو جا کہ تجھے نگل ہی لیا جائے اور حضرت ابراہیم نخعیؒ آیت وَالَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ (اور وہ جو ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم ہوتا ہے تو وہ برابر کا بدلہ لیتے ہیں) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ لوگ ذلت کی حد تک ظلم گوارا کرنے کو مکروہ جانتے تھے۔

حضرت عائشہؓ سے ایک عورت نے پوچھا کہ میرے ہمسائے کچھ تو میرا اکرام کرتے ہیں اور بعض توہین کا معاملہ کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا جو اکرام کرتے ہیں ان کا اکرام کرو۔ جو توہین کرتے ہیں ان کی توہین کرو۔ فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کا یہ فرمان عین عدل و انصاف ہے ہاں اگر کوئی عفو و درگزر اختیار کرتا ہے اور برائی پر بھی حسن سلوک ہی کرتا ہے تو یہ بہتر ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ

عَلَى اللّٰهِ ۔ترجمہ:اور برائی کا بدلہ برائی ہے ویسے ہی پھر جو شخص معاف کرے یا اصلاح کرے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے)۔

اہل جنت کے اخلاق

کہتے ہیں کہ تین باتیں اہل جنت کے اخلاق میں سے ہیں جو کسی عظیم شخص میں ہی پائی جاسکتی ہیں۔

۱۔ برائی کرنے والے کے ساتھ احسان کرنا۔

۲۔ جو اس پر ظلم کرے اسے معاف کرنا

۳۔ جو محروم رکھے اس پر خرچ کرنا اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے عین مطابق ہے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ (سرسری برتاؤ کو قبول کر لیا کیجئے اور نیک کام کی تعلیم کردیا کیجئے اور جاہلوں سے ایک کنارہ پر ہو جایا کیجئے)۔

حدیث شریف

حضرت سعیدؒ بن المسیب آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک نقل کرتے ہیں کہ ایمان باللہ کے بعد لوگوں کے ساتھ حسن سلوک رکھنا عقل و دانش کا شاہکار ہے اور جو لوگ دنیا میں اصحاب خیر اور اچھے ہیں وہ آخرت میں بھی اچھے اور اصحاب خیر شمار ہونگے۔اور مشورہ کر لینے کے بعد کوئی شخص ہلاکت میں مبتلا نہیں ہوتا۔ارشاد ربانی ہے: وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۔اور ان سے خاص خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کریں۔

عصا کی فضیلت

فضیلت

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہاتھ میں عصا رکھنا انبیاء علیہم السلام کی سنت اور مومن کی علامت ہے۔

خاصیتیں

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ عصا میں چھ باتیں ہیں۔ ا، یہ انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔۲، مومن کی علامت ہے۔۳، صلحا کی زینت ہے۔۴، اعداء یعنی کتے اور سانپ وغیرہ کے مقابلہ میں ہتھیار ہے۔۵، ضعفاء کیلئے سہارا ہے۔۶، منافقوں کی ذلت کا سامان ہے۔ اور یہ کہ اس سے طاعت میں زیادتی اور ثواب بھی ہے۔ کہتے ہیں کہ مومن کے ہاتھ میں عصا ہو تو اس سے شیطان بھاگتا ہے۔ منافق اور فاجر لوگ سہمے رہتے ہیں نماز پڑھتے وقت سترہ کا کام دیتا ہے۔ کمزوری کے وقت سہارا بنتا ہے۔ اور بھی اس میں بہت سے منافع ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں آتا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا تھا کہ یہ میرا عصا ہے میں اس سے سہارا لیتا ہوں بکریوں کیلئے پتے وغیرہ جھاڑ لیتا ہوں۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی کام اس سے لے لیتا ہوں کہتے ہیں کہ اس میں ہزار قسم کے منافع ہیں۔

مومن سے دنیا کا الگ رہنا

دنیا کے بارے میں پرہیز اور ہدایات

حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے دنیا کا نہ کبھی ارادہ کیا اور نہ ہی دنیا نے کبھی ان کا ارادہ کیا۔ اور حضرت عمرؓ کا دنیا نے تو ارادہ کیا مگر آپ نے کبھی اسکا قصد نہ کیا اور حضرت عثمانؓ نے دنیا کا خوب حصہ پایا اور دنیا بھی آپ کے پاس خوب آئی۔ اور حضرت علیؓ کبھی اس کی امید لگا لیتے اور کبھی چھوڑ دیتے تھے۔ اور ہم لوگ تو دنیا میں خوب لوٹ پوٹ ہو رہے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم نہیں کہ اس کی انتہا کہاں ہوگی۔

۲۔ حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں تھے۔ آپ نے کچھ پینے کو مانگا۔ پانی میں شہد ملا کر پیش کیا گیا۔ منہ کے قریب کیا ہی تھا کہ رونے لگے اور انہیں دیکھ کر ہمیں بھی رونا آ گیا۔ ہم تو چپ ہو گئے مگر وہ روتے رہے۔ بالآخر آنکھیں پونچھیں تو ہم نے

عرض کیا کہ اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ کیا بات ہوئی تھی فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا۔ میں نے آپ کو دیکھا جیسے کسی چیز کو اپنی جانب سے پرے دھکیل رہے ہیں لیکن مجھے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ دنیا میرے سامنے متمثل ہوئی میں نے کہا مجھ سے دور ہو جاوہ دور ہو کر کہنے لگی کہ آپ تو مجھ سے بچ گئے مگر آپ کے بعد والے ہرگز نہیں بچ سکیں گے۔ تو مجھے ڈر پیدا ہو گیا تھا کہ دنیا نے مجھے پالیا ہے یہ کہا اور پیالہ پئے بغیر یونہی رکھ دیا۔

۳۔ فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص حلال ذریعہ سے کچھ دنیا حاصل کرتا ہے تو اس میں گناہ نہیں ہاں چھوڑ دے تو آخرت میں نفع پائیگا۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ اس کے حلال کا حساب ہوگا اور حرام کا عذاب۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جس قدر کوئی دنیا حاصل کرتا ہے آخرت میں اسی قدر کمی آجاتی ہے تو اللہ کے نزدیک کتنا ہی مکرم ہو اللہ کی تدابیر سے پناہ مانگو۔

علامات قیامت

پہلی دس نشانیاں

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت حذیفہؓ بن اسید سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بالاخانہ سے ہماری طرف التفات فرمایا۔ جبکہ ہم قیامت کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ اس سے پہلے دس نشانیاں ظاہر ہوں۔ ۱، سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا۔ ۲، دجال کا نکلنا۔ ۳، دھوئیں کا ظہور۔ ۴، دابۃ الارض۔ ۵، یاجوج ماجوج۔ ۶، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور تین خسف۔ ۷، ایک مغرب میں اور ۸ ایک مشرق میں۔ اور ایک جزیرہ عرب ۹ میں (کہ لوگ زمین میں دھنس جائیں گے)۔ اور ایک آگ جو عدن کے وسط ۱۰ سے نکلے گی اور لوگوں کو میدان محشر کی جانب دھکیل کے لائے گی لوگ رات کو رکیں گے تو یہ بھی ساتھ ہی رک جائیگی۔ اور دوپہر کو ذرا ٹھہریں گے تو یہ بھی ساتھ ہی ٹھہر جائیگی۔

دجال کی پہچان

حضرت عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے پاس کبھی دجال کا ذکر ہوتا تو فرمایا کرتے کہ اللہ کی شان تم پر پوشیدہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اعور یعنی کانا نہیں ہے۔ اور مسیح دجال دائیں آنکھ سے کانا ہوگا اور اس کی آنکھ انگور کے دانہ کی طرح ابھری ہوئی ہوگی۔ حضرت انسؓ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ہر آنے والے نبی نے کانے کذاب سے اپنی قوم کو ڈرایا ہے۔ وہ یقیناً کانا ہے۔ اور تمہارا رب ایسا نہیں اس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا۔

حضرت حذیفہؓ راوی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دجال کے پاس پانی بھی ہوگا اور آگ بھی درحقیقت اس کا پانی آگ ہوگا اور آگ پانی۔

تمیم داری کے بھائی کا دجال کو دیکھنا

فاطمہؓ بنت قیس کہتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ ایک رات عشاء کی نماز کیلئے دیر سے تشریف لائے ارشاد فرمایا کہ تمیم داری مجھے ایک قصہ سنا رہا تھا۔ اس وجہ سے دیر ہوگئی وہ قصہ یہ تھا کہ اس کا چچازاد بھائی سمندر کے سفر پر گیا اور وہ کسی جزیرہ میں پہنچ گیا کیا دیکھتا ہے کہ ایک محل ہے جس میں ایک آدمی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ اور اپنے لمبے بالوں کو گھسیٹ رہا ہے۔ اس نے پوچھا کہ تو کون ہے وہ بولا میں دجال ہوں۔ کیا ابھی رسول اُمی ﷺ کا ظہور نہیں ہوا۔ اس نے کہا ہوگیا ہے پھر اس نے پوچھا تو کیا لوگوں نے اس کی اطاعت قبول کی ہے یا نافرمانی اس نے کہا اطاعت قبول کی ہے وہ بولا کہ یہ ان کے حق میں تو خیر ہے مگر میرے لئے شر ہے۔

دجال کی پیدائش کے بارے میں اختلاف

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل علم کے دجال کے بارے میں مختلف قول ہیں۔ بعض فرماتے ہین کہ وہ محبوس ہے اور قیامت کے قریب ظاہر ہوگا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ابھی پیدا نہیں ہوا اخیر زمانہ میں پیدا ہوگا اور لوگوں کو اپنی عبادت کی طرف دعوت دیگا۔ بے شمار یہودی اس کی اتباع کرلیں گے۔ وہ شہر شہر گھومے گا۔ اور بہت سے لوگ اس کے فتنہ کا شکار ہوجائینگے پھر

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے اور اسے بیت المقدس میں باب لد پر قتل کریں گے اور اسلام تمام دنیا میں پھیل جائے گا۔

گفتگو کا بیان

گفتگو کے آداب

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عقل مند انسان کا کلام بچا تلا ہونا چاہئے۔ اور یہ کہ برمحل اور پر مغز ہو۔ اور جب کوئی لایعنی کلام میں لگ جاتا ہے تو مقصد کو کھو بیٹھتا ہے۔ جب تک سوال نہ ہو جواب نہ دینا چاہئے۔ کہ یہ آدمی کی جہالت گھٹیا پن اور کم عقلی کی علامت ہے۔ اور مرد عاقل کو بے فائدہ امور میں غضبناک ہونا زیب نہیں دیتا۔

حیوانات کو گالی دینا

کہتے ہیں کہ کسی شخص کی جہالت اس سے پہچانی جاتی ہے کہ وہ حیوانات کو گالی گلوچ کرتا ہے اور کوستا ہے کیونکہ جانور کیا جانے کہ اسے کچھ کہا جا رہا ہے یا بلایا جا رہا ہے۔ ایسے میں انہیں برا بھلا کہنا گالی گلوچ کرنا نری جہالت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ ہوا کو لعنت کر رہا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ایسی چیز کو لعنت کرتا ہے جو اس لائق نہیں تو لعنت خود اسی شخص پر لوٹ آتی ہے۔

انداز گفتگو اچھا ہونا چاہئے

ابوالملیح ﴿اپنے والد (حضرت اسامہ بن عمیر صحابی رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں﴾ کہ ایک صحابی ان کے پیچھے گھوڑے پر سوار تھے۔ جانور نے ٹھوکر کھائی تو وہ صاحب بولے شیطان کی بربادی ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا یوں مت کہو اس سے تو وہ اپنے کو بڑا سمجھنے لگے گا۔ اور پھول کر کپا ہو جائے گا۔ ایسے موقعہ پر بسم اللہ کہا کرو۔ اس سے وہ مکھی جیسا حقیر و ذلیل ہو کر رہ جاتا ہے۔

ابولفافہ عدویؒ کہتے ہیں کہ میں ایک بچھیرا لئے مدینہ طیبہ میں حاضر ہوا۔ بیچنے کا ارادہ تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے گزرتے ہوئے پوچھا اے دہقان یہ بچھیرا بیچے گا۔ میں نے جواب میں عرض کیا ہاں اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ۔ پوچھا کتنے میں میں نے کہا ڈیڑھ سو میں۔ فرمایا سو میں بیچے گا میں نے کہا لا عافاک اللّٰہ، کہ اللہ آپ کا بھلا کرے۔ آپ نے فرمایا یوں نہ کہو بلکہ عافاک اللّٰہ لا کہو آپ نے اس شخص کو انداز گفتگو سمجھایا اور بتایا کہ تیرے فقرے کا ایک مطلب اور معنی بد دعا والا بھی بن سکتا ہے کہ اللہ آپ کا بھلا نہ کرے۔ لہٰذا ترتیب بدل لو تا کہ دوسرے معنی کا شبہ بھی نہ ہو سکے۔

جب کسی بات کے سچ یا جھوٹ ہونیکا علم ہو

۱۔ عقلمند کو چاہئے کہ جب کوئی ایسی حدیث سنے جو کبھی نہیں سنی اور نہ دل کو لگتی ہو تو فوراً اس کی تصدیق و تکذیب نہ کرے۔ ممکن ہے سچی ہو تم تکذیب کر دو اور ہو سکتا ہے جھوٹی ہو تم تصدیق کر بیٹھو۔ البتہ یوں کہو کہ مجھے کبھی یہ حدیث نہیں پہنچی اور نہ ہی میں اسے جانتا ہوں۔

۲۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب عبرانی زبان میں تورایت پڑھتے اور پھر اہل اسلام کیلئے عربی زبان میں اس کی تفسیر کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ان اہل کتاب کی نہ تصدیق کیا کرو اور نہ تکذیب۔ البتہ یوں کہہ دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اس پر جو کتاب ہم پر نازل ہوئی۔ اور جو ہم سے پہلے نازل ہوئی۔ پہلے لوگوں میں سے کسی کو پوچھا گیا کہ اگر کسی شخص سے یہ سوال ہو کہ تو فلاں پیغمبر پر ایمان رکھتا ہے اور نام اجنبی ہے جو اس نے پہلے کبھی نہیں سنا۔ اب اگر وہ ہاں کہتا ہے تو مشکل اور اگر نہیں کہتا ہے تو مشکل کیونکہ ممکن ہے وہ نبی نہ ہو۔ اور یہ اقرار کر بیٹھے اور ہو سکتا ہے وہ نبی ہو اور یہ انکار کر بیٹھے آخر وہ کیا کرے فرمایا یوں کہہ دے کہ اگر نبی ہے تو میں اس پر ایمان رکھتا ہوں۔

۳۔ ابونصر محمد بن سلام سے جب علم کلام کا کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو جواب سے انکار فرما دیتے کسی نے عرض کیا کہ اگر اس طرح کا کوئی مشکل مسئلہ ہمیں در پیش آ جائے تو کیا کریں فرمایا

یوں کہہ دیا کرو ہم اللہ پر ایمان لائے۔ اور ان تمام امور پر جن کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا اور اس پر جو کچھ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اور جو کچھ آپ نے ارادہ فرمایا۔

تصاویر کی ممانعت کا بیان

جاندار کی تصویر بنانا ناجائز ہے

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جاندار کی تصویر بنانا ناجائز ہے اور غیر جاندار اشیاء مثلاً درخت وغیرہ کی تصویر بنانے میں حرج نہیں۔

مصوروں کو عذاب ہوگا

حضرت ابن عمرؓ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ان مصوروں کو قیامت کے روز عذاب ہوگا۔ اور کہا جائیگا شکل بنائی تھی تو جان بھی ڈالو۔

حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو میری طرح مخلوق بنانے لگے۔

جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے

حضرت مجاہدؒ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک نقل کرتے ہیں کہ فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جہاں کتا یا کسی جانور کی تصویر ہو۔ تصویر کا سر کاٹ دینا چاہئے یا بچھانے کی چیز ہو تو فرش پر بچھالے۔ روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ کے دروازے پر ایک پردہ لٹکتا تھا جس پر مورتیاں بنی ہوئی تھیں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم ایسے گھر میں نہیں آتے جہاں کتا یا تصویر ہو۔ یا تو ان کے سر کاٹ دو (مٹادو) یا اس پردہ کو فرش پر بچھالو۔ فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہمارا بھی اسی پر عمل ہے کہ تصویر دار کپڑا بچھا لینے میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت عطا اور عکرمہ فرماتے ہیں کہ تصویروں کی ممانعت اس وقت ہے کہ اچھے انداز میں سیدھی کھڑی یا لٹک رہی ہوں اگر نیچے پامال ہو رہی ہیں تو حرج نہیں۔

زانیہ عورت سے نکاح کرنا

زانیہ کے نکاح میں اختلاف

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل علم کا اختلاف ہے کہ زانیہ عورت سے نکاح جائز ہے یا ناجائز۔ بعض حضرات عدم جواز کے قائل ہیں اور جمہور علماء جواز کے۔ اور ہمارا فتویٰ بھی اسی قول پر ہے۔

عدم جواز کی دلیل

عدم جواز کی دلیل میں یہ آیت پیش کی جاتی ہے۔

۱۔ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّاوَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ۔ اوران عورتوں کے سوا اور عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئیں ہیں یعنی یہ کہ تم ان کو اپنے مالوں کے ذریعے سے چاہو اس طرح سے کہ تم بیوی بناؤ۔ الغرض آخری کلمہ کا معنی ہے کہ زنا کرنے والے نہ ہوں یعنی اللہ تعالیٰ نے غیر زانی سے نکاح کو مباح اور جائز فرمایا لہٰذا زانیہ سے نکاح باطل ہوگا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْمُشْرِكَةً الآیۃ۔ زانی عموماً زانیہ اور مشرکہ عورت سے ہی نکاح کرتا ہے۔ اور آخر آیت میں ہے:

وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ، اور اہل ایمان پر ایسا نکاح حرام کر دیا گیا ہے۔

معلوم ہوا کہ زانیہ سے نکاح کرنا حرام ہے۔

۳۔ ایک صحابی سے سوال ہوا کہ ایک شخص نے کسی عورت سے زنا کیا پھر اسی سے نکاح کرلیا۔ فرمایا یہ پہلے سے بھی برا ہو۔

۴۔ حضرت عائشہ سے ایک شخص کے متعلق پوچھا گیا کہ اس نے ایک عورت سے زنا کیا اور پھر اسی سے نکاح کرلیا آپ نے اس پر کراہت کا اظہار فرمایا۔

جواز کی دلیل

جواز کے قائل حضرات کی دلیل حضرات ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ ان سے کسی شخص کے متعلق کہا گیا کہ اس نے ایک عورت سے زنا کیا اور پھر اس سے نکاح کر لیا فرمایا پہلا زنا ہے دوسرا نکاح اور نکاح ایک مباح اور جائز عمل ہے۔ زنا اسے حرام نہیں کر سکتا۔ اور فرمایا اس کی مثال یوں ہے کہ ایک آدمی نے شروع دن میں کسی شخص کے درخت سے بلا اجازت کھجوریں کھالیں اور شام کو وہی درخت خرید لیا۔

۲۔ اَلزَّانِیْ لَایَنْکِحُ اِلَّازَانِیَۃً کا مطلب سعید بن جبیرؒ اور ضحاکؒ نے یہ بتایا ہے کہ زانی اپنے جیسی فاحشہ کے ساتھ ہی زنا کر سکتا ہے حضرت ابن عباسؓ سے بھی یہی منقول ہے۔

۳۔ بعض فرماتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے کیونکہ ایک آدمی نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ میری عورت چھونے والے کے ہاتھ کو نہیں روکتی۔ فرمایا طلاق دیدو۔ اس نے عرض کیا کہ مجھے اس سے محبت ہے۔ ارشاد فرمایا پھر اپنے پاس ہی رہنے دے۔

غنی پر فقیر کی فضیلت

فقیر افضل ہے یا غنی

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں لوگوں کی رائے مختلف ہے کہ فقیر افضل ہے یا غنی۔ کچھ کہتے ہیں کہ فقیر افضل ہے اور بعض کہتے ہیں کہ افضل غنی ہے۔ یہ اختلاف اس وقت ہے جب نیکی میں دونوں برابر ہوں۔ مطلب یہ کہ بعض غنی صالح کو اور بعض فقیر صالح کو افضل کہتے ہیں اور ہم بھی اسی کے قائل ہیں۔

غنی صالح کی افضیلت کی دلیل

غنی صالح کی افضیلت پر اس آیت سے دلیل دی جاتی ہے۔ وَوَجَدَکَ عَآئِلاً فَاَغْنٰی ، اللہ تعالیٰ نے آپ کو نادار پایا سو مالدار بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر احسان کے طور پر

غنی کا ذکر فرمایا ہے اگر غنیٰ کوئی فضیلت کی چیز نہ تھی تو اس کا ذکر بطور احسان نہ ہوتا۔

۲۔ ایک روایت میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ تقویٰ کے ساتھ غنیٰ بھی کیا خوب چیز ہے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد مبارک نقل کرتے ہیں کہ نیک آدمی کیلئے اچھا مال بہترین شئی ہے۔

۳۔ حضرت عمرؓ کا مقولہ ہے کہ تمہاری عظمت تقویٰ میں شرافت تونگری میں اور برتری اخلاق میں ہے۔ بعض اسلاف کا کہنا ہے کہ سفر میں مال بمنزلہ وطن ہے۔ محمد بن کعب قرظیؒ فرماتے ہیں غنی آدمی پرہیز گار ہو تو اللہ تعالیٰ اسے دوہرا اجر مرحمت فرماتے ہیں اور یہ آیت پڑھی۔

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰۤی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ

(اور تمہارے اموال اور اولاد ایسی چیز نہیں جو درجہ میں تم کو ہمارا مقرب بنا دے مگر ہاں جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے سو ایسے لوگوں کیلئے ان کے نیک عمل کا دونا صلہ ہے اور وہ بہشت کے بالا خانوں میں چین سے بیٹھے ہونگے۔

حضرت سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ اس شخص میں کوئی خیر خوبی نہیں جو اپنی حلال کمائی سے کچھ جمع نہیں کرتا۔ کہ اس سے کسی رشتہ دار کی حاجت براری کرتا صدقہ خیرات کرتا اپنی عزت نفس کی حفاظت کرتا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ زبیرؓ بن عوام کی میراث میں چار کروڑ درہم تقسیم ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی تین بیویاں تھیں۔ ایام مرض میں آپ نے طلاق دیدی وفات کے بعد دوسرے وارثوں نے اس مطلقہ بیوی کو ۸۳ ہزار کی رقم دے کر اپنا میراث کا حصہ چھوڑ دینے پر راضی کیا تھا۔ جو کل مال کا چوبیسواں حصہ تھا۔

حضرت عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ حضرت طلحہ بن عبیداللہ کی یومیہ آمدنی ایک ہزار تھی۔

فقر کی فضیلت کی دلیل

فقر کو افضل کہنے والے دلیل دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰی اَنْ رَّاٰہُ اسْتَغْنٰی (بیشک کافر آدمی حد آدمیت سے نکل جاتا ہے اس وجہ سے کہ اپنے آپ کو ﴿ابنائے جنس سے﴾ مستغنی دیکھتا ہے)۔

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ غنی اور مالداری انسان کو سرکش بناتی ہے اور ایک مقام پر ارشاد ہے۔ مَانَرَاکَ اتَّبَعَکَ اِلَّاالَّذِیْنَ ھُمْ اَرَاذِلُنَا (اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارا اتباع انہیں لوگوں نے کیا ہے جو ہم میں بالکل (رذیل ہیں) اس سے پتہ چلتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے متبعین اکثر و بیشتر فقرا ہی تھے۔

حضرت انسؓ بن مالک حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ہر کسی کا کوئی پیشہ ہوتا ہے میرا پیشہ فقر اور جہاد ہے جو ان دونوں کو پسند کرتا ہے وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے اور جو انہیں ناپسند رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ آنحضرت ﷺ کی یہ دعا نقل کرتے ہیں اے اللہ مجھ سے محبت کرنیوالے کو اتنی روزی عطا کر جو اس کیلئے کافی ہو جائے۔ اور دست سوال دراز نہ کرنا پڑے اور جو مجھ سے بغض رکھتے ہیں انہیں مال اور اولاد کی خوب فراوانی دے۔

مجاہدؒ حضرت ابن عمرؓ کا مقولہ نقل کرتے ہیں کہ بندہ جس قدر دنیا کو پاتا ہے اسی قدر اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا درجہ کم ہوتا جاتا ہے گو وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں کتنا ہی معزز ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ فقر دنیا میں مشقت اور آخرت میں مسرت کا باعث ہے اور غنی دنیا میں مسرت اور آخرت میں مشقت کا سامان ہے۔

حضرت انسؓ نبی اکرم ﷺ کی دعا نقل فرماتے ہیں اے اللہ مجھے مسکنت والی زندگی عطا فرما اور اسی حالت پر موت نصیب فرما اور مساکین کے ساتھ ہی میرا حشر فرما کسی نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ یہ دعا کیوں مانگتے ہیں۔ ارشاد فرمایا اسلئے کہ یہ لوگ جنت میں مالداروں سے چالیس برس پہلے داخل ہو جائیں گے۔

اور فضیلت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مرتے وقت غنی یہ تمنا کریگا اے کاش کہ وہ فقیر ہوتا مگر فقیر کو اس وقت یہ تمنا نہ ہوگی کہ وہ غنی ہوتا۔

فقیر کے حساب کا ہلکا ہونا

ان سب باتوں سے قطع نظر فقیر کیلئے یہی ایک فضیلت کافی ہے کہ اس کا حساب آخرت میں بالکل ہلکا پھلکا ہوگا۔ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن اپنے بندوں پر سب سے بڑا احسان اللہ تعالیٰ یہ جتلائیں گے کہ میں نے تیرے تذکرہ کو زینت بخشی تھی۔

دو مقولے

۱۔ ایک شاعر کہتا ہے کہ فقر کے تونگری سے بہتر ہونے اور مالدار کے مقابلہ میں غیر مالدار کے اچھا ہونے کی دلیل یہ ہے کہ تجھے ایسے لوگ تو ملیں گے جو دولت کے نشہ میں اللہ تعالیٰ کے باغی ہوتے ہیں مگر ناداری کی وجہ سے معصیت میں مبتلا ہونیوالا کوئی نہیں ملیگا۔

۲۔ ایک اور شاعر نے کہا ہے کہ اے فقر کو عیب لگانے والے ایسا نہ کر کیونکہ ذرا غور کر لینے سے تجھے معلوم ہو جائیگا کہ تونگری کا عیب بڑا ہے یہ حقیقت ہے تو غنی بننے کیلئے تو اللہ تعالیٰ کی معصیت اختیار کر لیتا ہے۔ مگر فقیر بننے کیلئے کبھی اسکی نافرمانی نہیں کرتا۔

آج فقر بالاتفاق افضل ہے

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فقر غنیٰ سے افضل ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ غنیٰ کوئی معیوب چیز ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ کتنے صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم غنی اور دولت مند تھے اور نبی کریم ﷺ نے ان حضرات کو اسے ترک کرنے کا حکم نہیں فرمایا۔ اگر دولت مذموم ہوتی تو آپ ضرور انہیں منع فرماتے اور ترک مال کا حکم فرماتے مگر ایسا نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ خود غنیٰ میں کوئی عیب نہیں ہاں وہ غنی عیب دار ہوتا ہے جو دولت کے نشہ میں احکام خداوندی کی مخالفت کرتا ہے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ اختلاف دور اول کا ہے جبکہ اکثر و بیشتر مال حلال کمائی سے ہوتے تھے۔ تو جب حلال کماتے اور برمحل خرچ کرتے تھے اس لئے بعض حضرات نے فرما دیا کہ یہ فقر سے افضل ہے۔ مگر آج کل جبکہ اکثر و بیشتر مال حرام مشتبہ ہیں تو یہ اختلاف نہ رہا۔ بلکہ فقر بالاتفاق افضل و بہتر ہے۔

قرض لینا

قرض ادا کرنیکا ارادہ رکھنا

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سخت ضرورت کے وقت قرض لینے میں کوئی حرج نہیں۔ جبکہ ادا کرنے کا ارادہ بھی ہو۔ اگر قرض لے رہا ہے اور دل میں ہے کہ ادا نہیں کروں گا تو یہ شخص حرام کھاتا ہے۔

مقروض کے ساتھ اللہ کی مدد ہوتی ہے

حضرت عائشہؓ کے متعلق آتا ہے کہ وہ قرض لیا کرتی تھیں کسی نے کہا آپ قرض کیوں لیتی ہیں ارشاد فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ ایسے مقروضوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہوتی ہے جو اپنے قرضہ کو ادا کرنے کا قصد رکھتا ہو تو میں چاہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مدد میرے شامل حال ہو۔

حدیث شریف

ایک روایت میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ رزق کی تلاش رکھو اگر مجبوری ہو جائے تو اللہ کے نام پر قرض حاصل کرو۔

اللہ تعالیٰ کی معیت

محمد بن علیؒ کے متعلق آیا ہے کہ وہ قرض حاصل کرتے تھے کسی نے پوچھا کہ آپ کے پاس فلاں فلاں مال ہے پھر بھی آپ قرض لیتے ہیں فرمایا حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ادائے قرض تک مقروض کے ساتھ ہوتے ہیں مجھے پسند ہے کہ اس بہانے اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل کروں۔

حدیث شریف

۱۔ جو شخص قرض لیتا ہے مگر ادائیگی کا ارادہ نہیں رکھتا وہ حرام کھاتا ہے جیسا کہ ایک حدیث

شریف میں ہے کہ جوشخص کسی عورت سے نکاح کرتا ہے اور دل میں ہے کہ مہر ادانہیں کروں گا قیامت کے دن اس کا شمار زانیوں میں ہوگا۔ اور جوشخص کوئی چیز خریدتا ہے اور نیت یہ ہے کہ اس کی قیمت دبا جائیگا وہ قیمت کا چور شمار ہوگا۔

۲۔ حضرت ابوقتادہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ جوشخص اللہ کی راہ میں شہید ہوجاتا ہے کیا اسکے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے۔ ارشاد فرمایا ہاں بشرطیکہ وہ مخلص ہو صابر ہو۔ آگے بڑھنے والا ہو واپس بھاگتے ہوئے نہ مارا گیا ہو۔ مگر اس کا قرض پھر بھی بدستور اس کے ذمہ رہیگا۔

پتھر سے وزنی چیز

لقمان حکیم فرماتے ہیں کہ میں نے بڑے سے بڑا بھاری پتھر اور لوہا اٹھایا ہے۔ مگر قرض سے زیادہ وزنی چیز میں نے کوئی نہیں اٹھائی۔

عزل کا بیان

عزل کی حقیقت

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عزل کرنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ بیوی کی جازت سے ہو۔ اور عزل کی حقیقت یہ ہے کہ بیوی سے مجامعت کے وقت انزال سے پہلے الگ ہوجائے تاکہ حمل کا استقرار نہ ہوسکے۔ یہود کے ہاں یہ عمل مکروہ سمجھا جاتا تھا۔ اور وہ اسے زندہ درگور کرنے کی ایک ادنیٰ قسم کہتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ نِسَآئُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ (تمہاری بیبیاں تمہارے لئے بمنزلہ ایک کھیت کے ہیں جس طرح سے چاہو آؤ)۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت

حضرت ابن عباسؓ سے عزل کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا اگر اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کا کوئی ارشاد مبارک ہے تو وہی معتبر ہے۔ ورنہ پھر مجھے تو فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ والی آیت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ کرنے اور نہ کرنے کا ہر طرح اختیار ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے عزل کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے کسی مرد کی پیٹھ میں کسی روح سے اپنی ربوبیت کا میثاق لے رکھا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میثاق والی روح کو ظاہر کر کے رہینگے خواہ عزل کر و یا نہ کرو۔

حدیث

۱۔ حضرت ابو سعیدؓ خدری راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عزل کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے اسی قسم کا جواب ارشاد فرمایا۔

آثار

۱۔ حضرت ابن عمرؓ سے فَأْتُوا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ کا مطلب پوچھا گیا تو فرمایا جیسے چاہو مجامعت کرو خواہ عزل کرو یا نہ کرو۔

۲۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ زبان نبوت میں جبکہ قرآن کا نزول ہو رہا تھا ہم عزل کر لیا کرتے تھے لیکن کوئی ممانعت نازل نہیں ہوئی۔

کیا گھر والوں کے رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہے

رونے پر قیامت کو عذاب ہونا یا نہ ہونا

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں علماء نے کلام کیا ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں اہل خانہ کے رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے اور دلیل حضرت ابن عمرؓ اور ابن عباس کی حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یقیناً میت کو اس کے اہل خانہ کی آہ و بکا سے عذاب ہوتا ہے اور بعض اہل علم اس کا انکار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد عالی ہے۔

ولا تزر وازرة وزر اخرى (کہ کوئی نفس کسی دوسرے کے عمل کا بوجھ نہیں اٹھائیگا)۔

۲۔ قاسم بن محمد راوی ہیں کہ حضرت عائشہؓ سے کہا کہ کیا عبداللہ بن عمرؓ رسول اللہ ﷺ کی

حدیث نقل کرتے ہیں کہ بیشک میت کو اس کے اہل خانہ کی آہ و بکا سے عذاب ہوتا ہے۔ اور یہی مضمون حضرت ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہو۔ وہ جھوٹے نہیں اور نہ ہی ایسا کہا جا سکتا ہے۔ تاہم سننے میں خطا ہو سکتی ہے۔ اور ان کی روایت کردہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس دور میں مرتے وقت لوگ اپنے اہل خانہ کو نوحہ وغیرہ کرنے کا حکم کیا کرتے تھے۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ یقیناً ایسی میت کو اس کے اہل خانہ کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ ان کو حکم دے کر گیا ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک یہودی کی قبر پر سے گزرے اس کے اہل خانہ وہاں پر رو رہے تھے آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ اسکے جانے پر رو رہے ہیں ادھر وہ اپنی قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے۔ راوی نے یہ سمجھا کہ عذاب ان کے رونے کی وجہ سے ہو رہا ہے اس کی تائید عروہؓ کی روایت سے ہوتی ہے کہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں جب حضرت ابن عمرؓ کی حدیث کا ذکر ہوا تو ارشاد فرمایا ابو عبدالرحمٰنؓ کو ذہول ہو گیا۔ آپ کا ارشاد تو یہ تھا کہ اہل میت اس کے جانے پر روتے ہیں اور وہ اپنے گناہوں کے سبب مبتلاء عذاب ہے۔

میت پر رونے کا حکم

نوحہ کرنیوالوں پر اللہ کی لعنت ہے

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نوحہ کرنا حرام ہے۔ صرف رونے میں حرج نہیں اور صبر بہر حال افضل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ (صبر کرنیوالوں کو ان کا صلہ بے شمار ہی ملے گا) حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ نوحہ کرنیوالی اور اس کے آس پاس کے سننے والے ان سب پر اللہ تعالیٰ کی فرشتوں اور سب انسانوں کی طرف سے لعنت ہوتی ہے۔

کہتے ہیں کہ حسنؒ بن حسنؓ کی وفات ہوئی تو ان کی بیوی فاطمہ بنت حسینؓ سال بھر تک ان کی قبر پر خیمہ لگائے بشکل اعتکاف بیٹھی رہی۔ سال ختم ہونے کو ہوا خیمہ اکھاڑا تو ایک جانب سے ندا سنائی دی۔ کیا ان لوگوں نے اپنا گم شدہ پالیا ہے۔ اور دوسری جانب سے جواب سنائی دیا کہ نہیں بلکہ مایوس لوٹ رہے ہیں۔

حضور ﷺ کا صاحبزادہ کی وفات پر رونا

آنحضرت ﷺ کے فرزند حضرت ابراہیمؓ کی جب وفات ہوئی تو آپ کی آنکھیں بھر آئیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا آپ نے ہمیں رونے سے منع نہیں کیا ہوا ارشاد فرمایا میں نے تمہیں حماقت اور گناہ کی دو آوازوں سے منع کیا ہے۔ ایک راگنی کی آواز کہ وہ لہو ولعب اور شیطانی ترنم ہے اور دوسری چہرہ نوچنا۔ گریبان چاک کرنا اور شیطانی واویلا کرنا۔ لیکن جو تم دیکھ رہے ہو یہ تو رحمت ہے جسے اللہ رحیم لوگوں کے قلوب میں پیدا فرماتے ہیں۔ پھر فرمایا دل غمگین ہے آنکھیں آنسو بہاتی ہیں مگر ہم ایسی بات نہیں کریں گے جو ہمارے رب کو ناراض کردے۔

رونا گناہ نہیں

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک عورت کو میت پر روتے دیکھا اور اسے منع کیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا ابوحفص اسے رونے دو کیونکہ آنکھیں روتی ہیں دل کو صدمہ ہے اور صدمہ تازہ ہے۔

حضرت حمزہؓ پر رونا

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ بنی عبدالاشہل قبیلہ کے پاس سے گزرے وہ لوگ اپنے احد کے شہدا پر رو رہے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ حمزہؓ کے سوا ہر کسی کو رونے والے موجود ہیں یہ سن کر حضور ﷺ کے در دولت پر ہجوم ہوگیا اور عورتوں نے حضرت حمزہؓ پر رونا شروع کر دیا اور خود رسول اللہ ﷺ بھی حجرہ مبارک میں رونے لگ گئے جس کی ہلکی ہلکی سی آواز باہر بھی سنائی دیتی تھی۔ ﴿اس وقت تک نوحہ کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی کہ اس موقعہ پر آنحضرت ﷺ نے آئندہ کیلئے نوحہ کی حرمت کا اعلان فرمایا تھا۔ جب کہ سیرۃ ابن ہشام [۱]

---

[۱] (علی الرض الانف (۲-۱۴۳) اور البدایہ والنہایہ (۴-۴۸) میں ہے۔ مگر یہ روایت صحیح نہیں کہ آنحضرت ﷺ خود بھی رونے لگے یہاں تک کہ آواز باہر سنائی دی تھی۔ محمد یوسف﴾۔

اہل فضل اور بزرگی والوں کا اکرام

جائز اور ناجائز اکرام

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فضیلت اور بزرگی والے حضرات کی تعظیم وتکریم کرنا ایک پسندیدہ کام ہے۔ البتہ حد سے تجاوز نہ کرے اور محض دنیاوی مفاد کی خاطر کسی دنیادار کی تعظیم کرنا جائز نہیں ۔ نبی اکرم ﷺ کا مبارک ارشاد ہے کہ جو شخص کسی مالدار کے سامنے مالی نفع کی خاطر عاجزی اور تواضع ظاہر کرتا ہے۔ اس کے دین کا دوتہائی حصہ ضائع ہو جاتا ہے۔ ہاں بزرگوں کی تعظیم ان کی شرافت اور فضیلت کی وجہ سے کرنی چاہیے۔

فضیلت کی وجہ سے اکرام

حضرت حسن بصریؒ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ میں تشریف فرما تھے۔ حضرت علیؓ آئے تو مجلس میں جگہ نہ تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے محسوس کیا اور اپنی جگہ سے ہٹتے ہوئے آواز دی۔ ابوالحسنؓ یہاں آجاؤ حضرت ابوبکرؓ کے اس عمل سے نبی کریم ﷺ خوش ہوئے اور فرمایا اہل فضل کو ہی زیبا ہے کہ وہ اہل فضل کے ساتھ ایسا سلوک کریں اور اہل فضل کی فضیلت کو فضیلت والے ہی پہچان سکتے ہیں۔

حق والوں کی قدر نہ کرنا

حضرت سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے بھائیوں کی قدر نہیں کرتا۔ اس کی مروت ختم ہو جاتی ہے۔ اور جو سلطان کی قدر نہیں کرتا اس کی دنیا خراب ہو جاتی ہے۔ اور جو شخص صلحاء کی قدر ومنزلت کی پرواہ نہیں کرتا اس کی آخرت برباد ہوتی ہے۔

حدیث

حضرت عائشہؓ آنحضرت ﷺ کا مبارک ارشاد نقل کرتی ہیں کہ وضع دار لوگوں کی غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگزر کیا کرو۔ الا یہ کہ وہ ایسے فعل کا ارتکاب کریں جس پر شرعی حد لازم آتی ہو۔ لوگوں سے ان کے درجہ کے لحاظ سے معاملہ کرو۔

روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ کے ہاں ایک سائل کا گزر ہوا فرمایا اسے روٹی کا ٹکڑا وغیرہ دیدو۔ پھر ایک ایسا آدمی آیا جو بظاہر وضعدار تھا فرمایا اسے بٹھاؤ۔ اور دستر خوان پر کھانا کھلاؤ کسی نے اس امتیازی سلوک کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں فرمایا ہے کہ لوگوں کے ساتھ ان کے درجہ اور مقام کے لحاظ سے معاملہ کرو۔

طارق بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں امام شعبیؒ کے ساتھ تھا۔ بلال بن جریر آئے آپ نے ان کیلئے تکیہ پیش کیا اور بتایا کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ کسی قوم کا بڑا آدمی تمہارے پاس آئے تو اس کا اکرام کیا کرو۔ [1]

محبت و اکرام میں اعتدال

محبت و اکرام میں حد سے تجاوز کرنا پسندیدہ نہیں کیونکہ کسی موقعہ پر حدود کی رعایت نہ کرنا آفت کا باعث بن سکتا ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اپنے دوست سے محبت اعتدال کے ساتھ رکھو۔ ممکن ہے وہ کسی دن تمہارا دشمن بن جائے۔ اور دشمن سے بھی دشمنی میں میانہ روی رکھو ہوسکتا ہے کہ وہ کسی دن تمہارا دوست بن جائے۔ ایک حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ سے بھی یہی مضمون منقول ہے۔

اہل فضل کے مقام اور مرتبہ کا لحاظ رکھو

نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی محبت میں حد سے گزر گئے۔ اور انہیں اپنا معبود اور خدا ہی بنا بیٹھے یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کی محبت میں غلو کیا اور انہیں خدا بنالیا۔

رافضیوں نے حضرت علیؓ کی محبت میں زیادتی دکھائی اور دوسروں سے بغض رکھنے لگے

عقلمند کیلئے بہتر یہ ہے کہ فضیلت والے لوگوں سے تعلق خاطر رکھے ان کے مقام و مرتبہ کا پاس رکھے ہاں افراط و تفریط سے بچے کسی صاحب علم کا مقولہ ہے کہ افراط و تفریط دونوں کے دونوں غلط ہیں کسی میں بھی خیر نہیں۔

---

[1] ﴿یہ واقعہ صفحہ ۳۳ پر گزر چکا ہے امام شعبیؒ نے جن کو تکیہ پیش کیا وہ حضرت جریر بن عبداللہؓ صحابی کے پوتے جریر بن یزید بن جریر تھے۔ محمد یوسف﴾

غیرت کا بیان

نہی عن المنکر

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مومن کو غیور ہونا چاہئے۔ کبھی کسی کی برائی کو پسند نہ کرے۔ کسی مرد یا عورت میں برائی دیکھے۔ طاقت ہو تو ہاتھ سے منع کرو ورنہ زبان سے روک ٹوک کرے یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے برا جانے۔

حدیث:

آنحضرت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ غیرت ایمان کا نشان اور دیوثی نفاق کی علامت ہے۔

دیوثی اسے کہتے ہیں کہ آدمی اپنے گھر میں بے حیائی کا موقعہ فراہم کرے اور اسے پسند رکھتا ہو۔ بعض نے یہ معنی بتایا ہے کہ مردوں اور عورتوں کو اکٹھا کر کے انہیں باہم تخلیہ کا موقعہ فراہم کرنا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ کسی شخص کا غیور نہ ہونا اس کی بدترین کمینگی ہے۔ کیا اسے حیا نہیں آتی کہ اس کی ماں یا بیوی گھر سے نکلتی اور لوگوں کے ساتھ بازاروں میں مجلسوں میں میل جول کرتی ہے۔

برائی اور بے حیائی

حضرت مغیرہؓ بن شعبہ راوی ہیں کہ ایک دفعہ حضرت سعد بن عبادہؓ کہنے لگے اگر میں کسی آدمی کو اپنی بیوی کے پاس دیکھوں تو فوراً اس پر تلوار چلاؤں۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو فرمایا کیا سعد کی غیرت تمہارے لئے تعجب کا باعث ہے۔ بخدا میں اس سے کہیں بڑھ کر غیور ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی بڑھ کر غیور ہیں اسی لئے ہر برائی و بے حیائی کو اس نے حرام قرار دیا ہے۔ خواہ ظاہر ہو یا پوشیدہ۔ اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی معذرت کو پسند رکھنے والا نہیں اسی لئے اس نے بشیر ونذیر مبعوث فرمائے اور کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر مدح کو پسند رکھنے والا نہیں اسی لئے جنت کا وعدہ فرمایا۔

حضرت علیؓ ایک دفعہ فرمانے لگے مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہاری عورتیں بازاروں میں جاتی اور نوجوانوں سے خلط ملط کرتی ہیں اللہ تعالیٰ اس مومن آدمی کا ناس کرے جسے غیرت نہیں آتی۔

دیوث کے حق میں بددعا

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نگاہ میں دیوث سے بڑھ کر کوئی شخص برا نہیں۔

آنحضرت ﷺ سے دعا یہ منقول ہے۔ اللہ تعالیٰ دیوث مرد اور دیوث عورت پر لعنت بھیجتے ہیں دیوث وہ مرد ہے جو اپنی بیوی کی بے حیائی پر راضی ہے۔ اور دیوثیہ وہ عورت ہے جو اپنے شوہر کی بدمعاشی پر راضی ہو۔

سخاوت اور بخل

حدیث

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک نقل کرتی ہیں کہ جنت سخی لوگوں کا گھر ہے اور فاسق نوجوان جو سخی ہے اللہ کو اس بوڑھے عابد سے زیادہ پسند ہے جو بخیل ہے۔

حدیث

حضرت جابر بن عبد اللہؓ نے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد مبارک نقل فرمایا کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جس پر اللہ نے وسعت فرمائی ہے اور وہ اپنے اوپر اور اپنے اہل و عیال پر وسعت سے خرچ نہیں کرتا۔

بقدر وسعت خرچ کرنا

حسنؒ فرماتے ہیں کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے حسن اخلاق سیکھتا ہے اگر اللہ تعالیٰ اس پر فراخی کرتا ہے تو یہ بھی خرچ میں وسعت کرتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ وسعت نہیں دیتے تو یہ بھی ہاتھ روکنے لگتا ہے۔

امام صاحب کا عمل

یوسف بن خالد سمتیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حجاج کی طرف سے جوتوں کے تقریباً ہزار جوڑے بطور ہدیہ موصول ہوئے آپ نے وہ سب اپنے احباب میں تقسیم کرا دیئے اور اس کے دوسرے یا تیسرے روز بعد میں نے دیکھا کہ خود اپنے بیٹے کیلئے جوتا خرید رہے ہیں۔ میں نے حیرانی سے پوچھا کہ ابھی کل کی بات ہے کہ تقریباً ہزار جوڑے کا ہدیہ آپ کو ملا اور آج یہ کیا۔ ارشاد فرمایا کہ ہدیہ کے بارے میں میرا طریقہ یہ ہے کہ سب بانٹ دیتا ہوں۔ اور صاحب ہدیہ کو اسی کے بقدر بلکہ اس کا دگنا عوض میں دے دیتا ہوں۔ خواہ کتنا ہی ہو جائے اور بانٹنے کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جب کسی شخص کو ہدیہ وصول ہو تو اس کے ہم نشین بھی اس کے ساتھ شریک ہوتے ہیں اور میرے بھائی میرے ہم نشیں ہیں۔ لہٰذا میں اکیلا نہیں رکھتا۔ بلکہ اپنا حصہ بھی انہیں ہی دینے کو جی چاہتا ہے اور ہدیہ اس لئے قبول کرتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ بھی ہدیہ قبول فرما لیتے تھے۔ اور دعوت بھی منظور فرما لیتے تھے۔ اور ہدیہ کے عوض میں بہتر چیز اس لئے دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی ہے۔ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْرُدُّوْهَا۔ اور جب تم کو کوئی سلام کرے تو اس سے اچھے الفاظ میں سلام کر دیا ویسے ہی الفاظ کہہ دو۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے ولا تنسوا الفضل بینکم۔ اور آپس میں احسان کرنے سے غفلت مت کرو۔

حضرت عائشہؓ کے متعلق آتا ہے کہ ایک عورت نے ہدیہ پیش کیا مگر آپ نے قبول نہ کیا آنحضرت ﷺ نے قبول نہ کرنیکی وجہ دریافت فرمائی عرض کیا مجھے معلوم تھا کہ اس عورت کو خود اس چیز کی زیادہ ضرورت تھی۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ایسا کیوں نہ کرلیا کہ اس کا ہدیہ قبول کر لیتی اور اس سے بہتر کوئی چیز عوض میں دے دیتی۔

اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ رزق

عطا بن یسارؒ راوی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرؓ کی طرف کوئی چیز بھیجی انہوں نے واپس کر دی آپ نے لوٹانے کی وجہ پوچھی تو عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہی نے تو ارشاد فرمایا تھا

کہ کسی سے کوئی چیز لینے میں کچھ خیر و برکت نہیں۔ ارشاد فرمایا وہ تو جب ہے کہ مانگ کر لی جائے اور جو بلا مانگے ملتی ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ رزق ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں از خود کسی سے کچھ نہیں مانگتا اور بن مانگے جو کوئی دیدیتا ہے اسے قبول کر لیتا ہوں۔

غم خواری و ہمدردی

سفیان ثوریؒ سے کسی نے غم خواری و ہمدردی کے متعلق سوال کیا، (حسرت) سے فرمایا اس راستے میں کانٹے اور خاردار جھاڑیاں اگ آئی ہیں۔ یعنی ویران اور متروک ہو چکا ہے۔

سفارش کا بیان

لوگوں کو نفع پہنچانا

جان رکھو کہ فرائض کے بعد بہترین عمل اچھی سفارش ہے۔ کسی شخص کو جب کسی سے کام ہو تو اس کی سفارش کی جائے۔ اسی طرح کسی سے ظلم دفع کرنے کیلئے سفارش کرنی چاہیے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ بہترین آدمی وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔

عمرو بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا سفارش کر کے اجر حاصل کیا کرو۔ بسا اوقات کوئی آدمی مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں ذرا رک جاتا ہوں تا کہ سفارش کر کے اجر حاصل کر لو۔

سفارش کا اجر

حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ سفارش کا ثواب اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک اس کا نفع قائم ہے۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان **وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا** (جو شخص اچھی سفارش کرے اس کو اس کی وجہ سے حصہ ملے گا) میں یہی سفارش مراد ہے۔ جو لوگ باہم ایک دوسرے کیلئے کرتے رہتے ہیں۔

روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جہاد میں جانیکے لئے

اونٹ چاہتا تھا۔ آپ کے پاس اونٹ نہ تھا اسے ایک انصاری کے پاس بھیج دیا۔ اس نے اونٹ دیدیا یہ شخص پھر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے ارشاد فرمایا کہ بھلائی کی راہنمائی کرنے والا بھلائی کرنے والے کے برابر ہی ہوتا ہے۔

ہر چیز میں صدقہ

مثل مشہور ہے کہ ہر چیز میں کچھ صدقہ ہوتا ہے اور ریاست و سرداری کا صدقہ سفارش ہے اور کمزور لوگوں سے ہمدردی کرنا ہے۔ کسی ادیب کا مقولہ ہے کہ جو شخص امراء و حکام کے پاس آمدورفت رکھتا ہے اور پھر کسی کی سفارش نہیں کرتا وہ مشکوک النسب ہے۔

مومن کی پریشانی دور کرنا

جعفر بن محمدؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داود علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ بتایا کہ میرا کوئی بندہ ایک نیکی کرتا ہے جس کی بدولت میں اسے جنت میں داخل کر دیتا ہوں۔ عرض کیا یا اللہ وہ کونسی نیکی ہے۔ ارشاد ہوا جو شخص کسی مومن کی پریشانی دور کرتا ہے خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ساتھ۔

قتل عمد کا بیان

قتل عمد کی سزا

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عمداً قتل کرنے والے کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کو دوزخ میں رہے گا۔ اور اکثر حضرات فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے عذاب دے یا مغفرت فرمادے۔

دائمی سزا کی دلیل

جو کہتے ہیں ہمیشہ دوزخ میں رہے گا ان کی دلیل یہ ہے کہ سالم بن جعد فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں تھا جب کہ ان کی بینائی جا چکی تھی ایک آدمی آیا اور کہنے لگا

آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کسی مومن کو عمداً قتل کرتا ہے۔ فرمایا جَــزَآءُہٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا کہ اس کی جزا ہمیشہ جہنم ہے جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔ وہ شخص بولا کہ اگر وہ توبہ کرلے ایمان اور اعمال صالحہ میں لگ جائے اور ہدایت پر آجائے۔ ارشاد فرمایا ایسے شخص کو ہدایت کہاں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی جس کے بعد کسی ایک آیت نے بھی اسے منسوخ نہیں کیا۔

قاتل کی توبہ

اور جو لوگ اس کی توبہ کے قبول ہونے کے قائل ہیں وہ اس لئے کہ قرآن پاک میں ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ۔ بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے۔ اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں جس کے لئے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دیں گے۔

ایک اور آیت میں ہے وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے اور جس شخص کے قتل کرنے کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے۔ اس کو قتل نہیں کرتے ہاں اگر حق ہو۔ اور اس کے بعد فرمایا اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ۔ مگر جو شرک و معاصی سے توبہ کرلے اور ایمان بھی لے آئے اور نیک کام کرتا رہے۔ تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے گزشتہ گناہوں کی جگہ نیکیاں عنایت فرمائے گا۔ اور وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا ۔ اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرڈالے تو اس کی سزا جہنم ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہتا ہے۔ کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ یہ آیت مقیس بن جبانہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس نے ایک شخص کو عمداً قتل کیا اور پھر مرتد ہوکر مکہ کی طرف بھاگ گیا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ آیت میں اس جرم کی سزا کا ذکر ہے اگر فیصلہ سزا کا ہوجائے۔ تاہم

امید ہے کہ انشاء اللہ سزا نہیں دی جائے گی۔ یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ حضرت انسؓ آنحضرت ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کسی سے کسی عمل پر ثواب کا وعدہ فرمالیں وہ تو پورا ہی فرمائیں گے اور جس کسی کو کسی عمل پر عذاب کی وعید فرمائیں اس میں اختیار ہوگا۔

خودکشی

اور جو شخص اپنے نفس ہی کو عمداً قتل کرے یعنی خودکشی کرے اس میں بھی بعض کہتے ہیں ابدی دوزخی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اللہ کی مرضی پر ہے۔

فریق اول کی دلیل

دوزخی ہونے کی دلیل حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص زہر کھا کے خودکشی کرے گا تو اسکا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا جسے وہ جہنم میں بھی کھاتا رہے گا۔ اور وہاں پر ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ اور جو کوئی لوہے کے ہتھیار سے خودکشی کرے گا تو اس کے ہاتھ میں وہ ہتھیار ہوگا جسے وہ جہنم میں بھی اپنے پیٹ میں بھی گھونپتا رہے گا اور وہاں پر ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ اور ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد مبارک ہے کہ جو شخص جس شئے کے ساتھ خودکشی کرے گا قیامت کے دن اسی شئے کے ساتھ اسے عذاب دیا جائے گا۔

فریق ثانی کی دلیل

اور جو لوگ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت مانتے ہیں ان کی دلیل یہ آیت ہے **ویغفر مادون ذلک لمن یشآء** اور اس کے سوا جتنے اور گناہ ہیں جس کیلئے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دیں گے۔ اور مذکورہ حدیث ان کے نزدیک تنبیہ وتہدید کے لئے ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے مومن پر لعنت کرنا اسے قتل کرنے کے برابر ہے۔

حدیث شریف

ابن مسعودؓ آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مومن کو گالی گلوچ کرنا گناہ ہے

اور اس سے لڑائی کرنا کفر ہے ایسے ہی مذکورہ حدیث بھی وعید وتشدید کے طور پر ہے اور ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی مشیت کے حوالے ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

اپنی چھوٹی اولاد کو بوسہ دینا

چھوٹی اولاد کو بوسہ دینا آنکھوں کی ٹھنڈک اور اجر وثواب ہے

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنے چھوٹے بچوں کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں بلکہ اجر وثواب ہے کہ یہ شفقت کا معاملہ ہے۔ اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ جو شخص ہمارے بڑوں کی تعظیم اور چھوٹوں پر شفقت ومہربانی نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اسود بن خلف کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت حسنؓ کو پکڑ کر بوسہ دیا اور اپنے صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اولاد بخل کا باعث ہے بزدلی پیدا کرتی ہے جہالت کا موجب ہے، غم وحزن کا سامان ہے۔ اشعث بن قیس کندی کی روایت میں بخل، بزدلی اور حزن کا سامان بتانے کے بعد یہ بھی فرمایا کہ یہ دل کا ثمر اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

جس کے دل میں رحم نہ ہو وہ عہدہ کے لائق نہیں

حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو کسی کام پر مقرر فرمایا ایک دن وہ شخص آیا۔ اور دیکھا کہ حضرت عمرؓ اپنے ایک بچے کو چوم رہے ہیں۔ وہ شخص کہنے لگا کہ میرے کئی بچے ہیں مگر میں نے تو کبھی کسی کو نہیں چوما۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تجھے جب چھوٹوں پر کوئی شفقت نہیں ہے تو پھر بڑوں پر کب مہربانی ہوگی ہمارا عہدہ واپس کر دو اور اسے معزول کر دیا۔

بوسہ پانچ طرح پر ہے

کہتے ہیں کہ بوسہ پانچ طرح کا ہے۔ محبت کا بوسہ جیسے والدین اپنے بچے کا رخسار چومتے ہیں۔ رحمت کا بوسہ جیسے لڑکا اپنے والدین کے سر کا بوسہ لیتا ہے۔ شفقت کا بوسہ جیسے بہن اپنے بھائی کی پیشانی پر بوسہ دیتی ہے۔ ملاقات وتحیہ کا بوسہ جیسا کہ اہل ایمان باہم ایک دوسرے

کا ہاتھ چوم لیتے ہیں۔شہوت کا بوسہ جیسے شوہر بیوی کا منہ چوم لیتا ہے۔

معانقہ کرنا

بعض اہل علم نے مردوں کو ایک دوسرے کا ہاتھ اور چہرہ چومنے کو مکروہ کہا ہے کیونکہ حضور ﷺ نے ایک دوسرے کو چومنے اور معانقہ کرنے سے منع فرمایا اور بعض حضرات جائز کہتے ہیں۔حدیث شریف میں ہے کہ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب حبشہ واپس لوٹے تو آنحضرت ﷺ اٹھے۔ان سے معانقہ کیا اور پیشانی کو چوما۔

آنحضرت ﷺ کے صحابہ کے متعلق آتا ہے کہ سفر سے واپس آتے تو ایک دوسرے سے معانقہ کرتے اور چوم لیتے تھے۔براء بن عاذبؓ آنحضرت ﷺ کا مبارک ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اولاد کا خیال رکھو کہ وہ دل کا ثمرہ اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔نیز بوڑھی اور بانجھ عورت کے نکاح سے پرہیز رکھو۔

حدیث

آنحضرت ﷺ سے منقول ہے کہ ہمارے بچے ہمارے جگر ہیں اسی سے کسی شاعر نے یہ کہا ہے کہ جس کسی کو پسند ہے کہ سطح زمین پر اپنے دل وجگر کو چلتے ہوئے دیکھے تو اپنے لڑکے کو دیکھ لے۔

دف بجانا

اختلاف:

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل علم کا اختلاف ہے بعض حضرات شادی کے موقعہ پر دف بجانا جائز کہتے ہیں۔اور بعض ناجائز۔

جائز ہونے کی دلیل

۱۔ جائز ہونے کی دلیل حضرت عائشہؓ کی یہ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نکاح کا اعلان کیا کرو اور مساجد میں اس کی مجالس منعقد کرو اور اس موقعہ پر دف بجایا کرو محمد بن حاطب آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ حلال وحرام میں امتیاز اعلانیہ

نکاح کرنے اور دف بجانے سے ہوتا ہے۔

۲۔ محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ حضرت عمرؓ دف کی آواز سنتے تو اچھا نہیں سمجھتے تھے اور دریافت فرمانے پر اگر بیاہ شادی یا ختنہ وغیرہ کا نام لیا جاتا تو درگزر فرماتے تھے۔

۳۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ ان کے پاس تشریف لائے آنحضرت ﷺ تشریف فرما تھے عید کا دن تھا۔ اور دو لڑکیاں دف بجا کر کھیل رہی تھیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے ڈانٹتے ہوئے فرمایا رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں اور تم یہ حرکت کر رہی ہو۔ آپ نے ارشاد فرمایا ابوبکرؓ جانے دو۔ ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور آج ہماری عید ہے۔

۴۔ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ میں ایک شادی میں شریک ہوئی واپس آئی تو آنحضرت ﷺ نے پوچھا تم نے بھی کچھ کہا تھا۔ عرض کیا ہاں یعنی یہ بیت کہے تھے (ترجمہ) ''ہم تمہارے ہاں آئے ہیں تمہارے مہمان ہوئے ہیں لہٰذا تم ہمیں سلام کہو۔ ہم تمہیں سلام کہیں گے اگر سیاہ عجوہ کھجور نہ ہوتی تو ہم تمہارے پاس نہ آتے''۔

آپ نے مصرعہ کو بدلتے ہوئے فرمایا یوں کیوں نہ کہا اگر رحمٰن کی طاعت لازم نہ ہوتی تو ہم تمہارے یہاں نہ آتے۔

۵۔ عکرمہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے اپنے بیٹوں کے ختنوں پر گانے والوں کو بلایا اور انہیں پانچ درہم دیئے۔

مکروہ ہونے کی دلیل

جو حضرات مکروہ کہتے ہیں ان کی دلیل آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد مبارک ہے کہ مومن کے لئے ہر کھیل تماشہ باطل ہے۔ سوائے تین چیزوں کے۔ اپنے گھوڑے کو تربیت دینا۔ تیراندازی کی مشق کرنا۔ اہل خانہ سے دل لگی کرنا۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ایک غزوہ سے واپس تشریف لائے تو ایک عورت حاضر خدمت ہوئی اور عرض کیا کہ میں نے نذر مانی تھی کہ

آپ بسلامت واپس تشریف لائیں گے تو دف بجاؤں گی۔ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا اگر واقعی نذر مان رکھی ہے تو پوری کر لے ورنہ رہنے دے۔ عرض کیا واقعی نذر مانی ہوئی ہے ارشاد فرمایا پوری کرو۔ عورت نے دف بجانا شروع کیا۔ حضرت ابوبکرؓ تشریف لے آئے اور وہ دف بجاتی رہی۔ پھر حضرت عمرؓ تشریف لائے تو اسے چھپا کر بیٹھ گئی۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا عمرؓ! میرا خیال ہے کہ شیطان تجھ سے بھاگتا ہے۔

ف: غرض یہ کہ اس روایت میں بلا عذر کے دف بجانے سے منع معلوم ہوتا ہے اور جس روایت میں نکاح پر دف بجانے کا ذکر ہے اس سے مراد نکاح کا اعلان اور تشہیر ہے بالخصوص دف بجانا ہی مراد نہیں ہے۔

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں دف کے ساتھ گھنٹیاں اور پیتل کی گول پلیٹیں بھی لٹکائی گئی ہیں وہ بھی ساتھ ہی بجتی ہیں۔ ایسی دف بجانا بالاتفاق ناجائز ہے پیچھے جو اختلاف مذکور ہوا ہے وہ پہلے زمانے کی سادہ دف کے متعلق تھا۔

امر بالمعروف

امر بالمعروف واجب ہے

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امر بالمعروف واجب ہے کیوں کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۔ آیت میں امر بالمعروف کے ترک کر دینے پر ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے ایک اور آیت میں ہے كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔

حدیث

پیغمبر ﷺ کا ارشاد مبارک ہے بھلائی کا حکم ضرور دیتے رہو اور برائی سے ضرور روکتے

رہو ورنہ تمہارے بدترین لوگوں کو اللہ تعالیٰ تم پر مسلط فرمادے گا پھر تمہارے نیک لوگ دعائیں بھی مانگیں گے تو قبول نہ ہوں گی۔

امر بالمعروف کے درجے

امر بالمعروف کے مختلف درجے ہیں۔ اگر غالب گمان یہ ہے کہ کہنے پر نیکی کو قبول یا روکنے پر برائی کو چھوڑ دے گا۔ تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے ترک کرنا جائز نہیں۔ اور یہ ظن غالب ہے کہ کہنے پر ماننے کی بجائے گالی گلوچ وغیرہ کی نوبت آئے گی۔ تو نہ کہنا افضل ہے اسی طرح اگر یہ علم ہو کہ ان کی مار پٹائی پر صبر نہیں کر سکے گا اور باہم عداوت اور مخاصمت شدت پکڑ جائیں گی۔ تو تبلیغ نہ کرنا ہی بہتر ہے اور اگر یقین ہے کہ ماریں گے تو صبر کرلوں گا اور کوئی شکوہ شکایت نہ کروں گا۔ تو اس صورت میں برائی کو روکنے میں جرم نہیں بلکہ یہ شخص مجاہد ہے اور اس کا عمل انبیاء علیہم السلام والا عمل ہے۔

اور اگر اتنا معلوم ہے کہ لوگ ماننے والے نہیں ہیں مگر ان کی طرف سے کسی قسم کی ضرب وشتم کا بھی خطرہ نہیں۔ اس صورت میں اختیار ہے چاہے تو کوئی کلمہ خیر کہہ دے چاہے ترک کر دے۔ مگر کہہ دینا افضل ہے۔

حدیث

حضرت ابو سعید خدریؓ حضور ﷺ کا ارشاد مبارک نقل کرتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص جب کسی برائی کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے ہٹا دے۔ یہ نہ کر سکے تو زبان سے ہٹائے۔ یہ بھی نہ کر سکے تو دل سے برا جانے یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے یعنی اہل ایمان کا یہ کمزور ترین عمل ہے۔

آفات سے حفاظت

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شہر میں چار شخص رہتے ہوں۔ تو وہاں کے لوگ آفات سے محفوظ رہتے ہیں۔ امام عادل جو کسی پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا۔ ۲، عالم دین جو راہ ہدایت پر گامزن ہو۔ ۳، ایسے مشائخ جو بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہوں اور قرآن پڑھنے

پڑھانے کی ترغیب دیتے ہوں۔۴، اور ایسی عورتیں جو دور جاہلیت کی طرح کھلے بندوں باہر نہ پھرتی ہوں۔

ف: بعض علماء فرماتے ہیں کہ ہاتھ سے امر بالمعروف کرنا حکام کا فریضہ ہے اور زبان کے ساتھ کرنا علماء کا اور قلب کے ساتھ عوام الناس کا۔

نکاح کا بیان

نکاح کے بارے میں اختلاف علماء

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نکاح کے متعلق بعض علماء کا ارشاد ہے کہ نکاح کرنا فرض ہے۔ اور بعض سنت بتاتے ہیں اور ہمارا قول یہ ہے کہ نفس کی رغبت ہو تو نکاح کر لینا افضل ہے۔ بشرطیکہ وسائل موجود ہوں۔ اور اگر نفس کا تقاضہ نہ ہو تو اختیار ہے۔ چاہے نکاح کرے چاہے نہ کرے اور عبادت میں مشغول رہے اور یہی افضل ہے۔

فرض ہونے کی دلیل

فرض کہنے والوں کے سامنے آنحضرت ﷺ کی یہ حدیث ہے کہ آپ نکاح کا حکم فرماتے تھے اور تجرد کی زندگی کو شدت کے ساتھ منع فرمایا کرتے۔ اور ارشاد فرمایا کہ ایسی عورتوں سے نکاح کرو جو خوب محبت کرنے والی کثیر اولاد جننے والی ہوں کہ تمہارے ذریعے میں قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام سے کثرت تعداد میں آگے ہو جاؤں گا۔

سنت ہونے کی دلیل

نکاح کو سنت کہنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عکاف بن دواعہ سے دریافت فرمایا کہ تمہاری بیوی ہے عرض کیا نہیں۔ ارشاد فرمایا لونڈی ہے۔ عرض کیا نہیں۔ ارشاد فرمایا تو نوجوان ہے اور مالدار بھی ہے۔ عرض کیا بیشک اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ ارشاد فرمایا بس پھر تو شیطان کا ساتھی ہے یا عیسائیوں کا راہب اگر تو ہمارا ہے تو ہمارا طریقہ اختیار کر اور وہ نکاح ہے۔

ضرورت نہ ہوتو عبادت میں لگنا افضل ہے

اگر نفس کا تقاضہ نہ ہوتو عبادت میں لگنا افضل ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی یحییٰ علیہ السلام کی مدح کرتے ہوئے فرمایا وسیدا وحصورًا ونبیا من الصالحین ۔اور حصور اس کو کہتے ہیں جو طاقت کے باوجود عورتوں سے اجتناب رکھتا ہے یعنی انہوں نے اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہو کر شہوانی تقاضوں کو مغلوب کرلیا۔

دیندار عورت سے نکاح کرو

جب نکاح کا ارادہ ہوتو دین دار عورت سے نکاح کرنا چاہئے ۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ نکاح کسی عورت کے مال کی وجہ سے کیا جاتا ہے یا حسن و جمال کی وجہ سے یا اس کے دین کی وجہ سے تیرے ہاتھ خاک آلودہ ہوں کسی دیندار عورت کو تلاش کرنا۔

حدیث

حضرت علیؓ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں کہ فرمایا گندی جگہ کے سبزہ سے بہت بچو۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ وہ کیا ہے۔ارشاد فرمایا ایسی عورت جو بظاہر حسین و جمیل ہے مگر بدباطن ہے۔

مقولہ: کسی دانا کا قول ہے کہ بہترین عورت وہ ہے جو دور سے خوش منظر ہے۔قریب سے جاذب نظر ہے جس نے نعمتوں میں پرورش پائی ہے اور سردست حاجت مند ہے اس میں نعمتوں کا اثر بھی ہوگا اور اپنی حاجت کی عاجزی بھی۔

کسب کا بیان

کسب کے بارے میں اختلاف

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض حضرات کسب کے مشغلہ کو مکروہ سمجھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہر انسان کو اپنے رب کی عبادت میں لگنا اور اسی پر توکل رکھنا واجب ہے اور عام اہل

علم فرماتے ہیں کہ اس قدر کسب اختیار کرنا واجب ہے جو اپنے لئے اور اپنے اہل وعیال کے لئے کفایت کر سکے اور اس سے زائد میں مشغول ہونا مباح ہے مگر عبادت میں لگنا افضل ہے۔ اور قدر کفایت سے زائد میں مشغول ہونا حرام نہیں۔ جب تک کہ اس سے فخر وریا مقصود نہ ہو اور نہ ہی اس کی وجہ سے فرائض میں کوتاہی کرتا ہو۔

مکروہ کہنے والوں کی دلیل

اور جو حضرات کسب میں مشغول ہونے کو مکروہ کہتے ہیں ان کی دلیل یہ آیت ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اپنی عبادت کیلئے بنایا ہے۔ لہٰذا کسب کی بجائے اسی میں لگنا چاہئے۔ آنحضرت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نہ مال جمع کرنے کا حکم بھیجا نہ تاجر بننے کا۔ البتہ یہ حکم فرمایا کہ اپنے رب کی حمد وتسبیح کہا کرو اور سجدہ کرنے والوں میں سے بنو اور آخر دم تک اپنے رب کی عبادت میں لگے رہو۔

جواز کسب کی دلیل

اور جو لوگ بقدر کفایت کسب معاش کو واجب کہتے ہیں ان کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر کچھ فرائض لازم قرار دیئے ہیں۔ اور ان فرائض کی ادائیگی لباس اور جسمانی قوت کے بغیر ممکن نہیں اور ان کیلئے کسب کرنا ہی ہوگا اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد عالی ہے۔ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ۔

حدیث شریف

اور ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ کپڑے کا کاروبار کیا کرو کہ تمہارے باپ یعنی ابراہیم علیہ السلام یہی مشغلہ رکھتے تھے عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں جو شخص بازار کو چھوڑ دیتا ہے اس کی مروت جاتی رہتی ہے اور اخلاق بگڑ جاتے ہیں ابراہیم بن یوسفؒ فرماتے ہیں بازار سے رابطہ رکھو کہ یہ عزت کا ذریعہ ہے۔

ترک کسب کے اسباب

کہتے ہیں کہ ترک کسب تین وجہ سے ہوتا ہے۔ سستی کی وجہ سے۔۲، تقویٰ کی وجہ سے۔ ۳، عار اور شرمندگی کی وجہ سے۔ سستی کی وجہ سے چھوڑنے والے کو سوال کرنا پڑے گا۔ اور تقویٰ والے کو کہیں سے طمع پیدا ہوگی اور عار والا چوری میں مبتلا ہوگا۔

لاعلاج چیزیں

مشہور ہے کہ تین چیزوں کا علاج نہیں۔ ۱، ایسی بیماری جس کے ساتھ بڑھاپا بھی ہو۔ ۲، وہ عداوت جس میں غصہ شامل ہو۔ ۳، اور ایسا فقر جس کے ساتھ سستی مخلوط ہو۔

مقولہ

حکیم ابوالقاسم فرماتے ہیں کہ کسب حلال فاقہ مند شریف انسان کا جمال ہے کمزور نادار انسان کے لئے پردہ ہے اور احمق کینہ پروروں کی زبان بند کرتا ہے۔

کہتے ہیں کہ ہر شے کا زیور اور زینت ہے اور نوجوان کی زینت اور زیور یہ ہے کہ اپنے کام میں لگا رہے۔

چھ پسندیدہ خصلتیں

کہتے ہیں کہ چھ خصلتیں ایسی ہیں جن کی بدولت آدمی سردار بن جاتا ہے تین گھر کے باہر کی اور تین اندر کی۔ باہر کی تین میں سے پہلی خصلت یہ ہے کہ اہل علم سے استفادہ کرے (یعنی علم سیکھے) دوسری یہ کہ پرہیزگاروں سے ہمنشینی رکھے۔ تیسری یہ کہ اپنے لئے اور اہل وعیال کیلئے حلال ذریعہ سے روزی کمائے اور گھر والی خصلتوں میں سے پہلی یہ ہے کہ اہل علم سے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ اہل خانہ کو سناتا اور سکھاتا رہے۔ دوسری یہ کہ پرہیزگار لوگوں میں جو کچھ دیکھا۔ خود ویسا بننے کی کوشش کرے تیسری یہ کہ اہل وعیال کیلئے لباس وطعام میں مقدور بھر وسعت اور فراخی رکھے۔

طب کا بیان

علم طب

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آدمی کو اس قدر طب جاننا بہتر اور مستحب ہے تا کہ وہ طبیعت کی مخالفت یا مضر چیزوں سے بچ سکے۔

حکماء کا قول ہے کہ علم دو طرح ہے ہیں علم ادیان وعلم ابدان۔ جس طرح ایک آدمی کو اس قدر علم سیکھنا ضروری ہے کہ وہ اپنے دینی امور کو درست رکھ سکے ایسے ہی علم طب بھی اتنا حاصل کرنا ضروری ہے جس سے اپنے بدن کو درست رکھ سکے۔ اور مضر اشیاء سے بچ سکے۔ کیونکہ بدن کیلئے مضر اشیاء سے بچنا مروت میں داخل ہے اور اہل طب کا اس بات پر اتفاق ہے پرہیز سے بڑھ کر کوئی علاج نہیں۔

ایک صحابی کا ارشاد

روایت ہے کہ ایک صحابیؓ نے کسی شخص سے کہا کیا تجھے ایسی طب نہ بتاؤں جس سے سب اطباء عاجز ہیں اور ایسا علم جس سے تمام علماء عاجز ہیں اور ایسی حکمت جس سے تمام حکماء عاجز ہیں۔ وہ شخص بولا ضرور بتایئے۔ فرمایا وہ طب جس سے تمام اطباء عاجز آچکے ہیں یہ ہے کہ خوب بھوک لگنے پر دستر خوان پر آؤ۔ اور ابھی طلب باقی ہو تو اٹھ جاؤ۔ اور جس علم نے علماء کو عاجز کر دیا ہے۔ یہ ہے کہ جب کسی شے کے متعلق سوال ہو تو اللہ اعلم کہہ دو۔ اور جس حکمت نے حکماء کو تھکا دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ کسی مجلس میں جاؤ تو چپ بیٹھو۔ اگر وہ کسی خیر میں لگیں تو ساتھ شریک ہو جاؤ۔ اور اگر کسی شر میں لگیں۔ تو اٹھ کر چلے جاؤ۔

طویل عمر کا سبب

پہلے لوگوں میں سے ایک طویل العمر شخص سے کسی نے پوچھا کہ آپ کی عمر طویل ہونے کا باعث کیا ہے۔ کہا! اس لئے کہ ہم جب کوئی شے پکاتے ہیں تو خوب گلاتے ہیں اور چباتے ہیں تو آٹے کی طرح پیستے ہیں اور پیٹ نہ پورا بھرتے ہیں نہ بالکل خالی رکھتے ہیں۔

ہدایت

کہتے ہیں کہ صبح کے کھانے کے بعد کچھ لیٹنا۔ اور شام کے کھانے کے بعد کچھ چلنا پھرنا بہت زیادہ مفید ہے مثل مشہور ہے کہ دوپہر کے کھانے کے بعد کچھ لیٹ جانا خوب ہوشیار کرتا ہے اور رات کو کھانے کے بعد چہل قدمی کر لینے والا خوب سوتا ہے۔

نسیان پیدا کرنیوالی چیزیں

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ پانچ چیزیں نسیان پیدا کرتی ہیں۔ کھٹا سیب کھانا۔ کھڑے پانی میں پیشاب کرنا۔ گدی میں پچھنے لگوانا۔ جوؤں کو مٹی میں ڈالنا۔ چوہے کا جوٹھا پینا۔ کہتے ہیں کہ قبروں پر لگی ہوئی تختیاں پڑھنا۔ دھنیا کھانا۔ قطار کے دو اونٹوں کے درمیان چلنا۔ اور دو عورتوں کے درمیان چلنا بھی نسیان پیدا کرتا ہے۔

مسواک کے فائدے

حضرت ابن عباسؓ آنحضرت ﷺ کا مبارک ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ مسواک کی پابندی کیا کرو۔ اس میں دس خوبیاں ہیں منہ کو صاف کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ ہے۔ فرشتے خوش ہوتے ہیں۔ نگاہ کو تیز کرتی ہے۔ دانت سفید ہوتے ہیں۔ مسوڑھے مضبوط ہوتے ہیں۔ دانتوں کے امراض کی شفا ہے۔ کھانا ہضم ہوتا ہے۔ بلغم ختم ہوتا ہے۔ ملائکہ ملاقات کرتے ہیں۔ نماز کا اجر بڑھتا ہے اور شیاطین ذلیل ہوتے ہیں۔

زرد جوتا اور عقیق کی انگوٹھی پہننا

کہتے ہیں کہ زرد جوتا پہننے والا قابل رشک ہوتا ہے اور مسرت میں رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ. آنحضرت ﷺ سے مروی ہے کہ جو شخص عقیق کی انگوٹھی پہنتا ہے ہمیشہ برکت اور سرور میں رہتا ہے۔

فقر پیدا کرنیوالی چیزیں

کہتے ہیں کہ جھاڑو کی بجائے کپڑے سے صفائی کرنا فقر کا باعث ہے کسی کو ''جاگ'' نہ

دینا۔اور گھر سے مکڑی کے جالوں کا صاف نہ کرنا بھی فقر لاتا ہے۔اور اصطبل سے مکڑی کے جالے صاف نہ کرنے سے جانور دبلے اور کمزور پڑ جاتے ہیں۔

نظر کیلئے مفید چیزیں

کہتے ہیں کہ سبزہ پر نگاہ لگانا۔ جاری پانی ۔حسین چہرہ اور والدین کا چہرہ دیکھنا اور نماز میں سجدہ کی جگہ پر نظر لگانا۔لیموں اور سرخ کبوتر کی طرف دیکھنا نظر کیلئے مفید ہے۔

سردی میں آگ کے فوائد

کہتے ہیں کہ سردی میں آگ کی پانچ خوبیاں ہیں سردی کو ہٹاتی ہے۔چہرے کو نکھارتی ہے کھانا خوشگوار کرتی ہے۔تھکاوٹ وغیرہ کو دور کرتی ہے۔وحشت کو انس سے بدلتی ہے۔

کھانے کے بارے میں حضرت علیؓ کا ارشاد

حضرت علیؓ فرماتے ہیں جو شخص لمبی زندگی چاہتا ہے وہ صبح کو کھانا جلد کھائے اور شام کو دیر سے کھائے۔اپنی چادر ہلکی رکھے اور عورتوں سے میل جول کم رکھے۔پوچھا گیا کہ ہلکی چادر سے کیا مراد ہے فرمایا! قرض کم لیا کرے۔

کھانے پینے میں مضر چیزوں سے پرہیز رکھنا

کھانے پینے کا مختلف موسموں میں اثر

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ موسم خریف اور سردی کے ایام میں کھانے کو سنبھالنے کی بدنی قوت کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ ان دنوں میں معدہ میں حرارت ہوتی ہے۔اور کھانا خوب ہضم ہوتا ہے اور اس کے برعکس موسم ربیع اور گرمی کے ایام میں معدہ اپنی برودت کی وجہ سے زیادہ کھانا برداشت نہیں کرتا اور اس کی قوت ہاضمہ بھی کمزور پڑ جاتی ہے کہتے ہیں کہ گرمی کے موسم میں ٹھنڈا پانی بکثرت پینے کا وہ نقصان نہیں۔جو سردی میں ہوتا ہے لہٰذا سردی میں ٹھنڈا پانی کم پینا چاہیے۔اور رات کے وقت ایک دفعہ سو لینے کے بعد پانی پینے سے پرہیز کرنی چاہئے۔اس

سے معدہ میں برودت پیدا ہوتی ہے۔ اور کئی ایک بیماریوں کا خطرہ ہو جاتا ہے الا یہ کہ آدمی بیمار ہو یا طبیعت میں حرارت کا غلبہ ہو۔

سونے کے وقت ہدایات

جب کوئی شخص سونے کا ارادہ کرے اور معدہ کھانے سے پر ہو۔ تو بہتر یہ ہے کہ پہلے سنت کے مطابق دائیں کروٹ پر لیٹ جائے پھر بائیں کروٹ بدل لے کہ اس سے کھانا خوب ہضم ہوتا ہے اور حرکت کرنا اور کروٹ بدلنا اس میں اور زیادہ مفید ہے۔ ویسے آدمی کو بھرے معدہ سونا اچھا نہیں۔ اس سے سنگدلی پیدا ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ نماز کے ذریعہ اپنے کھانے کی تحلیل کر لیا کرو اسی طرح پر معدہ نہ سویا کرو۔ ورنہ تمہارے دل سخت ہو جائیں گے۔

۲۔ نیز آدمی کو بلاوجہ پیٹ کے بل بھی نہ ہونا چاہئے۔ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک آدمی کو پیٹ کے بل لیٹے ہوئے دیکھا۔ آپ ﷺ نے ٹھوکر مارتے ہوئے فرمایا یوں مت لیٹو۔ ایسا لیٹنا اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ اور اگر کوئی شخص خوب پیٹ بھرنے کی وجہ سے تکلیف کا خطرہ محسوس کرتا ہے تو پیٹ کے نیچے تکیہ رکھ کر لیٹ جانے میں حرج نہیں۔ کہ یہ معذور ہے اور بوقت ضرورت گنجائش نکل ہی آتی ہے تاہم ایسے شخص کو اتنا زیادہ کھانے پر توبہ کرنی چاہئے۔

پانی پینے کے بارے میں ہدایات

کہتے ہیں کہ کھانے سے پہلے ٹھنڈا پانی پینا معدہ کی حرارت کو کم کرتا ہے اور کھانے کے بعد پینا معدہ کو گرم اور بدن کو موٹا کرتا ہے اور کوئی پھل مثلاً سیب زرد آلو، انگور، منقی وغیرہ کھانے کے بعد پانی نہ پینا چاہئے۔ اس سے معدہ میں فساد پیدا ہوتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ جو کچھ بھی کھایا جائے اسکے ایک دو گھنٹہ بعد پانی پیا جائے۔ اس سے مضرت کا اندیشہ کم ہو جاتا ہے۔

۲۔ گرم چاول یا کوئی میٹھی چیز کھانے کے بعد ٹھنڈا پانی دانتوں کو نقصان دیتا ہے ایسے وقت ایک دو لقمے روٹی کے کھا کر پانی پئے۔ اس سے مضرت کم ہو جاتی ہے۔

کھانے پینے میں بعض بے احتیاطیاں

کہتے ہیں کہ گرم روٹی مچھلی کے ساتھ کھانے سے پیٹ میں کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔ و بروس بن المقفع چوتھی صدی کا عیسائی طبیب تھا۔ کہتے ہیں جو شخص چالیس روز تک پیاز استعمال کرے اور اس کے چہرے پر چھائیاں نمودار ہونے لگیں تو اسے اپنے آپ کو ہی ملامت کرنی چاہیے۔ اور کہا کہ فصد کرانے کے بعد کوئی نمکین چیز کھالی۔ جس سے کھجلی محسوس ہونے لگے تو بھی اپنے ہی کو ملامت کرے۔ اور جو شخص مچھلی اور انڈہ پیٹ میں جمع کرتا ہے اور پھر نقرس کے درد یا فالج میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تو اپنے نفس کو ہی ملامت کرے۔ اور کہا! کہ جو آدمی اپنے پیٹ میں نبیذ اور دودھ جمع کرتا ہے اور برص میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسے بھی اپنے آپ کو ہی ملامت کرنی چاہئے۔ اور کہتے ہیں کہ آدمی کھانا کھائے تو پانی کھانے سے فارغ ہو کر پیئے اس سے نقصان کم ہوگا۔

کہتے ہیں کہ مچھلی بکثرت کھانا بینائی کیلئے مضر ہے اور پیٹ میں دودھ کے ساتھ ساتھ کوئی سبزی یا کھٹی چیز جمع کرنا بھی مناسب نہیں۔ اور کہتے ہیں کہ دودھ اور پھلوں کا اکٹھا استعمال بھی ٹھیک نہیں اور کھانے سے قبل پھل کا استعمال اتنا مضر نہیں جتنا کہ بعد میں ہے۔

کنویں اور نہر کا پانی بھی بیک وقت پیٹ میں جمع نہ ہونا چاہیے۔ ہاں پہلا پیا ہوا ہضم ہو جائے تو مضائقہ نہیں اور بار بار گھڑی گھڑی کھاتے رہنا بھی ٹھیک نہیں۔ کھانے کا ایک وقت مقرر ہونا چاہئے۔ تھوڑا تھوڑا کھانے سے جب پہلا کھانا ہضم ہونے سے پہلے پیٹ میں جائے گا تو معدہ کمزور پڑ جاتا ہے۔

کہتے ہیں کہ چار چیزیں ایسی ہیں جن کی تعریف انجام دیکھ لینے کے بعد کی جاتی ہے ان میں سے ایک کھانا ہے کہ جب تک ہضم نہیں ہوتا۔ قابل مدح نہیں۔ اور مجاہد جب تک لوٹ کر نہیں آتا۔ اور کھیتی جب تک پک نہیں جاتی اور عورت جب تک مر نہیں جاتی۔

کھانے کی مضر اشیاء

مشہور ہے کہ سخت گرمی کے اوقات میں گوشت کا بکثرت استعمال کئی ایک امراض

کا باعث ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ بدن کے لئے سب سے زیادہ مضر روٹی وہ ہے جو بہت ہی گرم ہو جیسے پکتے وقت اور سب سے کم مضرت والی روٹی وہ ہے جس میں ایک رات گزر چکی ہو۔ بشرطیکہ سخت نہ ہوگئی ہو۔ اور جسم کیلئے مضر گوشت بدن کے نچلے حصے والا ہوتا ہے۔ اور کم مضرت والا وہ ہے جو بدن کے اوپر والے حصے اور سر کے قریب کا ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ کہ بھرے معدہ کچا ناریل کھانے سے بدہضمی ہوتی ہے اور روٹی کے ساتھ بادام کا استعمال یا تنہا بادام ہضم میں تاخیر پیدا کرتا ہے۔ ایسے ہی تازہ یا بلا خمیر روٹی بھی دیر سے ہضم ہوتی ہے۔ توت یا زرد آلو نہار منہ کھانے میں حرج نہیں۔ مگر کھانا کھانے کے بعد بیماری کا موجب ہے جب تک کہ خوب بھوک نہ لگ جائے (نہ کھائے) اور زرد آلو اگر کچا ہو تو معدہ کو کمزور کرتا ہے کھجور منقی اور دیگر میٹھی چیزوں کا بکثرت استعمال مسوڑوں کو خراب کرتا ہے۔ اور انجیر زیادہ کھانے سے جوئیں پیدا ہوتی ہیں اور نمکین اشیاء کا بکثرت استعمال بینائی کیلئے مضر ہوتا ہے۔

جب آدمی سفر میں ہو کسی شہر میں پہنچے تو پہلے کچھ سرکہ اور پیاز کا استعمال کرے تا کہ وہاں کا پانی نقصان نہ پہنچائے۔ اور پیاز بکثرت استعمال کرنے سے بلغم پیدا ہوتی ہے۔ آنکھوں میں سیاہی آنے لگتی ہے کہ تیز اور کھٹی اشیاء بڑھاپا لاتی ہے۔ آدمی کو چکنائی سے پرہیز نہ کرنی چاہئے کہ یہ عقل کیلئے مفید ہے۔ اور مٹھائی حلم پیدا کرتی ہے۔ مگر اس کی کثرت دانتوں کو مضر ہے کہتے ہیں کہ مسور قلب میں رقت پیدا کرتے ہیں۔ اور خون کو صاف البتہ زیادہ استعمال دانتوں کو مضر ہے اور کدو دماغی قوت بڑھاتا ہے۔

حضرت علیؓ کا مقولہ ہے کہ کھانے کی ابتداء اور انتہا نمکین چیز پر ہو تو اللہ تعالیٰ ستر قسم کی امراض سے حفاظت فرماتے ہیں۔ نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ روزانہ عجوہ کھجور کے سات دانہ کا استعمال پیٹ کے تمام کیڑوں کو ختم کر دیتا ہے۔ اور جو شخص روزانہ تازہ منقی کے اکیس دانے کھاتا ہے۔ وہ مرض الموت کے سوا کوئی جسمانی مرض نہ دیکھے گا۔ اور کہتے ہیں کہ گوشت کھانے سے گوشت پیدا ہوتا ہے۔ اور ثرید عرب کا مرغوب کھانا ہے۔ اور گائے کا گوشت بیماری ہے۔ اس کا

دودھ شفا ہے۔اس کا گھی دوا ہے۔اوراس کی چربی سے اس کے بقدر بیماری کا اخراج ہوتا ہے۔اور مچھلی بدن کو پگھلاتی ہے۔ یہ سب باتیں حضرت علیؓ کے فرمودات ہیں۔

اور شہوانی قوت تازہ کھجور سے بڑھ کر کسی شے میں نہیں۔ کہتے ہیں کہ خوشبو دماغی قوت کو بڑھاتی ہے۔اور بینائی کی کمی دور کرتی ہے۔ تاہم کثرت استعمال پسندیدہ نہیں کہ اس سے خشکی پیدا ہوتی ہے۔البتہ کافور اور گلاب ایسے نہیں اور کہتے ہیں کہ گلاب بڑھاپا لاتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نرم لباس خون بڑھاتا ہے کھر درا لباس خون چوستا ہے۔اور یہ بھی مشہور ہے کہ زیادہ خوشی شدت غم کی نسبت زیادہ خطرناک ہے۔ کیونکہ مسرت کی تاثیر میں برودت ہے۔ اور برودت حرارت کی نسبت زیادہ مہلک ہے۔اور غم کی تاثیر گرم ہے۔ کہ وہ جگر سے پیدا ہوتا ہے۔

جماع کا بیان

ہم بستری کے بعد استنجاء کرنا

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن مقفع کا قول ہے کہ جو شخص ہمبستری کے بعد پانی سے استنجاء نہیں کرتا۔اور پتھری کی تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔تو اسے اپنے نفس ہی کو ملامت کرنی چاہیے۔لیکن فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ استنجاء کر لینا گو جسمانی صحت کیلئے مفید ہے۔ نہ کرے تو امید ہے کہ نقصان نہ ہوگا۔ کیونکہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ بحالت جنابت بلا استنجاء کئے بعض دفعہ سو جایا کرتے تھے۔

پاگل یا کم عقل بچہ پیدا ہونا

ابن مقفع کا یہ بھی قول ہے کہ جس کو احتلام ہوا۔اور غسل کئے بغیر اس نے اپنی بیوی سے ہمبستری کی اور بچہ پاگل یا کم عقل پیدا ہوا تو اپنے نفس کو ہی ملامت کرے۔

اور کسی نادان کا یہ کہنا مناسب نہیں کہ مجھے کئی بار ایسا اتفاق ہوا ہے مگر کوئی مضرت نہیں دیکھی۔اس لئے کہ چور اگر پہلی بار ہی پکڑا جائے تو چوری ہی ختم ہو جائے۔اور پہلی بار ہی اگر کوئی بیماری میں مبتلا ہو جائے تو دنیا میں کوئی تندرست باقی نہ رہے۔

جماع کے فوراً بعد نہانا یا استنجاء کرنا

مشہور ہے کہ جماع کے فوراً بعد ٹھنڈے پانی سے نہانا نہیں چاہیے۔ کہ اس سے بخار کا خطرہ ہے۔ مناسب ہے کہ فارغ ہونے کے بعد استنجاء کرلے اس لئے کہ اس میں جسمانی صحت اور عافیت ہے۔

جماع میں اعتدال

کہتے ہیں کہ گرمی اور خریف کے موسم میں جماع کی کثرت مضر ہے۔ مگر سردی اور ربیع کے موسم میں چنداں مضر نہیں۔ البتہ اعتدال میں عافیت وسلامتی ہے۔

اولاد کا کند ذہن اور ذہین ہونا

خالی پیٹ جماع سے وہ مضرت نہیں ہوتی جو پر معدہ ہونے کی صورت میں ہے۔ کہتے ہیں کہ بھرے پیٹ جماع کرنے سے پیدا ہونے والی اولاد بھاری طبیعت اور ثقیل مزاج (کند ذہن) ہوتی ہے۔ اور خالی پیٹ جماع کرنے سے ہلکی پھلکی طبیعت چست چالاک یعنی ذہین اولاد پیدا ہوتی ہے۔

چار نقصان دینے والی چیزیں

آخر شب میں جماع کرنا اول شب کی بہ نسبت بہتر ہوتا ہے۔ کیونکہ اول شب میں معدہ بھرا ہوا ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ چار چیزیں عمر کو خراب بلکہ ختم کر دیتی ہیں۔ بھرے معدہ حمام میں جانا، خشک گوشت کھانا۔ بھرے معدہ جماع کرنا، بوڑھی عورت سے جماع کرنا۔

نوٹ: ا۔ کہتے ہیں کہ جماع سے فارغ ہو کر سیدھے پاؤں کھڑے نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ دائیں کروٹ لیٹنا چاہیے۔ کہ یہ جسمانی صحت کیلئے مفید ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ ایسا کرنے سے انشاءاللہ بچہ پیدا ہوگا۔

۲۔ جب تک عورت میں شہوت کے جذبات وکیفیت کو محسوس نہ کرے جماع نہیں کرنا

چاہئے کہ اس سے بدن کو راحت ملتی ہے۔اور بچہ پورے اعضا والا ہوتا ہے۔

۳۔ کہتے ہیں کہ انسان جس نفسانی خواہش کو بھی پورا کرتا ہے اس سے سنگدلی پیدا ہوتی ہے البتہ جماع سے دل صاف ہو جاتا ہے اس لئے انبیاء علیہم السلام نے بھی اسے اختیار کیا ہے۔

جماع کے فوائد

اور جماع میں کچھ منافع ہیں۔تو کچھ مضرتیں بھی ہیں۔منافع تو یہ کہ غم کا ازالہ یا اس میں کمی ہو جاتی ہے۔اور کہیں حرام میں دل اٹکا ہوا ہو تو ٹل جاتا ہے۔اور دل وساوس سے صاف ہو جاتا ہے۔غیظ و غضب میں تسکین پیدا ہوتی ہے۔طبیعت میں حرارت ہو تو کئی ایک بیماریوں سے فائدہ ہوتا ہے۔

جماع کے نقصان

اور جماع کی مضرتیں یہ ہیں۔کہ اس سے بدن میں عموماً اور بینائی میں خصوصاً ضعف پیدا ہوتا ہے۔ پنڈلیوں میں ،سر میں، کمر میں درد ہونے لگتا ہے۔خصوصاً جس کی طبیعت میں برودت اور خشکی ہو۔ایسے شخص کو جماع میں کمی کرنا مفید ہوتا ہے۔

بوقت جماع کلام کرنا

بوقت جماع کلام کرنے سے بچنا چاہئے۔کیونکہ اگر ایسے وقت استقرار حمل ہو جائے۔ تو بچہ کے گونگا ہونے کا خطرہ ہے۔

بچہ کا بے حیا ہونا

جماع کے وقت جہاں تک ہو سکے پردہ کا خیال رکھنا چاہئے۔آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ جماع کے وقت گدھوں کی طرح عریانی نہ کرنی چاہیے۔

کہتے ہیں اس وقت اگر پردہ کا خیال نہ رکھا جائے تو بچے میں بے حیائی پیدا ہوتی ہے۔

ہدایات:

۱۔مشہور ہے کہ بوڑھی عورت سے جماع ضعف بدن کا سبب ہے اور جلد بڑھاپا لاتا

ہے۔اور مریضہ سے جماع کرنا بھی امراض پیدا کرتا ہے۔الا (مگر اس صورت میں) کہ شہوت کا غلبہ ہو جائے۔

۲۔ بعض اطباء غسل سے پہلے دوبارہ جماع کرنے یا سو جانے کو ناپسند کہتے ہیں۔ مگر ہمارے نزدیک ایسا کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔اس سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کی طرف سے بھی رخصت معلوم ہوتی ہے۔اور آپ تو امت کے لئے مجسمہ شفقت تھے۔اگر اس میں کچھ بھی مضرت ہوتی تو رخصت نہ دیتے۔

۳۔ کھڑے ہر کر مجامعت کرنے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔کہ اس سے بدن میں ضعف آتا ہے۔

حمام میں جانا

جنابت کی حالت میں بالوں کی صفائی

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنابت کی حالت میں بالوں کی صفائی کرنا مکروہ ہے۔خالد بن معدان آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص غسل سے پہلے صفائی کرتا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور ہر بال یہ درخواست کریگا۔کہ اے اللہ! اس سے پوچھئے کہ ہمیں دھوئے بغیر یونہی کیوں ضائع کیا تھا۔

حمام میں جانے کی ہدایات

ا۔ کہتے ہیں کہ بھوکے پیٹ حمام میں جانا بدن میں خشکی لاتا ہے اور بھرے معدے جانے سے پیٹ کی تکلیف اور انتڑیوں میں کیڑوں کا خطرہ ہوتا ہے۔بہتر ہے کہ کھانا وغیرہ ہضم ہونے پر حمام میں جائے۔

۲۔ ابن مقفع کہتے ہیں کہ جو شخص پر معدہ حمام میں جاتا ہے اور قولنج کے درد میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اسے اپنے آپ کو ہی ملامت کرنی چاہیئے۔اور تازہ مچھلی کھا کر فوراً حمام میں جانے والا اگر

فالج اور قولنج کا شکار ہو جائے تو اپنے نفس کو ہی ملامت کرے۔

۳۔ اور حمام میں جاتے وقت دفعۃً اس میں داخل نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ پہلے ایک کمرہ میں پھر دوسرے میں ذرا ٹھہر کر داخل ہو اور نکلتے وقت بھی یونہی کرنا چاہئے۔

۴۔ اور فوراً ہی اپنے اوپر ٹھنڈا پانی نہیں ڈالنا چاہئے اور نکلنے کے فوراً بعد ٹھنڈا پانی پینا بھی نہ چاہئے۔ کہ یہ جسم کیلئے مضر ہے۔

۵۔ کہتے ہیں کہ گرمی میں حمام جانا سردی کی بہ نسبت زیادہ مفید ہے۔ مگر گرمی میں پانی تیز گرم نہ ہونا چاہیے۔ کہ اس سے کسی آفت کا خطرہ ہے۔

۶۔ سردی کے موسم میں حمام سے نکل کر فوراً کپڑے پہننا چاہئے۔ تاکہ ٹھنڈی ہوا نقصان نہ پہنچائے اور سر کو بھی ڈھانپے رکھے۔ کہ سر درد نہ ہو جائے۔

۷۔ زیرناف بال صاف کرنے سے ایک دن رات قبل اور ایک دن رات بعد مجامعت نہ ہونی چاہئے۔

۸۔ کہتے ہیں کہ ٹھنڈے پانی سے بکثرت نہانا بیماری لاتا ہے اور بدن کو سیاہ کرتا ہے مشہور ہے کہ گرمی میں ٹھنڈے پانی سے اور سردی میں گرم پانی سے غسل کرنا خوب مفید ہے مگر پانی تیز گرم یا تیز ٹھنڈا نہ ہو۔

پچھنے لگوانے (سینگی لگوانا) کا بیان

سینگی لگانے کا بہترین وقت وہ ہے جبکہ ابھی کچھ کھایا پیا نہ ہو۔

حدیث شریف

آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ کھائے پئے بغیر سینگی لگوانا بہتر ہے۔ اس میں شفا اور برکت ہے عقل اور حافظہ کو قوت ملتی ہے۔ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اگر کوئی سر درد کی شکایت کرتا۔ تو اسے سینگی لگوانے کا ارشاد فرماتے اور پاؤں کے درد کی شکایت کرتا تو مہندی لگانا ارشاد فرماتے۔

پرہیز:

۱۔ سینگی لگوانے کا خیال ہو تو ایک دن رات پہلے اور ایک دن رات بعد تک حجامت سے پرہیز کرنی چاہئے۔ اور فصد کرانے کیلئے بھی یہی پرہیز ہے۔

۲۔ کل کو سینگی لگوانے کا ارادہ ہے۔ تو آج شام کا کھانا عصر کے وقت کھالینا چاہئے۔ اس سے زیادہ نفع ہوگا۔ اور اگر کسی میں صفرا یا سودا کا غلبہ ہو تو کچھ کھا کر سینگی لگوانا چاہئے۔ مبادا عقل پر کچھ اثر ہو جائے۔

۳۔ اور اس دن حمام میں نہ جائے بعض اطباء کا قول ہے کہ جو شخص سینگی لگوا کر اسی دن حجامت کرتا اور حمام میں جاتا ہے میں حیران ہوں کہ وہ زندہ کیونکر ہے۔

۴۔ سینگی لگوانے یا فصد کھلوانے کے فوراً بعد کھٹی چیز نہ استعمال کرنی چاہئے۔ اس سے بدن پر کھجلی اور چھالے پیدا ہو جاتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ سرکہ کھائے تا کہ اس قسم کے مواد میں سکون آئے۔ پھر تھوڑا سا شوربا پی لے اور میسر آجائے۔ تو کچھ حلوہ بھی کھائے البتہ تازہ یا کھٹا اور لسی دودھ استعمال نہ کرے اور اس دن پانی کا استعمال بھی زیادہ نہ کرے۔

سینگی لگانے کے دن

ہفتہ اور بدھ کے روز سینگی لگوانا مناسب نہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص ہفتہ یا بدھ کے روز سینگی لگواتا ہے اور برص میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسے اپنے ہی نفس کو ملامت کرنی چاہیئے۔ بعض روایتوں سے گو اس کی رخصت معلوم ہوتی ہے۔ تاہم پرہیز کرنا بہتر ہے اور اگر خون غلبہ ہی پالے تو الگ بات ہے۔ اس کام کیلئے بہترین دن اتوار اور پیر کا ہے۔ بعض نے منگل کا دن پسند کیا ہے۔ کہ اس دن میں خون کا غلبہ ہوتا ہے لیکن بعض نے اسی وجہ سے اس دن میں ناپسند کیا ہے کہ ممکن ہے خون زیادہ ہی غلبہ دکھائے اور بند نہ ہو سکے۔

سینگی لگانے کا وقت

اس کا بہترین وقت ربیع کا موسم ہے جبکہ نہ سخت گرمی ہو نہ شدت کی سردی۔ اور مہینے

کے ایام میں سے جب نصف سے کچھ اوپر گزر جائے۔ لیکن بالکل آخر ماہ نہ ہو۔ ایسا ہی مہینے کے بالکل شروع اور بالکل آخر میں جبکہ راتیں تاریک ہوتی ہیں اسے ناپسند سمجھا جاتا ہے۔

نوٹ:

کہتے ہیں کہ دونوں کندھوں کے درمیان سینگی لگوانا مفید ہوتا ہے۔ اور گدی میں لگوانا نسیان پیدا کرتا ہے البتہ سر کے درمیان مفید ہے۔

حضور ﷺ کا عمل اور ارشاد

بکر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ حضرت اقرع بنؓ جالس خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آنحضرت ﷺ سر کے درمیان سینگی لگوا رہے تھے۔ عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیوں؟ ارشاد فرمایا اے ابن جالسؓ! یہ سر کے درد، داڑھ کے درد، کوڑھ، برص، جنون وغیرہ امراض میں نفع دیتا ہے۔ مگر تاعمل ہمیشہ نہ کرنا چاہئے۔ ہمیشہ کرنے سے نقصان دیتا ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

قضائے حاجت کے آداب

۱۔ فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ راستہ میں یا نہر کے کنارے پر۔ کسی پھل دار درخت یا ایسے درخت کے نیچے جس کے سایہ میں لوگ بیٹھتے ہوں۔ قضائے حاجت کرنا مکروہ ہے۔

۲۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ لعنت والے کاموں سے پرہیز رکھو۔

اور ایک روایت میں ہے کہ جو شخص کسی پھل دار درخت کے نیچے یا آباد راستہ میں یا نہر کے کنارے قضائے حاجت کرتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملائکہ اور تمام انسانوں کی طرف سے لعنت ہوتی ہے۔

۳۔ اگر پیشاب کی حاجت محسوس ہونے لگے۔ تو روکنا اچھا نہیں۔ اس سے مثانہ میں تکلیف ہو جاتی ہے۔ ایک طبیب کو کسی نے کہا کہ تیرا بیٹا احمق ہے۔ فلاں جگہ پر سے گزر رہا تھا۔ پیشاب آیا۔ تو بس وہیں سواری سے اتر کر پیشاب کرنے لگ گیا۔ گھر تک پہنچنے کا انتظار بھی نہ کر

سکا۔ طبیب کہنے لگا اس نے بہت برا کیا کہ سواری سے اتر پڑا۔ اسے سواری پر ہی پیشاب کرنا چاہئے تھا۔

۴۔ قضائے حاجت کیلئے بیٹھے تو دیر تک نہ بیٹھا رہے کہتے ہیں کہ لقمان حکیم نے اپنے خادم سے فرمایا کہ پاخانہ میں دیر تک مت بیٹھا کر کہ اس سے بواسیر ہو جاتی ہے۔

۵۔ جنگل میں ہو تو سوراخ میں پیشاب نہ کرے مبادا کوئی سانپ بچھو یا جن وغیرہ تکلیف پہنچائے۔ حضرت عبداللہ بن شرجیلؓ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں کہ زمین کے بل یعنی سوراخ میں ہرگز پیشاب نہ کرنا چاہئے۔ کہ یہ شیاطین جنات کے ٹھکانے ہوتے ہیں۔

حضرت سعدؓ کا واقعہ

کہتے ہیں کہ حضرت سعدؓ بن عبادہ نے زمین کے کسی سوراخ میں پیشاب کر دیا۔ جس سے انہیں آسیب نے تکلیف پہنچائی۔ اور وہ فوت ہو گئے اس سلسلہ میں جن کا ایک شعر بھی منقول ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم نے خزرج کے سردار سعد بن عبادہؓ کو قتل کر دیا ہے۔ ہم نے اس پر تیر چلایا جو عین اس کے قلب میں پیوست ہو گیا۔

تنہائی کی کراہت

بدترین شخص

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بدترین شخص وہ ہے جو تنہا کھاتا ہے اپنا عطیہ روک رکھتا ہے اور اپنے غلام کو مارتا پیٹتا ہے۔

ارشادات نبوی ﷺ

۱۔ حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کسی مکان میں تنہا سونے سے اور تنہا سفر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ نیز فرمایا کہ تنہا آدمی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے

اور دو آدمیوں سے دور ہو جاتا ہے۔

۲۔ ایک روایت میں ہے کہ سفر میں ایک سوار ایک شیطان دوسوار دو شیطان اور تین ہوں تو قافلہ بن جاتا ہے۔

۳۔ حضرت سعد بن المسیبؒ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک نقل کرتے ہیں کہ شیطان ایک یا دو آدمیوں کے بارے میں منصوبہ بناتا ہے۔ تین ہو جائیں تو ان کے بارے میں کچھ نہیں سوچتا۔

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ نہی اور ممانعت محض شفقت کی بنا پر ہے۔ حرام ہونے کی وجہ سے نہیں۔ کیونکہ تنہائی میں بسا اوقات دشمن کا سامنا ہو جاتا ہے کئی ساتھی ہوں۔ تو ایک دوسرے کی مدد کر سکتے ہیں۔ اور اگر خطرہ وغیرہ نہ ہو تو تنہا سفر کرنا ممنوع نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے دحیہ کلبیؓ کو قیصر روم کی طرف تنہا بھیجا تھا۔

اتفاق کی برکات

۱۔ مشہور ہے کہ اجتماع میں قوت اور افتراق میں ہلاکت ہے۔ قرآن پاک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں جادوگروں کا مقولہ منقول ہے۔ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا (سورۂ طٰہٰ پ ۱۶)۔ ترجمہ۔ مقرر کر لو اپنی تدبیر پھر آؤ قطار باندھ کر۔

بعض مفسرین یہ مطلب بتاتے ہیں کہ باہم اتفاق رکھو تا کہ غلبہ پاؤ اور اختلاف مت کرو۔ کہ مغلوب ہو جاؤ گے۔

۲۔ کہتے ہیں کہ ایک آدمی کی رائے کچے دھاگے کی مثل ہے۔ اور دو آدمیوں کی رائے دو بٹے ہوئے دھاگے کی طرح ہے۔ اور تین کی رائے مضبوط رسی کی مانند ہے جو توڑنے سے بھی نہیں ٹوٹتی۔

ف: ایک جماعت سفر کر رہی ہو تو دو ساتھیوں کو تیسرے سے الگ ہو کر سرگوشی نہ کرنی چاہئے۔ اس سے وہ غمزدہ ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں کہ تین ساتھی ہوں تو دو کو تیسرے سے علیحدگی میں سرگوشی نہ کرنا چاہئے۔

محافظ فرشتوں کا بیان

محافظ فرشتوں کے بارے میں اختلاف

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل علم کا محافظ فرشتوں یعنی کراماً کاتبین کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ اولاد آدم کا ہر قول وفعل لکھتے ہیں اور بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ صرف وہی قول وفعل لکھے جاتے ہیں جن میں گناہ یا ثواب ہو۔ تیسرا قول یہ ہے کہ تمام قول وفعل لکھتے ہیں۔ مگر جب آسمانوں پر لیکر جاتے ہیں تو جس قول وفعل میں کوئی گناہ یا ثواب کا پہلو نہ ہوا سے مٹا دیتے ہیں۔ اور گناہ یا ثواب والے قول وفعل باقی رہنے دیتے ہیں۔ قرآن مجید میں يَمْحُوا اللّٰهُ مَايَشَاءُ وَيُثْبِتُ کا یہی مطلب ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْد کی تفسیر میں حضرت عکرمہؒ نقل کرتے ہیں کہ ابن آدم کے اچھے یا برے قول لکھے جاتے ہیں۔ باقی نہیں۔ ہشامؒ اس کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ مثلاً یہ بات کہی کہ لڑکے مجھے پانی پلا۔ جانوروں کو چارہ ڈالدے وغیرہ نہیں لکھی جاتی۔ مگر حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ منہ سے نکلنے والی ہر بات لکھی جاتی ہے۔

فرشتوں کی تفصیل

ابن جریجؒ فرماتے ہیں کہ یہ دو فرشتے ہیں۔ ایک دائیں جانب ہوتا ہے دوسرا بائیں جانب۔ دائیں والا اپنے ساتھی سے مشورہ کئے بغیر لکھ لیتا ہے۔ اور بائیں والا اپنے ساتھی سے مشورہ کئے بغیر نہیں لکھتا۔ آدمی بیٹھتا ہے تو ایک دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب ہوتا ہے۔ اور چلتا ہے تو ایک آگے اور دوسرا پیچھے ہوتا ہے۔ اور سو جائے تو ایک سر کی جانب اور دوسرا پاؤں کے قریب ہوتا ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ چار فرشتے ہیں دو دن کے دو رات کے۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ پانچ ہیں۔ دو دن کیلئے دو رات کیلئے اور پانچواں ہمہ وقتی ہے۔ جو کبھی الگ نہیں ہوتا دن میں نہ رات میں۔

کفار کیلئے محافظ فرشتے

اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہوا ہے۔ کہ آیا کفار کے لئے بھی کوئی محافظ فرشتے ہوتے ہیں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ان پر محافظ فرشتے نہیں ہوتے۔ کیونکہ ان کا معاملہ ظاہر اوراعمال ایک ہی قسم کے ہیں۔ لہٰذا ان کیلئے کراماً کاتبین کی ضرورت نہیں۔ ارشاد ربانی ہے **يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمَاهُمْ** ۔ "کہ مجرم اپنی علامات سے ہی پہچان لئے جاتے ہیں"۔

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ قول قابل قبول نہیں ہے نگران ومحافظ فرشتے کفار کے لئے بھی ہوتے ہیں ایک آیت میں تو خصوصیت سے ذکر ہی ان فرشتوں کا ہے جو کفار پر متعین ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ وَ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِيْنَ كِرَاماً كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَاتَفْعَلُوْن** ۔ ایک اور آیت میں ہے: **وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتَابَهٗ بِشِمَالِهٖ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتَابَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ**۔

ان آیتوں سے پتہ چلتا ہے کہ کفار کے نامہ اعمال ہیں اوران پر بھی محافظ ونگران فرشتے مقرر ہیں۔ رہا یہ سوال کہ جب کافر کی کوئی نیکی ہی نہیں تو دائیں جانب فرشتہ کیا لکھتا ہوگا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ بائیں والا جو کچھ لکھتا ہے اس کے مشورہ سے لکھتا ہے۔ اور یہ اگر چہ لکھتا نہیں تاہم اس کی تحریر کا گواہ ہوتا ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

ٹڈی کو قتل کرنا

ٹڈی کو قتل کرنا

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض اہل علم ٹڈی کو قتل کرنا جائز کہتے ہیں لیکن سب اہل فقہ اس کے قائل ہیں کہ اس کا کوئی جرم نہیں۔

فریق اول کی دلیل

ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ ٹڈی اللہ کی ایک مخلوق ہے اس کا رزق کھاتی ہے کسی حکم کی پابند نہیں کہ مجرم کہلا سکے۔

دوسرے فریق کی دلیل

جائز کہنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ اسے یونہی چھوڑ دینے میں مال کی تباہی ہے۔اور آنحضرت ﷺ نے اس مسلمان کا خون گرانا جائز رکھا ہے جو مسلمانوں کا مال لوٹنا چاہتا ہے۔آپ کا ارشاد مبارک ہے کہ جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں قتل ہو جائے وہ شہید ہے۔تو ٹڈی جو لوگوں کے مال تباہ کرتی ہے قتل کے زیادہ لائق ہے۔

۲۔ اور آپ خوب جانتے ہیں کہ سانپ اور بچھو کو قتل کرنا بالاتفاق جائز ہے کیونکہ لوگوں کو ایذا دیتے ہیں۔تو ٹڈی پر بھی موذی ہونے والا حکم لگنا چاہئے۔

۳۔ حضرت جابرؓ راوی ہیں کہ آنحضرت ﷺ ٹڈی کیلئے ان الفاظ میں بددعا کیا کرتے تھے کہ اس کے چھوٹوں کو ہلاک اور بڑوں کو تباہ کردے۔ اوران کے انڈوں کو بے کار کردے۔اوران کی نسل ختم کردے ان کے منہ ہمارے رزق اور روزی کی طرف سے پھیر دے بے شک تو دعا کو سننے والا ہے۔عرض کیا گیا یا رسول اللہ! آپؐ اللہ تعالیٰ کے ایک لشکر کے حق میں نسل ختم کرنے کی بددعا کررہے ہیں۔آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ سمندر کی مچھلی کی چھینک سے پیدا ہوتی ہے۔

نوٹ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں ٹڈی کے مرجانے سے آپ بہت غمگین ہوئے۔ایک سوار کو یمن کی طرف اور ایک کو شام اور ایک کو عراق کی طرف بھیجا۔چنانچہ ایک سوار یمن کی جانب سے مٹھی بھر ٹڈیاں لایا اور آپؓ کے سامنے ڈال دیں۔آپؓ نے دیکھ کر اللہ اکبر کہا۔اور فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہزار طرح کی مخلوق بنائی ہے۔ چھ سو طرح کی سمندر میں اور چار سو طرح کی خشکی میں ان امتوں میں سے سب سے پہلے ہلاک ہونے والی مخلوق ٹڈی ہوگی۔ پھر تمام امتیں یکے بعد دیگرے ہلاک ہونے لگ جائیں گی۔ جیسے تسبیح کا دھاگہ ٹوٹ جاتا ہے اور دانے گرنے لگ جاتے ہیں واللہ اعلم۔

مساجد کو منقش کرنا

مسجد کو منقش کرنے کا حکم

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض علماء کرام نے مساجد کو سنہری وغیرہ سے نقش ونگار کو مکروہ کہا ہے۔ اور بعض حضرات جائز کہتے ہیں۔ حضرت امام اعظمؒ کا بھی یہی قول ہے۔ اور میرے نزدیک بھی جائز ہے بشرطیکہ مسجد کے مال سے نہ ہو۔

عدم جواز کے دلائل

۱۔ مکروہ کہنے والے حضرات کے پیش نظر حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ یقیناً لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئیگا جس میں اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا اور قرآن مجید کے صرف نقوش موجود ہوں گے۔ ان کی مساجد بناؤ سنگار کی وجہ سے پر رونق ہوں گی۔ اور دل فقدان ہدایت سے ویران، ان کے علماء اپنے وقت کے بدترین علماء اور فتنوں کے مرکز ہوں گے۔ کہ انہی سے فتنے پھوٹیں گے اور انہی میں لوٹیں گے۔

۲۔ حضرت انسؓ کی روایت میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنی مساجد کو مزین کرتے اور لمبے لمبے مینارے بناتے ہیں۔ جسمانی لحاظ سے خوب موٹے تازے مگر ان کے دل مردہ ہیں۔ افسوس کہ ان لوگوں نے اپنے دین کو کیسے تباہ کرلیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے۔ کہ اپنی مساجد کو افراد کی کثرت سے اور شہروں کو شرافت سے آباد کرو۔

۳۔ ایک حدیث میں ہے کہ انصار آنحضرت ﷺ کی خدمت عالیہ میں کچھ مال لائے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ مال اپنی مسجد کی زینت پر لگا دیجئے۔ ارشاد فرمایا کہ زینت اور تصاویر تو یہود و نصاریٰ کے گرجوں اور عبادت خانوں کی چیز ہے۔ اللہ کی مساجد کو سفید رکھا کرو۔

جواز کے دلائل

۱۔ اباحت و جواز کے قائل حضرات فرماتے ہیں کہ تزئین میں مسجد کی تعظیم ہے۔ اور اللہ

تعالیٰ نے تعظیم مساجد کا حکم فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد عالی ہے فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ۔ یعنی ان گھروں میں جن کو بلند کرنے اور ان میں اپنا ذکر کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے آیت میں بلند کرنے سے مراد تعظیم کرنا ہے۔ اور دوسری آیت میں اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ۔ کہ اللہ تعالیٰ کی مساجد کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔

۲۔ حضرت عثمانؓ کے متعلق آتا ہے کہ انہوں نے مسجد نبوی (علی صاحبہ الصلوۃ والسلام) کو ساگوان کی لکڑی سے بنوایا۔ اور مزین بھی کیا تھا۔

۳۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بھی مسجد النبی ﷺ کو عمدہ تعمیرات کے ساتھ ساتھ خوب مزین بھی کیا اور کسی نے ان پر اعتراض نہیں کیا۔ اور یہ وہ زمانہ ہے جبکہ وہ خلیفہ نہ بنے تھے۔ صرف مدینہ کے گورنر تھے۔

۴۔ کہتے ہیں کہ ولید بن عبدالملک نے دمشق کی مسجد کی تعمیر و تزئین پر علاقہ شام کے خراج کا تین گنا صرف کیا۔

۵۔ مشہور ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد بیت المقدس تعمیر کرائی۔ اور اس کی خوب تزئین فرمائی۔ کہتے ہیں کہ ہزاروں آدمی سات سال تک اس کی تعمیر میں لگے رہے۔ اور قبہ صخرہ (ایک خاص مینار) پر کبریت احمر کا پلستر کروایا۔ جس سے اتنی روشنی پھوٹتی تھی کہ بارہ میل تک عورتیں اس کی روشنی میں چرخہ کات لیتی تھیں۔ افسوس کہ بخت نصر کے ہاتھوں یہ قبہ برباد ہوا۔

مسجد میں تھوکنے کی کراہت

۱۔ فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسجد میں تھوکنا از حد برا ہے۔ ضرورت پڑے تو اپنے کپڑے میں تھوک کر اسے آپس میں مسل ڈالے۔ کیونکہ فی بیوت اذن اللّٰہ ان ترفع میں مساجد کی تعظیم کرنے کا حکم ہے۔ اور ان میں تھوکنا تعظیم کے خلاف ہے۔

۲۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ مسجد تھوک سے یونہی سمٹ جاتی ہے جیسے چمڑا

آگ میں ڈالنے سے۔

۳۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مسجد میں تھوک دیکھا تو اسے رگڑ کر صاف کر دیا۔ اور فرمایا کیا کسی کو یہ پسند ہے کہ نماز پڑھنے کی حالت میں اس کے منہ پر تھوک دیا جائے۔

اگر ضرورت پڑے تو دائیں یا سامنے نہیں تھوکنا چاہئے۔ البتہ بائیں جانب یا قدم کے نیچے تھوک لے اور اگر کوئی جگہ نہ ملے۔ تو کپڑے میں تھوک کر یوں کرے کہ اسے مسل ڈالے۔

۴۔ بعض صحابہ سے منقول ہے کہ مسجد کی تعظیم کرتے ہوئے جب کوئی شخص تھوک نگل لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پیٹ میں شفا داخل کرتے ہیں۔ اور بیماری نکال دیتے ہیں۔

اگر مسجد سے باہر ہو تو بھی دائیں یا سامنے کی بجائے بائیں یا قدم کے نیچے تھوکنا چاہئے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے دائیں یا سامنے مت تھوکو۔

۵۔ حضرت ابوبکرؓ سے منقول ہے کہ ایک بار بیماری کی حالت میں دائیں جانب تھوکنا پڑا۔ تو فرمایا جب سے اسلام قبول کیا ہے کبھی دائیں جانب نہیں تھوکا تھا۔

ایک صالح مرد کا واقعہ ہے کہ سفر حج میں نکلے تو سواری پر بائیں جانب کا کجاوہ منتخب کیا۔ کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ یہاں سے بائیں جانب تھوکنا آسان ہے۔

اونگھتے ہوئے نماز پڑھنا

نوٹ:

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اونگھنے کی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اگر کوئی پڑھ لے تو جائز ہو جائے گی۔ بشرطیکہ نماز کے تمام ارکان وافعال ادا کرے۔

ہدایات

۱۔ اگر کسی کو نیند کا اندیشہ ہو تو پہلے سے ہی منہ دھو کر یا چھینٹے مار کر شروع کرے اور

الرنماز میں نیند آنے لگ جائے۔تو بدن کو مناسب حرکت دے کر دور کرنے کی کوشش کرے۔

۲۔ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ نماز میں اگر نیند کا غلبہ ہو جائے تو سو رہنا چاہئے۔حتیٰ کہ نیند جاتی رہے کیونکہ ممکن ہے کہ یہ اپنے خیال میں استغفار کر رہا ہو اور منہ سے بد دعا نکل رہی ہو۔

۳۔ حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف لائے ۔دو ستونوں کے درمیان بندھی ہوئی رسی دیکھ کر فرمایا کہ یہ کیسی رسی ہے۔عرض کیا گیا کہ فلاں شخص کی ہے جو نماز پڑھتے وقت نیند کا غلبہ ہونے لگے تو اس سے سہارا لیتا ہے۔ارشاد فرمایا جب تک حواس قائم رہیں نماز پڑھا کرے اور نیند کا غلبہ ہونے لگے تو سو رہے۔

علم وادب کا بیان

علم وادب کی ضرورت پر اقوال

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان کو کچھ نہ کچھ علم وادب سیکھنا بھی ضروری ہے۔ خواہ تھوڑا سا ہو کہ یہ بھی بہت فائدہ دیتا ہے۔جو شخص علم وادب کی ایک بات بھی جانتا ہے وہ اس شخص سے یقیناً بہتر ہے جو بالکل کورا ہے۔

۲۔ حضرت علیؓ کا مقولہ ہے کہ ہر شئ کی کچھ قیمت ہوتی ہے اور انسان کی قیمت اس کا علم وادب ہے۔

۳۔ شعبیؒ فرماتے ہیں اگر ایک شخص شام کے اس کنارے سے یمن کے اس کنارے تک سفر کرے اور اثناء درس علم کی ایک بات سیکھ لے تو اس کا سفر رائیگاں نہیں۔

۴۔ ایوب بن موسیٰ (بن عمرو بن سعید بن العاص) اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں۔آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ کوئی والد اپنے بیٹے کو حسن وادب سے بڑھ کر تحفہ نہیں دے سکتا۔

۵۔ بعض قدماء کامقولہ ہے اے بیٹے علم سیکھو اگر تیرے پاس جمال نہیں تو علم تیرا جمال ہوگا اگر تیرے پاس مال نہیں تو علم تیرا مال ہوگا۔

۶۔ منقول ہے کہ سفیان بن عیینہؒ کی خدمت میں ان کا بھتیجا حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا چچا میں آپ کی خدمت میں پیغام نکاح لے کر آیا ہوں۔ پوچھا کس کیلئے! کہا آپ کی بیٹی سے نکاح چاہتا ہوں۔ فرمایا کفو تو اچھا ہے پھر فرمایا: ذرا بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گیا۔ تو فرمایا دس حدیثیں سناؤ۔ وہ نہ سنا سکا۔ پھر فرمایا قرآن پاک کی دس آیتیں سناؤ۔ وہ یہ بھی نہ کر سکا۔ فرمایا کوئی سے دس شعر پڑھ کر سناؤ۔ وہ اس میں بھی ناکام رہا۔ فرمایا تیرے پاس نہ قرآن پاک کی قرأت نہ حدیث شریف کی روایت اور نہ ہی کوئی شعر ہے۔ اپنی بیٹی کا نکاح تیرے ساتھ کیونکر کروں۔ تاہم تجھے خالی بھی واپس نہ جانا چاہیے۔ خادم کو حکم فرمایا کہ اسے دس ہزار درہم دے دو۔

۷۔ کسی حکیم کا مقولہ ہے کہ علم نافع اور ادب صالح ایسا مال ہے جسے کوئی ڈاکو تجھ سے چھین نہیں سکتا۔ اور کوئی لٹیرا لوٹ نہیں سکتا۔ اور یہ دونوں چیزیں تیرا جمال ہیں۔ تیری جنت ہیں۔ تیری دنیا تیرے دین اور تیری آخرت کا بہترین سامان ہیں۔ لہٰذا انہیں حاصل کرنے کی پوری کوشش کرو۔

۸۔ ایک شاعر کا قول ہے میں زمین کے طول وعرض کا سفر کروں گا۔ تاکہ علم حاصل کروں۔ یا پھر اسی حالت سفر میں مر جاؤں پھر اگر مر گیا۔ تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر ملے گا اور اگر بچ گیا تو واپسی قریب ہے۔

۹۔ ایک اور شاعر کہتا ہے میں طلب علم میں لگا رہوں گا۔ یا پھر کسی ایسی جگہ مر جاؤں جہاں میری قبر پر کوئی آنسو بہانے والا نہ ہو۔ اگر میں نے علم کو پالیا۔ تو میں لوگوں کا سردار بن کر جیوں گا۔ اور اگر مر گیا تو لوگوں کے ہاں معذور شمار ہوں گا۔ جب نکتہ چین سو جاتے ہیں۔ تو میں آنسو بہاتا ہوں۔ اور وہ شعر پڑھتا ہوں جو عظیم ترین شعر ہے۔ کہ خبردار حقیقت میں خسارہ یہ ہے کہ میری راتیں یونہی گزر جائیں کہ فائدہ کچھ حاصل نہ ہو اور عمر میں کمی ہو جائے۔

۱۰۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ جو شخص کسی راستہ پر طلب علم کیلئے چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے جنت کا ایک راستہ طے کرا دیتا ہے۔ نیز ارشاد فرمایا کہ تین گروہ قیامت کے دن شفاعت کریں گے۔ انبیاء علیہم السلام کا گروہ، علماء کا اور شہداء کا۔ اور آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ علماء کے لئے زمین و آسمان میں بسنے والی مخلوق استغفار کرتی ہے۔ اور ارشاد فرمایا زائد علم زائد عبادت سے مجھے زیادہ محبوب ہے۔

۱۱۔ حضرت جابرؓ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد مبارک نقل کرتے ہیں کہ کوئی شخص چالیس حدیثیں یاد کرلے تو یہ چالیس ہزار صدقہ کرنے سے اس کے حق میں زیادہ بہتر ہے۔ اور ہر حدیث کے عوض اللہ تعالیٰ اسے ایک شہر عطا فرمائیں گے۔ اور قیامت کے دن ہر حدیث کا نور اسے عطا ہوگا۔

۱۲۔ فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر علم کی اور کوئی بھی فضیلت نہ ہوتی سوا اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے حق میں یہ آیت ارشاد فرمائی ہے هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (بھلا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہوسکتے ہیں) تو یہی ایک بڑی فضیلت تھی۔ کہ فرمادیا گیا کہ عالم کو جاہل پر برتری حاصل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے علم کی زیادتی طلب کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ وقل رب زدنی علما۔

اور علماء کی مدح میں ارشاد فرمایا ہے اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى۔

نیز ارشاد فرمایا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ۔ آیت میں بتایا گیا ہے کہ اہل علم کے بہت سے فضائل اور بلند درجات ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو سب چیزوں کے نام بتادیئے پس جب ان کو اسماء کی تعلیم دی تب تمام فرشتوں پر انہیں فوقیت دی۔ اور انہیں مسجود ملائکہ بنایا۔

انگوٹھی پہننا

چاندی کی انگوٹھی کا وزن

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں دایاں ہو یا بایاں دونوں ہاتھوں میں انگوٹھی پہننا جائز ہے اور دونوں طرح سلف سے منقول ہے۔ مرد کو سونے کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں ہے۔ اور لوہے کی انگوٹھی کو بعض نے مکروہ اور بعض نے جائز کہا ہے۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ میں سونے کی انگوٹھی پہن کر دربار نبوت میں حاضر ہوا۔ آپ نے ارشاد فرمایا! کیا؟ جنت میں جانے سے پہلے ہی اہل جنت کا زیور پہن لیا۔ کہتے ہیں میں نے اسے اتار کر لوہے کی انگوٹھی بنوائی اور پہن لی۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا تو ارشاد فرمایا کیا بات ہے اہل دوزخ کا زیور پہن رکھا ہے۔ میں نے اسے بھی اتار دیا۔ اور پیتل کی انگوٹھی بنوا کر پہن لی۔ حاضر خدمت ہوا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا بات ہے؟ تجھ سے بتوں کی بو آرہی ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ہی ارشاد فرمایئے کہ میں کیا کروں۔ ارشاد فرمایا چاندی کی انگوٹھی بنالو۔ مگر وہ بھی وزن میں ساڑھے چار ماشہ سے کم ہونی چاہئے اور اسے دائیں ہاتھ میں پہن لیا کرو۔

انگوٹھی کس ہاتھ میں پہننی چاہئے:

حضرت جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ بائیں سے پہلے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ اور اتارتے وقت بائیں سے پہلے اور دائیں سے بعد میں اتارتے تھے۔ ﴿یہ اس وقت جبکہ دونوں ہاتھوں میں انگشتریاں پہنی ہوئی ہوں﴾۔ محمد بن سیرینؒ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

لوہے کی انگوٹھی پہننا

ا۔ عمرو بن شعیبؒ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی

انگوٹھی دیکھی اور اسے اتار ڈالنے کا حکم فرمایا۔ اس نے اتار ڈالی اور لوہے کی پہن لی۔ آپؐ نے فرمایا پھینک دو۔ یہ تو پہلی سے بھی بدتر اور اہل دوزخ کا زیور ہے۔ کہتے ہیں کہ اس نے وہ اتار کر چاندی کی انگوٹھی پہنی۔ تو آپ ﷺ نے منع نہ فرمایا۔

۲۔ حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کو لوہے کی انگوٹھی پہنے دیکھا۔ آپؓ نے کھینچ کر اتار دی اور پھینک دی اور فرمایا کہ چاندی کی پہن لیا کرو۔

۳۔ اعمشؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم نخعیؒ کو لوہے کی انگوٹھی پہنے دیکھا ہے اور وہ فرماتے تھے کہ ایک شخص نے مجھے بتایا کہ میں نے حضرت ابن مسعودؓ کو ایسی انگوٹھی پہنے دیکھا ہے۔

انگوٹھی پہننے کا حکم

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم انگوٹھی پہننے کو جائز کہتے ہیں جبکہ بعض حضرات نے ناجائز کہا ہے۔ اور دلیل یہ دی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حاکم کے سوا اور لوگوں کو انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا ہے۔

۲۔ بعض تابعین کا مقولہ ہے کہ انگوٹھی تین قسم کے لوگ پہنتے ہیں ایک حاکم دوسرے کاتب اور منشی اور تیسرے احمق۔

۳۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی انگوٹھی حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئی۔ پھر حضرت عمرؓ کو ملی اور وہ پہنتے رہے۔ پھر حضرت عثمانؓ خلیفہ بنے تو ایک مدت تک ان کے پاس رہی حتیٰ کہ بیئر اویس (کنویں) میں گر گئی۔

جواز کی دلیل

جو حضرات سلطان اور غیر سلطان سب کیلئے جائز کہتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ روایات میں آتا ہے۔ صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد والے حضرات انگوٹھی پہن لیتے تھے۔ حالانکہ سلطان نہ تھے۔ چنانچہ حضرت حسنؓ اور حسینؓ اپنے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ ان کی انگوٹھیوں میں اللہ کا ذکر کندہ تھا۔

محمد بن حنفیہ بھی بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ یونس بن ابی اسحٰق کہتے ہیں کہ میں نے قیس بن ابی خادم، عبدالرحمٰن بن اسود اور شعبی وغیرہ حضرات کو بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے دیکھا ہے۔ حالانکہ یہ لوگ وقت کے حاکم یا سلطان نہ تھے۔

عقلی طور پر بھی جس طرح حاکم وقت کو زینت اور مہر وغیرہ لگانے کیلئے انگوٹھی کی ضرورت ہے۔ یہ ضرورت کسی اور کو بھی ہوسکتی ہے لہٰذا دوسروں کیلئے بھی جائز ہونی چاہئے۔ اور ہمارا بھی یہی مسلک ہے گو قاضی اور سلطان کے علاوہ اور لوگوں کے لئے نہ پہننا افضل ہے۔

انگوٹھی پر کندہ کرانا یا نقش بنوانا

انگوٹھی کے نقش

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں کہ مشرکین کی آگ سے روشنی حاصل نہ کرو۔ اپنی انگوٹھیوں پر عربی نقش نہ بنواؤ۔ حضرت حسینؓ سے اس ارشاد مبارک کی تشریح پوچھی گئی۔ تو فرمایا مطلب یہ ہے کہ مشرکین سے اپنے امور میں مشورہ مت لو۔ اور اپنی انگوٹھی پر محمد رسول اللہ کا نقش کندہ نہ کراؤ۔

۲۔ حضرت انسؓ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی انگوٹھی کا نقش تین سطروں پر تھا۔ ایک سطر میں ''محمد'' اور ایک سطر میں ''رسول'' اور تیسری میں ''اللہ'' جس کی شکل یہ تھی۔ (اللہ / رسول / محمد)

اور حضرت ابوبکرؓ کی انگوٹھی کا نقش '' **نعم القادر اللہ** '' تھا اور حضرت عمرؓ کی انگوٹھی پر '' **کفی بالموت واعظا یاعمر** '' کندہ تھا۔ اور حضرت عثمانؓ کی انگوٹھی پر '' **لتصبرن او لتندمن** '' لکھا تھا۔ اور حضرت علیؓ کی انگوٹھی پر '' **الملک للہ** '' کا نقش تھا۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کی انگوٹھی پر '' **اغز غزوۃ تجادل عنک یوم القیامۃ** '' کا نقش کندہ تھا۔

انگوٹھی کے نگینہ کی تصویر

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر انگوٹھی کے نگینے میں کوئی تصویر ہو تو مکروہ نہیں۔

اور یہ ان تصاویر کی طرح نہیں۔ جو کپڑوں پر ہوتی ہے۔ کیونکہ نگینہ کی یہ تصویر بالکل چھوٹی ہوتی ہے جواتنی نمایاں نہیں ہوتی کہ بلاتکلف نظر آئے ناجائز وہ تصاویر ہیں جو اس قدر نمایاں ہوں کہ بلاتکلف دکھائی دیتی ہوں تو یہ کپڑے کے ان نقوش کی طرح ہے جو کہ ریشم کے ہوتے ہیں مگر قلیل مقدار کی وجہ سے جائز ہوتے ہیں۔

۲۔ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی انگوٹھی کے نگینہ پر دو مکھیاں بنی ہوئی تھیں۔ حضرت ابو موسیٰؓ کی انگوٹھی کے نگینہ پر دو ستارے بنے ہوئے تھے۔ ایسے ہی حضرت حذیفہؓ سے منقول ہے اور حضرت انسؓ کی انگوٹھی پر دو مردوں کے درمیان ایک شیر یا دو شیروں کے درمیان ایک آدمی کا نشان تھا۔

اگر کسی کی انگوٹھی کے نگینہ پر اللہ تعالیٰ کا نام یا کسی نبی کا نام کندہ ہو تو بہتر ہے کہ بیت الخلا جاتے وقت اسے ہتھیلی کی جانب کر لے اور بائیں ہاتھ میں ہو تو استنجاء کرتے وقت دائیں ہاتھ میں کر لے۔ کہ اسی طرح استنجاء کرنے میں بے ادبی ہوگی۔

کلام میں تعریض کا استعمال

تعریض

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ تعریض کر کے آدمی جھوٹ سے بچ جاتا ہے اور تعریض یہ ہے کہ آدمی ایسا کلام بولے جس کا مطلب بظاہر کچھ ہے اور اس کی اپنی مراد کچھ اور ہے۔

۲۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے جو بطور معذرت کہا تھا۔ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ (کہ میرے بھول جانے پر مواخذہ نہ فرمائیے)۔ یہ بھی تعریضاً تھا ورنہ آپ کو نسیان نہیں ہوا تھا۔

۳۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ جب کسی سفر کا ارادہ فرماتے تو انداز گفتگو کچھ

ایسا ہوتا کہ سننے والا کوئی اور سمت سمجھتا تھا اور آپ کا سفر کسی اور جانب کو ہوتا۔ مثلاً دریافت فرماتے فلاں شہر کا راستہ کیسا ہے اور پھر کسی اور شہر یا جگہ کی جانب سفر فرما لیتے تھے۔

راز کو چھپانا

ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ اپنی ضروریات کی کامیابی کیلئے راز کو چھپا کر مدد حاصل کرو کہ ہر اچھے آدمی پر لوگ حسد کرنے لگتے ہیں۔

۲۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اپنے ساتھیوں کو کوئی بات کہتے اور وہ نہ مانتے تو آسمان کی جانب سر اٹھا کر کہا کرتے۔ اے اللہ میں نے نہ جھوٹ کہا ہے نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا۔ تو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس سلسلہ میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ سنا ہوا ہے۔

دروغ گوئی کے مواقع

روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تین مواقع پر جھوٹ بولنے کی رخصت دی ہے دو آدمیوں کے درمیان صلح کرانے کیلئے، لڑائی کے موقعہ پر اور بیوی کو خوش کرنے کیلئے ﴿ مگر ایسے موقعوں پر بھی توریہ کرنا چاہئے صریح جھوٹ سے احتراز چاہئے ﴾۔

خط وکتابت کا بیان

تحریر کے آخر میں مہر لگانا

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کسی تحریر یا خط وغیرہ کے آخر میں مہر لگا دینی چاہیئے کہ اس سے شکوک وشبہات دور ہو جاتے ہیں۔ قدیم معمول بھی یہی ہے اور روایتوں میں بھی آیا ہے۔ چنانچہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مہر سے خط یا تحریر کا وقار ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جس خط پر مہر نہ ہو اس کا کوئی ذمہ دار نہیں اور ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ جس تحریر پر مہر نہ ہو وہ بے نام ونشان ہے۔

خط لکھنے کا طریق

قدیم لوگوں کا طریق یہ تھا کہ لکھنے والا پہلے اپنے نام ہی سے شروع کرتا۔ منجانب فلاں

بطرف فلاں لکھا کرتا تھا۔ روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے کسی نائب کی طرف خط لکھتے تو اپنے نام سے شروع فرماتے تھے اور اپنے امراء و حکام کو بھی تلقین فرمایا کرتے تھے کہ اپنے نام سے خط کا آغاز کیا کرو۔

۲۔ عبداللہ بن محمد بن سیرینؒ کہتے ہیں کہ میں نے سفر کا ارادہ کیا تو میرے والد محمد بن سیرینؒ فرمانے لگے کہ جب کبھی میری طرف خط لکھو تو اپنے نام سے ابتدا کرنا۔ اگر میرا نام پہلے لکھا ہوگا تو تیرا خط نہ پڑھوں گا۔

۳۔ ربیع بن انسؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر صاحب حرمت کون ہوسکتا ہے مگر پھر بھی صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کی جانب خط لکھتے تو ابتداء اپنے ہی نام سے کرتے تھے۔

۴۔ ابن سیرینؒ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اہل فارس اپنے خطوط کی ابتداء اپنے بڑوں کے نام سے کیا کرتے تھے مگر تم اپنے ہی نام سے کیا کرو۔

اگر مکتوب الیہ کے نام سے شروع کرلیا جائے تو بھی مضائقہ نہیں۔ کیونکہ اس پر امت کا اجماع ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔ لہٰذا امت کا یہ عمل کسی مصلحت پر ہی مبنی ہوسکتا ہے۔ جس سے پہلا طریق منسوخ سمجھا جائے گا اور ہم دیکھتے ہیں کہ جب کسی آیت کے ترک پر اجماع ہو تو منسوخ ہوتی ہے۔ ﴿اجماع سے کوئی آیت یا حدیث منسوخ نہیں ہوتی۔ البتہ کسی آیت یا حدیث کے خلاف اجماع کا ہونا اس بات کی علامت ہے کہ اہل اجماع کے سامنے کوئی دلیل نسخ موجود ہوگی۔ جس پر انہوں نے اجماع کیا۔ گو ہمیں اس دلیل کا علم نہ ہو کیونکہ اہل اجماع کا بلا دلیل کسی آیت یا حدیث کے خلاف اجماع کرلینا ممکن نہیں۔ واللہ اعلم﴾۔ جیسا کہ آیت کریمہ **وان فاتکم شئی من ازواجکم**۔ پس جب کتاب اللہ کی آیت امت سے منسوخ تصور کی جاتی ہے تو جز واحد اجماع کے مقابلہ میں بدرجہ اولیٰ متروک ہوگی۔ اور حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ وہ مکتوب الیہ سے آغاز کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے۔

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ کی رائے:

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے دور میں یہی اچھا ہے کہ اپنے نام سے پہلے

مکتوب الیہ کے نام سے شروع کرے کیونکہ اس کا برعکس کرنے میں مکتوب الیہ کی توہین اور اپنے تکبر کی بو آتی ہے۔ہاں اگر اپنے کسی غلام یا خادم کو لکھ رہا ہے تو اپنے نام سے ابتدا کرنی چاہیے۔

خط میں لکھے ہوئے سلام کا جواب دینا

اگر کسی صاحب کی طرف سے سلام و پیام کا کوئی مکتوب آئے۔ تو اسکا جواب دینا چاہئے کیونکہ غائب کے خط کو وہی حیثیت حاصل ہے۔ جو موجود اور حاضر آدمی کے سلام کہنے کو جیسے اس کو سلام کا جواب لازم ہے اسی طرح اس کے خط کا جواب دینا بھی ضروری ہے۔ حضرت ابن عباسؓ خط کا جواب دینا اتنا ہی ضروری سمجھتے تھے جتنا کہ سلام کا جواب۔ایک روایت میں ہے کہ فاصلہ بعید بھی ہو تو خط و کتابت سے تعلقات استوار اور قائم کرو۔

مزاح کا بیان

جائز اور ناجائز مزاح

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گفتگو فحش یا گناہ کی نہ ہو تو مزاح میں کوئی حرج نہیں۔اگر اسے مقصود صرف لوگوں کو ہنسانا ہو تو مذموم ہے۔آنحضرت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں خود بھی مزاح کر لیتا ہوں مگر میں نے مزاحاً بھی خلاف واقعہ بات کبھی نہیں کہی۔

۲۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سواری کا اونٹ مانگا ارشاد فرمایا کہ میں تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کراؤں گا۔اس نے عرض کیا یارسول اللہ! اونٹنی کا بچہ میں کیا کروں گا۔ارشاد فرمایا اونٹ کی ماں اونٹنی ہی تو ہوتی ہے۔

۳۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ہمارے ہاں تشریف فرما ہوتے اور میرے (چھوٹے) بھائی سے (بطور خوش طبعی) فرمایا کرتے !ابو عمیر نغیر کو کیا ہوا﴿تمہاری بلبل کو کیا ہوا؟﴾۔

۴۔ کہتے ہیں ایک بڑھیا نے عرض کیا یارسول اللہ دعا فرمائیے۔اللہ تعالیٰ مجھے جنت

میں داخل فرمائیں۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی بڑھیا بھی جنت میں نہ جائے گی۔ بڑھیا یہ سن کر رونے لگی حضرت عائشہؓ عرض کرنے لگیں کہ آپ ﷺ نے تو اس کو غمگین کر دیا۔اس پر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا عُرُبًا اَتْرَابًا ۔اس کے بعد وہ بڑھیا خوش ہوگئی۔

۵۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو جو ابوعمرۃ کنیت رکھتا تھا (یعنی عمرہ کا باپ) یا ام عمرۃ کہہ کر پکارا (یعنی اے عمرۃ کی ماں) آدمی نے سنتے ہی اپنی شرمگاہ کو ٹٹولنا شروع کیا۔اور کہنے لگا یارسول اللہ! آپ کی آواز سن کر مجھے اپنی نسوانیت کا خیال ہونے لگا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں بھی آخر بشر ہی تو ہوں کبھی تم سے مزاح بھی کر لیتا ہوں۔

مزاح کے بارے میں ہدایات

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بکثرت نہ ہونا چاہئے اس سے رعب جاتا رہتا ہے۔ صلحاء مذموم سمجھتے ہیں۔احمق لوگ بے باکی دکھاتے ہیں۔اور آدمی گھٹیا شمار ہوتا ہے۔اور ایسے شخص سے مزاح مت کرو۔جس سے بے تکلفی نہ ہو۔اور نہ اس کی عادت معلوم ہو۔اپنے احباب اور ہم نشینوں سے مزاح کر لینے میں حرج نہیں۔ بشرطیکہ گناہ کی حد تک نہ ہو پھر بھی کثرت مناسب نہیں۔کہ ہر کام میں اعتدال ہی بہتر ہے۔اور اعتدال کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ نہ تو خفت اور توہین کے درجہ تک ہو۔اور نہ طبیعت کی گرانی اور ثقل تک۔

امور مفید کا بیان

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ حضرت علقمہؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو دھوپ میں دیکھ کر فرمایا سایہ میں آجاؤ برکت ہوگی۔ حضرت ابوہریرہؓ کا مقولہ ہے کہ سایہ کا کنارہ شیطان کی نشست گاہ ہے۔یعنی دھوپ اور چھاؤں کے درمیان بیٹھنا۔

۲۔ حضرت جابرؓ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد عالی نقل کرتے ہیں کہ کوئی خط وغیرہ تحریر کرو۔

تو مٹی ڈال کر خشک کر و کہ اس سے مطلوبہ مقصد میں جلد کامیابی ہوگی۔اور مٹی کی برکت الگ۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ یادداشت کیلئے ہاتھ میں دھاگے کی گرہ باندھ لیتے تھے۔ اہل عرب میں یہ دھاگہ "رتیمہ" کے نام سے مشہور ہے۔

۴۔ حضرت حسنؒ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کو نوروز کے دن کسی نے تحفہ دیا دریافت فرمایا یہ کیا ہے؟ بتایا گیا آج نوروز ہے۔ فرمایا کاش کہ (ایسا) نوروز ہر روز ہوتا۔

۵۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک آدمی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کوئی اسے جانتا ہے ایک شخص نے عرض کیا میں اسے شکل سے پہچانتا ہوں۔ ارشاد فرمایا اسے جاننا یا پہچاننا نہیں کہتے۔ جب تک نام معلوم نہ ہو۔

۶۔ ایک حدیث شریف میں ارشاد مبارک ہے کہ (رات کے وقت) دروازہ بند کردو۔ مشکیزہ کے منہ پر رسی باندھ دو۔ چراغ گل کردو کہ کبھی چوہا گھر کو جلا دیتا ہے۔ یعنی جلتی ہوئی بتی لے کر چھت میں گھس جاتا ہے۔

۷۔ حضرت ابن عمرؓ نقل فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ عید کیلئے پیدل تشریف لے جاتے اور واپسی پر سواری کا استعمال بھی فرما لیتے۔ اور راستہ تبدیل فرما لیتے تھے عیدالفطر میں جانے سے پہلے کچھ نوش فرمایا کرتے اور عیدالضحیٰ میں بعد تک مؤخر فرماتے۔

۸۔ عطاؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ بھلائی کی تلاش وطلب کیلئے کسی اچھی شکل وصورت والے کا انتخاب کرو۔ ایک روایت میں ہے کہ اپنے اہل کاروں کو یہ ہدایت تحریر فرمایا کرتے۔ کہ تعلقات کیلئے ایسا شخص دیکھو جس کی شکل اچھی، جسم اچھا اور آواز اچھی ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ نام بھی اچھا ہو۔ ایک حدیث شریف میں ارشاد مبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر رسول کو حسین چہرہ حسین نام اور حسین آواز والا ہی بھیجا ہے۔

۱۰۔ ابن ملیکہؒ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد مبارک نقل کرتے ہیں کہ مسکین کو تین دفعہ روکنے پر بھی نہ رکے تو اسے ڈانٹ ڈپٹ کرنے میں بھی حرج نہیں۔

۱۱۔ حضرت عمرؓ نے کسی کے ہاتھ میں قرآن پاک کا چھوٹا سا نسخہ دیکھا۔ پوچھا یہ کس نے لکھا ہے اس نے کہا میں نے۔ آپ نے اسے درہ مارتے ہوئے فرمایا کہ قرآن کی تعظیم کیا کرو۔ ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں کہ کسی چھوٹی سی چیز پر قرآن پاک کو لکھنا مکروہ ہے۔

۱۲۔ عمرو بن عبادہ فرماتے ہیں کہ میں نے مسجد میں ایک رات گزاری۔ دوسرا کوئی نہ تھا۔ بیدار ہوا۔ تو میرے کپڑوں میں سے ایک تھیلی ملی۔ جس میں تقریباً چالیس درہم تھے۔ میں نے حضرت عطاء سے مسئلہ پوچھا وہ فرمانے لگے کہ تیرے کپڑوں میں رکھنے والے نے بظاہر تجھے ہی دینے کیلئے رکھے ہیں۔ ضرورت ہے تو خرچ کرلو۔ ورنہ کسی محتاج کو دے دو چنانچہ انہوں نے کسی محتاج کو دے دیئے۔

۱۳۔ ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابوقتادہؓ کے ساتھ ایک چھت پر تھے۔ ستارہ ٹوٹا تو ہم اس کی طرف دیکھنے لگے۔ حضرت ابوقتادہؓ نے فرمایا کہ اس کے پیچھے نگاہ نہ لگانی چاہئے۔ ہمیں اس سے روکا جاتا تھا۔

۱۴۔ حضرت حسنؓ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک نقل کرتے ہیں کہ تلوار کو نیام سے نکالو۔ تو اسی طرح دوسرے کو مت پکڑاؤ۔ بلکہ نیام میں ڈال کر پکڑاؤ۔ پھر ایک دفعہ لوگوں کو ایسا کرتے دیکھا تو ارشاد فرمایا کیا میں نے اس فعل سے منع نہیں کیا تھا۔ پھر بھی جو ایسا کرتا ہے اس پر اللہ کی لعنت۔

۱۵۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے جنات کے ذبیحہ سے منع فرمایا۔ اور جنات کا ذبیحہ یہ ہے کہ کسی نئے گھر میں فال کے طور پر یا نظر وغیرہ کے دفعہ کے لئے جانور ذبح کیا جائے۔

۱۵۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مسجد کو مسیجد اور مصحف کو مصیحف کہنے سے منع فرمایا۔ کہ تصغیر کا وزن استعمال کرنے میں توہین اور بے حرمتی ہے۔

۱۶۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ قیامت کے دن غیب سے آواز آئے گی۔ لوگو! اپنی نگاہیں نیچی کرلو۔ تا کہ فاطمہ بنت محمد ﷺ گزر کر جنت میں جائیں۔

ایسی عورت کا بیان جس کے دنیا میں دو خاوند ہوئے

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کہ جس عورت کے دنیا میں دو خاوند ہوئے وہ آخرت میں کس کو ملے گی۔ ایک قول یہ ہے کہ بعد والے کو ملے گی۔ دوسرا قول یہ کہ عورت کو اختیار ہوگا جس کو چاہے منتخب کرلے۔ دونوں جانب دلائل موجود ہیں۔

پہلے قول کی دلیل

حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ نے ام درداکو نکاح کا پیغام دیا۔ تو اس نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا۔ کہ میں ابودرداؓ سے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد مبارک سنا ہے کہ عورت آخرت میں اپنے آخری خاوند کے ساتھ ہوگی۔ اس کے بعد ابودرداؓ نے مجھے کہا تھا کہ اگر تو آخرت میں میری بیوی بننا پسند کرتی ہے تو میرے بعد نکاح نہ کرنا۔

دوسرے قول کی دلیل

ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ نے رسول اکرم ﷺ سے ایک بار سوال کیا کہ بعض عورتوں کے دنیا میں دو خاوند بھی ہوئے ہیں۔ وہ آخرت میں کس کے ساتھ ہوں گی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسے اختیار ملے گا۔ جس نے اس کے ساتھ بہتر سلوک کیا ہوگا۔ وہ اسے اختیار کرلیں گی۔ پھر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا اور آخرت کی بھلائیاں حسن خلق کے تابع ہیں۔

مشرکین کے بچوں کا بیان

مشرکین کے فوت ہونے والے نابالغ بچوں کے بارے میں اہل علم نے کلام کیا ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ جنتی ہیں۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ دوزخی ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ اہل جنت کے خادم ہوں گے۔ بعض نے اس کے خلاف کہا ہے۔ اس بارے میں بھی روایات مختلف پائی جاتی ہے۔

جنتی ہونے کی دلیل

اس بارے میں یہ روایات نقل کی جاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔

دوزخی ہونے کی دلیل

ا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم ﷺ سے اپنے پہلے خاوند کی اولاد کے بارے میں دریافت فرمایا جو دور جاہلیت میں فوت ہو گئے تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر چاہے تو دوزخ میں ان کا کروٹیں بدلنا تجھے دکھا دوں۔ اور ان کی آہ و بکا تجھے سنا دوں۔

۲۔ دوسری دلیل یہ آیت ہے: وَلَا یَلِدُوْا اِلَّا فَاجِرًا کَفَّارًا (اور ان کے محض فاجر اور کافر اولاد پیدا ہوگی)۔ جس سے معلوم ہوا کہ وہ پیدا ہی کافر ہوئے تھے۔

۳۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک بچے کے جنازہ پر سے گزریں اور فرمایا کہ اس کے مزے ہیں۔ کہ یہ تو جنتی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تجھے کیا معلوم کہ یہ بڑا ہوتا تو کیا کرتا۔

خدام اہل جنت ہونے کی دلیل

اس کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جانتے ہو۔ میری امت کے غافل کون ہیں۔ عرض کیا گیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا مشرکین کے بچے جنہوں نے نہ تو کوئی گناہ کیا ہے کہ انہیں عذاب دیا جائے۔ اور نہ ہی کوئی نیکی کی ہے کہ ثواب دیا جائے بس یہ اہل جنت کے خدام ہوں گے۔

روایات کے اس اختلاف کی بنا پر اس مسئلہ میں سکوت بہتر ہے لہٰذا ہم اللہ و رسولہ اعلم پر اکتفا کرتے ہیں۔

روایت ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ سے مشرکین کے بچوں کے بارے میں

سوال ہوا۔ تو فرمایا مجھے معلوم نہیں۔ اور امام محمد بن حسن رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا۔ تو فرمایا کہ اس مسئلہ میں گو میں کچھ نہیں کہہ سکتا تاہم اتنا جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو گناہ کئے بغیر عذاب نہیں دیتے۔

حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا بیان

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روایات میں آتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام ایک لاکھ چوبیس ہزار ہوئے ہیں۔ ان میں تین سو تیرہ رسول تھے۔ باقی رسول نہ تھے صرف نبی تھے۔

رسولوں کی تعداد

حضرت ابوذر غفاریؓ راوی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ سے بدر کے دن فرمایا کہ تمہاری تعداد رسولوں کی تعداد کے موافق ہے۔ اور طالوت کے ان رفقا کے بقدر ہے جنہوں نے ان کے ساتھ نہر عبور کی تھی۔ یعنی تین سو تیرہ۔

جو حضرات رسول نہ تھے ان میں سے بعض کو خواب میں وحی ہوتی تھی اور بعض کو صرف آواز سنائی دیتی تھی کوئی شخص دکھائی نہ دیتا تھا۔

حضرت آدم علیہ السلام

سب سے پہلے رسول حضرت آدم علیہ السلام تھے جو اپنی اولاد کیلئے رسول بنائے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مٹی سے پیدا فرمایا اور ان کی زوجہ حوا کو ان کی بائیں پسلی سے پیدا کیا۔ ان کے ہاں بیس بطنوں میں چالیس لڑکے لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ جن کی اولاد سے آگے نسل آدم پھیلی۔ قرآن پاک میں ہے: خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً۔ (ترجمہ: تم کو ایک جاندار سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں)۔

حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت جنت میں ابو محمد معروف تھی۔ چونکہ حضرت محمد ﷺ آپ کی تمام اولاد میں سے بزرگ ترین اور اشرف تھے۔ اس لئے ان کی نسبت سے کنیت رکھی

گئی۔اور زمین پر نزول کے بعد آپ کی کنیت ابوالبشر مشہور ہوئی۔آپ پر اللہ تعالیٰ نے مردار خون اور خنزیر کی حرمت کے احکام نازل فرمائے اور کل عمر آپ کی نوسوتیس برس ہوئی۔یہ اہل تورات کی روایت ہے۔اور وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ آپ ہزار برس تک زندہ رہے۔

حضرت شیث علیہ السلام

حضرت آدم علیہ السلام کے بعد آپ کے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام پر پچاس صحیفے نازل فرمائے۔اور وہ نوسو برس تک زندہ رہے۔حضرت آدم علیہ السلام کے بعد ابوالبشر آپ ہی ہیں۔تمام لوگوں کا نسب آپ ہی تک پہنچتا ہے۔

حضرت ادریس علیہ السلام

حضرت شیث علیہ السلام کے بعد نبی اور رسول ہوئے ہیں آپ کا اسم گرامی اخنوخ ہے۔اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اسلام کی تعلیمات کا بکثرت درس دینے کی وجہ سے آپ کا نام ادریس مشہور ہوگیا۔فن تحریر اور قلم سے لکھنے کا آغاز آپ نے ہی کیا۔ایسے ہی سوتی کپڑوں کا لباس تیار کرنا اور پہننا بھی آپ ہی سے شروع ہوا۔پہلے لوگ کھال یا اون کا استعمال کرتے تھے آپ کی دعوت پر ہزار انسانوں نے ایمان قبول کیا۔آپ حضرت نوح علیہ السلام کے پردادا ہوتے ہیں۔تین سو پینسٹھ برس کی عمر میں آپ کو آسمان پر اٹھالیا گیا۔جیسا کہ ورفعناہ مکانا علیا۔(اور ہم نے ان کو بلند مرتبہ تک پہنچایا)۔میں اس کا ذکر ہے آپ پر تیس صحیفے نازل ہوئے۔

حضرت نوح علیہ السلام

حضرت ادریس علیہ السلام کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کو خلعت نبوت عطا ہوئی۔اسم گرامی شاکر تھا۔خوف خداوندی سے بکثرت نوحہ اور گریہ زاری کی وجہ سے نوح کے نام سے مشہور ہوئے۔پہلی شریعت کے احکام منسوخ ہونے کا سلسلہ آپ ہی سے شروع ہوا۔آپ سے پہلی شریعت میں بہن سے نکاح جائز تھا۔اور آپ کی شریعت میں حرام ہوگیا۔جس پر لوگ آپ کی

تکذیب کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے طوفان کا عذاب بھیجا۔ اور آپ کے ساتھ کشتی میں سوار افراد کے سوا سب غرق ہو گئے ان افراد کی تعداد چالیس مرد اور چالیس عورتیں منقول ہے کشتی سے اترنے کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹے سام، حام، یافث اور ان کی بیویاں بچیں۔ اور باقی سب ختم ہو گئے۔ جیسا کہ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ۔ میں اس کا تذکرہ ہے کہ ہم نے انہیں کی اولاد کو باقی رہنے دیا۔ آگے ان تینوں کی نسل چلی۔ اور وہ اطراف میں پھیل گئے۔ چنانچہ عرب، فارس، روم سب سام کی اولاد میں سے ہیں۔ اور حبشی، ہندی سندھی سب حام کی نسل ہے اور یاجوج ماجوج، مقالیہ اور ترک یہ سب یافث کی اولاد میں سے ہیں۔

حضرت ہود علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت ہود علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ ان کے والد کا نام عبداللہ تھا۔ بعض نے آپ کا نسب یوں بتایا ہے۔ ہود بن تازخ بن جواب بن عیوص آپ کو قوم عاد کی طرف بھیجا گیا۔ ایک قول کے مطابق عاد ایک قبیلہ کا نام ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کے ملک کا نام ہے۔ اور ملک کے نام پر قوم کے نام رکھنے کا اس وقت رواج تھا۔ القصہ قوم عاد نے اپنے نبی کو جھٹلایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر آندھی کی شکل میں عذاب بھیجا۔ اور پوری کی پوری قوم ہلاک ہو کر رہ گئی۔

حضرت صالح علیہ السلام

ان کے بعد حضرت صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ والدہ کا نام عبید یا کانو بتایا جاتا ہے۔ آپ قوم ثمود کی طرف مبعوث ہوئے۔ سرزمین حجر میں ثمود ایک کنویں کا نام تھا۔ یہاں کے باشندوں کو بھی اسی نام سے پکارا جاتا تھا۔ ان لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی۔ اور سچا ماننے کیلئے پہاڑ کی چٹان سے اونٹنی کے ظہور کی دلیل مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے بطور معجزہ مطلوبہ دلیل ظاہر فرمادی۔ مگر پھر بھی وہ ضد پر ہی رہے۔ بلکہ اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ قدار بن سالف نامی بدبخت آدمی اس کام میں پیش پیش تھا۔ جو خود سرخ رنگ کا تھا۔ اور آنکھیں چمگاڈر کی آنکھوں جیسی نیلے رنگ کی تھیں پوری قوم میں سب سے بڑا بدبخت قرآن پاک میں اسے بتایا گیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے اِذِ انۢبَعَثَ اَشْقٰھَا (جبکہ اس قوم میں جو سب سے زیادہ بد بخت تھا۔ اٹھ کھڑا ہوا)۔ القصہ یہ بھی تمام کی تمام قوم بجلی کی کڑک اور زلزلے کے ذریعہ تباہ کر دی گئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت صالح علیہ السلام کے بعد حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام مبعوث ہوئے آپ کا نسب یہ ہے ابراہیم بن آذر بن تارخ بن ناخور علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت سی سنتیں اور اچھی عادتیں ہیں جو آپ ہی کی بدولت وجود میں آئیں اور پھیلیں۔ مثلاً مسواک کرنا۔ پانی سے استنجا کرنا۔ مونچھیں کاٹنا۔ ختنہ کرنا۔ شلوار استعمال کرنا۔ مہمان نوازی کرنا۔ ثرید بنانا۔ یہ سب کام آپ ہی سے منسوب کئے جاتے ہیں۔ آپ سے پہلے یہ کام کسی نے نہیں کئے۔ بڑھاپے کے سفید بال بھی سب سے پہلے آپ ہی نے دیکھے ہیں۔

آپ کے چار بیٹے تھے۔ اسمٰعیل، اسحٰق، مدین و مدارین۔ ایک قول چھ بیٹوں اور ایک بارہ بیٹوں کا بھی ہے۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نبی مرسل تھے۔ اور تمام عرب کے باپ تھے۔

حضرت اسحٰق علیہ السلام

حضرت اسحٰق علیہ السلام بھی نبی و پیغمبر تھے۔ ان کے دو بیٹے یعقوب و عیص تھے۔ جو ایک ہی بطن سے پیدا ہوئے۔ عیص کی ولادت پہلے ہوئی۔ اور یعقوب کی بعد میں ہوئی۔ اسی پیدائش کے عقب اور بعد کی وجہ سے یعقوب نام ہوا۔ آپ تمام بنی اسرائیل کے باپ ہیں انہیں اسرائیل بھی کہا جاتا ہے۔ جس کے معنی ان کی لغت میں عبداللہ یعنی اللہ کا بندہ ہے اور عیص اہل روم کے باپ ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں ایک خطہ کے نبی تھے۔

آپ کے چچازاد بھائی تھے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت سارہ حضرت لوط علیہ السلام کی بہن تھی۔ جن سے حضرت اسحٰق علیہ السلام تولد ہوئے۔ بعض نے حضرت لوط علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھتیجا بتایا ہے اور نسب یوں ہے لوط بن ہارون بن تارخ بن ناخور۔

حضرت ایوب علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد حضرت ایوب علیہ السلام بن موسیٰ نبی ہوئے جو کہ حضرت لوط علیہ السلام کے بھانجے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیٹی لیا بنت یعقوب ان کے نکاح میں تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کے گھر رحمت بنت یوسف تھی علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت ایوب علیہ السلام کے بعد مبعوث ہوئے۔ والد کا نام نویب تھا۔ آپ کو اہل مدین کیطرف نبی بنا کر بھیجا گیا۔ قوم نے ماننے سے انکار کیا۔ بالآخر کڑکتی ہوئی بجلی اور زلزلہ کے ذریعہ ہلاک کر دیئے گئے۔ پھر ان کے بعد حضرت موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون علیہما السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام

ان حضرات کے والد کا نام عمران تھا مصر کے فرعون کی طرف مبعوث ہوئے جس کا نام ولید بن مصعب تھا۔

حضرت یوشع علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت یوشع علیہ السلام نبی ہوئے۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔ ان کے بعد حضرت یونس بن متی علیہ السلام نبی ہوئے۔

حضرت یونس علیہ السلام

آپ پر ایک آزمائش آئی۔ دریا کے سفر میں ایک مچھلی نے آپ کو نگل لیا۔ تین دن

یا سات دن تک آپ اس کے پیٹ میں رہے۔ ایک قول چالیس دن کا بھی ہے۔ آپ موصل کے علاقہ میں نینوی بستی والوں کی طرف مبعوث ہوئے۔ ان لوگوں نے آپ کی تکذیب کی۔ تو ان پر عذاب کے آثار طاری ہونے لگے۔ بالآخر توبہ استغفار کرنے پر ان سے عذاب ٹل گیا۔ ان کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام مبعوث ہوئے۔

حضرت داؤد علیہ السلام و حضرت سلیمان علیہ السلام

ان کے والد کا نام ایشا تھا۔ نبی ہونے کے ساتھ ساتھ آپ بنی اسرائیل کے بادشاہ بھی تھے۔ ان کے بعد ان کے بیٹے سلیمان علیہ السلام نبی ہوئے۔

حضرت زکریا، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد حضرت زکریا بن ماثان نبی ہوئے۔ پھر ان کے بیٹے یحییٰ علیہ السلام پھر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام پھر الیاس علیہ السلام ﴿اکثر مورخین حضرت الیاس اور حضرت الیسع کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے کا بتاتے ہیں﴾۔

حضرت الیاس علیہ السلام

آپ نبی مرسل تھے۔ یوشع بن نون علیہ السلام کی نسل سے تھے۔ اہل بعلبک کی طرف مبعوث ہوئے۔ حضرت الیسع آپ ہی کے شاگرد اور پھر خلیفہ ہوئے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے۔ اور تمام کی اولاد بکثرت پھیلی۔ ہر ایک کی اولاد کو سبط کہا جاتا ہے۔ اور بنی اسرائیل میں لفظ سبط ایسا ہی مستعمل تھا جیسے عرب میں قبیلہ کا لفظ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں سترہ برس تک رہے۔ جبکہ آپ کی عمر ایک سو سینتالیس برس ہوئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام آپ کے بعد تیئیس سال تک زندہ رہے اور ایک سو بیس برس کی عمر میں وفات پائی۔ بعض نے آپ کی کل عمر ایک سو دس برس بتائی ہے۔

حضرت کعب الاحبارؒ فرماتے ہیں کہ ہماری بعض کتابوں میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں سے دس حضرات ایسے ہیں۔ جو پیدائشی ختنے سے تھے۔ چنانچہ حضرت آدم، حضرت شیث، حضرت ادریس، حضرت نوح، حضرت لوط، حضرت اسمٰعیل، حضرت یوسف، حضرت زکریا، حضرت عیسیٰ، اور حضرت محمد صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین۔ ان سب حضرات کے پیدائش کے وقت ختنہ موجود تھا۔

پیغمبروں کی بعثت کا درمیانی فاصلہ

حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اور طوفان نوح علیہ السلام کے درمیان دو ہزار دو سو چالیس برس کا فاصلہ ہے۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کی وفات اور طوفان کے مابین تین سو پچاس برس کا فاصلہ ہے۔ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے درمیان دو ہزار دو چالیس برس کا فاصلہ ہے۔ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان نو سو برس کا فاصلہ ہے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت داؤد علیہ السلام کے درمیان پانچ سو برس کا فاصلہ ہے۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان گیارہ سو برس کا فاصلہ ہے۔

مگر بعض حضرات کے بقول فاصلوں کی یہ تعداد صحیح ثابت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس مدت کو وقرونا بین ذالک کثیرا کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ (یعنی ان کے بیچ بیچ بہت سی امتوں کو ہلاک کیا) لہٰذا خدا ہی کو معلوم ہے کہ یہ عرصہ کس قدر ہے ہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد رسولوں کا سلسلہ ایک مدت تک منقطع رہا۔ تا آنکہ ہمارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ مبعوث ہوئے اور انقطاع کے اس دور کو فترت کا زمانہ کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ علی فترۃ من الرسل (ایسے وقت میں کہ رسولوں کا سلسلہ موقوف تھا)۔ اور فترت کا زمانہ کہنے کی یہ وجہ ہوسکتی ہے۔ کہ اس مدت میں دین کمزور بلکہ ناپید ہوگیا تھا۔

قتادہؒ کہتے ہیں کہ ان دونوں حضرات کے درمیان پانچ سو ساٹھ برس کا فاصلہ ہے۔ اور کلبیؒ کے بقول پانچ سو چالیس برس کا اور مقاتل چھ سو برس کا فاصلہ بتاتے ہیں۔ اور ضحاکؒ کا بھی یہی قول ہے۔ اور وہب بن منبہ چھ سو بیس برس بتاتے ہیں۔

آسمانی کتابیں

اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام پر جو کتابیں نازل فرمائی ہیں لوگوں میں چار معروف ومشہور ہیں تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئیں اور قرآن مجید حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا۔

وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ کل کتابیں اللہ تعالیٰ نے ایک سو چار نازل فرمائی ہیں۔ پچاس صحیفے حضرت شیث بن آدم علیہما السلام پر تیس صحیفے حضرت ادریس علیہ السلام پر بیس صحیفے حضرت ابرہیم علیہ السلام پر اور تورات، زبور، انجیل اور فرقان جن جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

حضرت لقمان اور ذوالقرنین

حضرت لقمان اور ذوالقرنین کے بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے کہ نبی تھے یا نہیں۔ اکثر اہل علم کہتے ہیں کہ لقمان نبی نہ تھے۔ بلکہ ایک دانا بزرگ تھے۔ اور ذوالقرنین بھی ایک صالح بادشاہ تھے۔ نبی نہ تھے۔ اور عکرمہؓ ان دونوں حضرات کو نبی کہتے ہیں۔ حضرت علیؓ سے کسی نے ذوالقرنین کے متعلق پوچھا فرمایا ایک نیک اور صالح شخص تھا۔ وجہ تسمیہ بعض نے یہ بتائی کہ وہ فارس اور روم دو ملکوں کا بادشاہ تھا۔ کسی نے کہا کہ اس کا سر سینگ کے مشابہ تھا۔ بعض نے کہا کہ اس نے سورج کے مشرق ومغرب کا سفر کیا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ دو قرن تک زندہ رہے۔ بعض نے یہ وجہ بتائی ہے کہ اس نے عالم شباب میں خواب دیکھا تھا کہ وہ سورج کے قریب پہنچ گیا اور اس کے دونوں کناروں سے اسے پکڑ لیا۔ لوگوں کو اس خواب کا پتہ چلا تو انہوں نے ذوالقرنین کے نام مشہور کر دیا اصل نام سکندر تھا۔

پانچ پیغمبروں کی زبان عربی تھی

کہتے ہیں کہ پانچ انبیاء کرام ایسے ہیں جن کی زبان عربی تھی۔ حضرت اسمٰعیل، حضرت ہود، حضرت صالح علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام اور حضرت محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت اسحٰق علیہ السلام میں سے ذبیح کون ہے:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کس بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا۔ لوگوں نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ بعض نے حضرت اسمٰعیل اور بعض نے حضرت اسحٰق کا نام لیا ہے۔ حضرت علیؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن سلامؓ، عکرمہؒ، مقاتلؒ، کعب بن احبارؒ اور وہب بن منبہ یہ سب حضرات اسی کے قائل ہیں۔ کہ وہ حضرت اسحٰق تھے۔ لیکن حضرت ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، مجاہدؒ، محمد بن کعب القرظیؒ، کلبیؒ فرماتے ہیں کہ وہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تھے اور یہی قول کتاب و سنت کے زیادہ موافق ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ہے وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ (اور ہم نے ایک ذبیحہ ان کے عوض دیا) اور ذبح کے قصہ کے بعد ارشاد ہے۔ وبشرناہ باسحٰق (اور ہم نے اسے اسحٰق کی بشارت دی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسحٰق علیہ السلام کی بشارت قصہ ذبح کے بعد کی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں دو ذبیح شخصوں کا بیٹا ہوں۔ اس سے مراد آپ ﷺ کے والد ماجد عبداللہ اور حضرت اسمعیل ہیں۔ اور امت کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ آپ اولاد اسمعیل سے ہیں۔ اہل تورات کا کہنا ہے کہ تورات میں حضرت اسحٰق علیہ السلام کو ذبح کرنا بتایا گیا ہے۔ اگر یہ تورات میں صحیح ثابت ہو جائے تو ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

دنیا بھر کے حکمران

کہتے ہیں کہ پوری دنیا میں حکومت صرف چار شخصوں کو نصیب ہوئی ہے جن میں دو مسلمان تھے اور دو کافر۔ مسلمان حضرت سلیمان علیہ السلام اور ذوالقرنین ہیں اور کافر نمرود بن کنعان اور بخت نصر جس نے بیت المقدس کو تاراج کیا۔ ستر ہزار آدمی قتل کئے اور اتنے ہی قید کر کے بابل لے گیا۔ انہیں قید ہونے والوں میں حضرت دانیال علیہ السلام بھی تھے جو ابھی بچپن میں تھے اور بعد میں نبی ہوئے۔

شیر خوارگی کے عالم میں کلام کرنیوالے

کہتے ہیں کہ تمام لوگوں میں سے شیر خوارگی کے عالم میں صرف چار بچوں نے کلام

کیا۔ ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوسرا اصحاب اخدود کا بچہ، تیسرا جریج راہب والا بچہ، چوتھا حضرت یوسف علیہ السلام والا بچہ جسے ''شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا'' میں ذکر کیا گیا ہے۔ کہ اس عورت کے خاندان میں سے ایک گواہ نے شہادت دی۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ شاید کوئی بالغ مرد تھا۔ بچہ نہ تھا۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عمریں

کعب احبار روایت کرتے ہیں کہ میں نے انبیاء علیہم السلام کی کتب میں دیکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر نو سو تیس برس کی تھی اور حضرت نوح علیہ السلام کی عمر نو سو پچاس برس اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو پچانوے برس حضرت اسمعیل علیہ السلام کی عمر ایک سو سینتیس برس حضرت اسحاق علیہ السلام کی عمر ایک سو اسی برس اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی عمر ایک سو انچاس برس اور حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر ایک سو دس برس اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو تئیس برس اور حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر ستر برس اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر ایک سو اسی برس اور حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر تین سو برس اور حضرت یحیٰ علیہ السلام کی عمر پچانوے برس اور حضرت شعیب علیہ السلام کی عمر دو سو چون برس اور حضرت صالح علیہ السلام کی عمر ایک سو اسی برس اور حضرت ہود علیہ السلام کی عمر ایک سو پینسٹھ برس اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر تینتیس برس تھی ﴿حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں صحیح قول یہ ہے کہ چالیس برس کی عمر میں ان کو مبعوث کیا گیا چالیس برس اپنی قوم میں رہے اسی برس کی عمر میں ان کو آسمان پر اٹھایا گیا اور قرب قیامت میں نازل ہونگے۔ تو چالیس برس رہیں گے پس ان کی مجموعی زمین کی عمر ایک سو بیس برس ہے۔ واللہ اعلم﴾۔ (کہ آپ کو آسمان پر اٹھالیا گیا اور قیامت کے قریب پھر نازل ہوں گے) اور ہمارے پیغمبر سیدنا و مولانا حضرت محمد ﷺ کی عمر مبارک تریسٹھ برس کی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے بے حد درود و سلام ہوں ان سب حضرات پر (واللہ تعالیٰ اعلم)۔

اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا بیان

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار عالم پیدا فرمائے ہیں جن میں سے پوری دنیا ایک عالم ہے۔ حضرت عمر بن خطابؓ سرکار دو عالم ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں مخلوق کے ہزار طبقے اور گروہ پیدا فرمائے ہیں جن میں سے چھ سو سمندر میں اور چار سو خشکی میں ہیں۔

سفید زمین

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سفید زمین پیدا فرمائی ہے جو اس دنیا سے تیس گناہ بڑی ہے اور سورج مسلسل تیس دن تک کے بقدر اس پر چمکتا ہے وہ زمین اللہ تعالیٰ کی ایسی مخلوق سے بھری پڑی ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں جانتے اور وہ پلک جھپکنے کے بقدر بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیا وہ اولاد آدم سے ہیں۔ ارشاد فرمایا انہیں کچھ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو بھی پیدا کیا ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! ابلیس کا گزر بھی وہاں ہوتا ہے ارشاد فرمایا انہیں یہ بھی معلوم نہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو پیدا کیا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ **ویخلق مالا تعلمون** (اور وہ ایسی چیزیں بناتا ہے جن کی تم کو خبر بھی نہیں)۔

عجیب الخلقت فرشتہ

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ پیدا فرمایا ہے جس کا نچلا بدن آگ کا اور اوپر کا بدن برف کا ہے نہ آگ برف کو پگھلاتی ہے اور نہ برف آگ کو بجھاتی ہے اس کی تسبیح یہ ہے کہ پاک ہے وہ ذات جس نے آگ اور برف میں موافقت پیدا فرمائی۔

اے اللہ! جیسے تو نے آگ اور برف میں موافقت پیدا فرمائی ہے ایسے ہی اپنے مومن بندوں کے قلوب میں بھی الفت ڈال دے۔

عرش کا مرغ

ایک روایت میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مرغ عرش کے نیچے

پیدا فرمایا ہے۔ جب وہ اپنے دونوں پر پھیلاتا ہے تو وہ مشرق و مغرب سے تجاوز کرتے ہیں۔ آخر شب میں وہ پر پھیلاتا ہے۔ پھڑ پھڑا کر چیخ چیخ کر تسبیح کرتا ہے۔ **سبحان الملک القدوس** (کہ میں اس شہنشاہ مطلق کی تسبیح کہتا ہوں جو بے حد پاکیزہ و منزہ ہے) اس کے بعد زمین کے مرغ بھی اس کے جواب میں اپنے پروں کو پھڑ پھڑاتے اور چیخنے لگتے ہیں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ سفید مرغ کو گالی نہ دو۔ یہ نماز کی دعوت دیتا ہے۔

بیت المعمور

حضرت عبداللہؓ بن حارث روایت کرتے ہیں کہ حضرت کعب حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے سوال کیا کہ کعب کچھ بیت المعمور کے متعلق بتاؤ کہ کہاں ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ چوتھے آسمان پر ایک مکان ہے جس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں۔ اور قیامت تک انہیں دوبارہ داخل ہونے کی باری نہیں ملے گی۔

سخت ترین مخلوق

حضرت علیؓ سے سوال ہوا کہ کون سی مخلوق سخت ترین اور مضبوط ہے۔ فرمایا سب سے زیادہ ٹھوس اور مضبوط پہاڑ ہیں۔ جو کبھی اپنی جگہ سے ہلنے کا نام نہیں لیتے۔ اور لوہا اس سے بھی بڑھ کر ہے کہ پہاڑوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے اور آگ لوہے کو بھی پگھلا کے رکھ دیتی ہے۔ اور پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور بادل پانی کو اٹھائے پھرتے ہیں اور ہوا بادلوں کو اڑائے پھرتی ہے۔ اور انسان ہوا پر قابو پالیتا ہے اور نیند انسان پر غالب آجاتی ہے اور غم نیند پر غالب آجاتا ہے تو ساری مخلوق سے اشد اور قوی غم ہوا۔ مگر اپنی تمام مخلوق سے زیادہ قوی اور غالب رب العزت نے جسے پیدا فرمایا ہے وہ موت ہے۔

زمین و آسمان کی تخلیق کا آغاز

زمین و آسمان کی پیدائش

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت نقل فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب

سے پہلے قلم کو پیدا کیا۔ اور جتنی دیر منظور ہوا یونہی رکھا اس کے بعد اس نے ایک نقطہ لگایا جس سے الف بنا اور پھر قیامت تک آنے والے واقعات تحریر کیے پھر ایک مچھلی پیدا فرمائی اور اس پر زمین کو قرار بخشا۔ کہتے ہیں کہ زمین کی پیدائش سے پہلے پانی ہی پانی تھا۔

بیت اللہ شریف والی جگہ پر کچھ جھاگ جمع ہوگئی اور وہاں سرخ رنگ کی ایک ٹیلے کی سی صورت بن گئی۔ یہ اتوار کا دن تھا۔ پھر وہاں پر سے دھوئیں کی شکل کے بخارات اٹھنے شروع ہوئے اور آسمان کی بلندی تک پہنچ گئے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ایک سبز موتی کی شکل میں بنایا اور اس سے آسمان پیدا کیا۔ پیر کے دن سورج چاند اور ستارے پیدا فرمائے اور پھر زمین والے ٹیلے کو بچھا بچھا کر زمین بنائی۔ اسی کو فرمایا ہے خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ. کہ زمین کو دو دن میں پیدا فرمایا اور دوسرے مقام پر فرمایا۔ اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا. (یا آسمان کا کہ اللہ نے اس کو بنایا اس کی سقف کو بلند کیا اور درست کیا اور اس کی رات کو تاریک بنایا اور اس کے دن کو ظاہر کیا۔ اور اس کے بعد زمین کو بچھایا)۔ اور منگل کے دن خشکی اور تری کے جانوروں اور پرندوں کو پیدا فرمایا۔ اور بدھ کے دن سمندر اور نہروں کو جاری کیا۔ درخت اگائے رزق کی تقسیم اور روزی کا اندازہ فرمایا۔ یہی مضمون اس آیت میں ہے: وَقَدَّرَ فِيْهَا اَقْوَاتَهَا فِیْ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ۔ اور اس میں اس کی غذائیں تجویز کردیں۔ چار دن میں)۔

کہتے ہیں کہ پہلے پہل زمین پانی پر حرکت کرتی تھی تو ٹھوس پہاڑوں کی میخیں اس پر لگادی گئیں اور حرکت بند ہوگئی۔ جمعرات کے روز جنت و دوزخ کو پیدا فرمایا۔ اور جمعہ کے دن حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ اور آسمان میں بارہ برج بنائے جیسا کہ اس آیت میں ہے: تَبَارَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا ۔ کہ بابرکت ہے وہ ذات جس نے آسمان میں برج پیدا فرمائے۔ نیز فرمایا وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ (اور فرمایا کہ برجوں والے آسمان کی قسم) ان برجوں کے نام یہ ہیں حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو، حوت۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ چاند چالیس فرسخ مربع ہے یعنی ہر طرف سے ایک سوبیس میل اور سورج ساٹھ فرسخ یعنی ہر طرف سے ایک سواسی میل اور ہر ستارہ دنیا کے ایک عظیم پہاڑ کی مانند ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ سورج دنیا کی وسعت کے بقدر ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو تمام دنیا روشن ہوسکتی اور یہی قول چاند کے متعلق بھی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ستارے آسمان پر قندیلوں کی طرح لٹک رہے ہیں۔ بعض حضرات کے بقول آسمان میں جڑے ہوئے ہیں جیسا کہ دروازہ یا صندوق پر کسی چمکدار چیز کا جڑاؤ کر دیا جائے۔

رعد

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ رعد ایک فرشتے کا نام ہے جو بادلوں پر مقرر ہے۔ اور یہ آواز جو سنائی دیتی ہے اسی فرشتے کی آواز ہے کہتے ہیں کہ کڑک کی آواز فرشتوں کے کوڑوں کی آواز ہے جس سے وہ بادلوں کو ہانکتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ آسمان اور زمین کے درمیان پانچ سو برس کی مسافت کا فاصلہ ہے اسی طرح مشرق اور مغرب کے درمیان بھی پانچ سو برس کا فاصلہ ہے جس میں آبادی کم ہے جنگلات، پہاڑ اور سمندر زیادہ ہیں۔ آبادی میں اہل کفر زیادہ اور مسلمان کم ہیں۔

کوہ قاف

دنیا کے گرداگرد تاریکی ہے اور اس کے اوپر کوہ قاف ہے جو تمام دنیا کو محیط ہے اور سبز زمرد کا پہاڑ ہے۔ آسمان کے کنارے اس سے ملتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ روئے زمین کے ہر پہاڑ کی کوئی نہ کوئی شاخ کوہ قاف کے ساتھ ملتی ہے اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کی ہلاکت کا ارادہ فرماتے ہیں۔ تو فرشتے کو حکم دیتے ہیں جو اس شاخ کو حرکت دیتا ہے اور لوگ دھنس جاتے ہیں۔

آسمانوں کی بناوٹ

حضرت بریدہؓ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ آسمان دنیا پانی کے موج یا پانی کے

بخارات سے بنا اور دوسرا آسمان سفید زمرد کا ہے تیسرا لوہے کا، چوتھا کانسی کا، پانچواں پیتل کا چھٹا چاندی کا اور ساتواں آسمان سونے کا ہے۔ ساتواں اور اس سے پہلے آسمان کے درمیانی نور کے سمندر ہیں۔ حضرت کعب فرماتے ہیں کہ ساتواں آسمان یاقوت کا ہے یہ اقوال اہل توحید کے ہیں ﴿ان میں سے اکثر امور اسرائیلی روایات پر مبنی ہیں جو لائق وثوق نہیں۔ واللہ اعلم﴾ اہل نجوم اور بہت کچھ کہتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

جنت اور دوزخ کے اسماء کا بیان

جنتیں کتنی ہیں

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنتیں چار ہیں۔ جیسا کہ آیت مبارکہ میں ہے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ (اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے۔ اس کیلئے دو باغ ہیں اور اس کے بعد فرمایا۔ وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتَانِ (اور ان دونوں باغوں سے کم درجہ میں دو باغ اور ہیں) اس طرح سے کل چار جنتیں ہوئیں ایک جنت الخلا، دوسری جنت الفردوس، تیسری جنت الماوی اور چوتھی جنت عدن۔

جنت کے دروازے

قرآن پاک میں گو یہ ذکر نہیں مگر حدیث شریف سے پتہ چلتا ہے کہ ان جنتوں کے آٹھ دروازے ہیں بعض حضرات نے قرآن پاک سے بھی آٹھ دروازوں کا ثبوت نکالنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ ایک آیت میں ارشاد ہے حَتّٰی اِذَا جَاءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا۔ یہ آیت اہل جنت کے بارے میں ہے۔ اور دروازوں کا ذکر واؤ کے ساتھ ہے اور اہل دوزخ کے بارے میں ارشاد ہے حَتّٰی اِذَا جَاءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا۔ یہاں واؤ مذکور نہیں۔ تو ابواب جنت کے ساتھ واؤ کا ان کے آٹھ ہونے کی علامت ہے کیونکہ ایک آیت میں واؤ کا ذکر آٹھ کے ساتھ صراحتاً بھی آیا ہے۔ چنانچہ سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ

خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ کَلْبُهُمْ۔ یہاں رابع اور سادس یعنی چوتھے اور چھٹے درجہ کے ساتھ واؤ کا ذکر نہیں آیا۔ آگے فرماتے ہیں وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۔ یہاں پر آٹھواں درجہ واؤ کے ساتھ آیا ہے۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے اَلتَّـآئِبُوْنَ الْعَـابِدُوْنَ الخ پوری آیت میں آٹھ صفات کا ذکر ہے مگر واؤ کا ذکر آٹھویں وصف کے ساتھ آیا ہے یعنی وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ میں ایسے ہی آیت خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمَاتٍ مُّؤْمِنَاتٍ الخ میں آٹھ طرح کی عورتوں کا ذکر فرمایا ہے اور وابکارا کے کلمہ میں آٹھویں کا ذکر واؤ کے ساتھ کیا گیا ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ جنت کیلئے آٹھ دروازوں کا ثبوت حدیث شریف سے ملتا ہے۔

جنت کا ادنی درجہ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ سب سے ادنی درجہ کا جنتی وہ ہے جسے جنت میں پانچ سو برس کی مسافت کے بقدر جگہ ملے گی۔ اور پانچ سو حوریں ملیں گی۔ اور ایک ایک سے ملاقات کا وقت اتنا طے ہوگا جتنی اس کی عمر دنیا میں ہوئی ہوگی۔ دستر خوان پر کھانے پینے پر اتنا ہی وقت لگے گا جس قدر وہ دنیا میں عمر بسر کر کے گیا ہوگا۔

جنت کی ہر شے کی نظیر دنیا میں موجود ہے

۱۔ کہتے ہیں کہ جنت کی ہر چیز کی نظیر اور مثال دنیا میں موجود ہے۔ سو اہل جنت کے کھانے پینے کی نظیر کہ جس کے بعد انہیں بول و براز کی حاجت نہ ہوگی۔ دنیا میں بچے کی وہ زندگی ہے جو ماں کے پیٹ میں ہوتی ہے۔

۲۔ اہل جنت کو خادم ایسے ملیں گے جو ان کی صرف تمنا اور خواہش پر ہر چیز لا کر حاضر کریں گے۔ انہیں بولنے اور مانگنے کی نوبت ہی نہ آئے گی۔ وہ ان کی خواہش کو ہی پہچان لیں گے اس کی مثال دنیا کی زندگی میں انسان کے اعضاء کی ہے کہ انسان میں جب کوئی تمنا اور خواہش پیدا ہوتی ہے۔ تو اعضا پہچان لیتے ہیں اور بول کر حکم دیئے بغیر اس خواہش کی تکمیل میں لگ جاتے ہیں۔

۳۔ جنت میں ایک درخت ہے جس کا نام طوبیٰ ہے جس کی جڑ اور تنا آنحضرت ﷺ کے

راحت کدہ میں ہوگا۔اور شاخیں جنت کے ہر حصہ میں دور دور ہر کسی کے مکان میں ہوں گی جس کی نظیر دنیا میں سورج ہے کہ اس کی روشنی گھر گھر میں اجالا کر رہی ہے پہاڑ کا دامن اور اس کے غار بھی اس کی روشنی سے اسی طرح بہرہ ور ہیں جیسا کہ اس کی چوٹی۔

۴۔ جنت کے کھانے جتنا چاہو کھاتے رہو کبھی ختم نہ ہوں گے بلکہ ان میں کمی تک واقع نہ ہوگی۔ دنیا میں س کی مثال قرآن پاک ہے کہ قیامت تک سیکھتے اور سکھاتے رہو نہ اس کے ظاہری حسن میں کوئی خلل یا کمی واقع ہو سکتی ہے اور نہ ہی اس کے معانی اور غرائب کبھی ختم ہوں گے۔

۵۔ جنت میں حد نگاہ تک پھیلا ہوا سایہ ہوگا جس کی مثال دنیا میں طلوع شمس سے ذرا پہلے وقت کی ہے۔اور غروب کے بعد تاریکی چھا جانے سے پہلے پہلے کی۔غرض پوری جنت کو سایہ محیط ہوگا جیسے اس آیت مبارکہ میں ہے اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ (کیا تو نے اپنے پروردگار پر نظر نہیں کی کہ اس سایہ کو کیونکر پھیلایا)۔ایک حدیث شریف میں حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ کیا میں تمہیں ایسا وقت نہ بتاؤں۔ جو اہل جنت کے وقت سے بہت ہی مشابہت رکھتا ہے سن لو یہ وہ وقت ہے جو سورج طلوع ہونے سے پہلے ہوتا ہے جس کا سایہ محیط اور رحمت وسیع پھیلی ہوئی اور برکت بے حد وحساب ہوتی ہے جنت کے داروغہ اور نگہبان کا نام رضوان ہے جو کہ رحمت ومہربانی کا مجسمہ ہے۔

دوزخ کے نام اور دروازے

اور دوزخیں اوپر تلے سات ہیں جیسا کہ اللہ پاک کا ارشاد عالی ہے **لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ** (جس کے ساتھ دروازے ہیں ہر دروازہ کیلئے ان لوگوں کے الگ الگ حصے ہیں سب سے پہلی دوزخ جہنم ہے جس کا دروازہ سب سے اوپر کا ہے قیامت کے روز تمام مخلوق کا گزر اسی دروازہ پر سے ہوگا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد عالی ہے۔**وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا** (اور تم میں سے کوئی بھی نہیں جس کا اس پر گزر نہ ہو) دوسری دوزخ **لظی** ہے تیسری **حطمه** چوتھی **سعیر** پانچویں **سقر** چھٹی **جحیم** اور ساتویں **هاویة** ہے جو تمام سے نچلے درجہ میں ہے اور عذاب

میں سب سے سخت ہے اور زندیقوں اور منافقوں کیلئے خصوصیت سے تیار کی گئی ہے۔ دوزخ کے داروغہ کا نام مالک ہے جو غیظ وغضب اور ہیبت ورعب کی ایک خوفناک تصویر ہے اے اللہ ہمیں اپنے فضل وکرم کے ساتھ اس سے محفوظ فرما۔ آمین یاارحم الراحمین۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب عالی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد مبارکہ اور ازواج مطہرات کا ذکر جمیل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب نامہ

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ ایک روایت نقل فرماتے ہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خود بیان فرمودہ نسب نامہ یوں منقول ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اپنا نسب نامہ عدنان ذکر فرمایا اس سے آگے کبھی تجاوز نہ فرماتے تھے۔ حضرت کعب احبار وغیرہ کی روایتوں میں آپ کا نسب عالی حضرت آدم علیہ السلام تک بھی مذکور ہے۔ مگر بعض حضرات نے اس پر نکیر کی ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ نسب بیان کرنے والے جھوٹ کہتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقُرُوْنًا بَيْنَ ذَالِكَ كَثِيْرًا (اوران کے بیچ بیچ بہت سی امتوں کو ہلاک کیا) اور دوسرے مقام پر ارشاد ہے وَالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ (اور جو لوگ ان کے بعد ہوئے ہیں جن کو بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا)۔

باقی حضرت آدم علیہ السلام تک نسب ملانے والے آگے یوں چلاتے ہیں عدنان بن ادبن الیسع بن الہمیسع بن نبت بن سلامان بن محل بن قیدار بن اسمعیل بن ابراہیم بن آزر بن تارخ بن ناخور بن اشرع بن ارغو بن فالغ بن عابر بن فالح بن ارفخشد بن سام بن نوح بن لامک

بن متوشلخ بن اخنوخ یعنی ادریس علیہ السلام بن یرد بن مہلا ئیل بن انوش بن شیث بن آدم صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ جمیع الانبیاء من اولادہ۔

حضور ﷺ کے مختصر حالات

آپ کے والد ماجد کا انتقال آپ کی ولادت باسعادت سے پہلے ہی ہو گیا تھا اور آپ کی کفالت آپ کے جد امجد عبدالمطلب نے کی۔ آٹھ برس کے ہوئے تو دادا کا بھی انتقال ہو گیا اور آپ کی کفالت کا ذمہ آپ کے چچا ابوطالب نے قبول کرلیا۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد ہیں۔ بالغ ہونے تک یہی آپ کے کفیل رہے۔ چھ برس کی عمر میں آپ کی والدہ ماجدہ کا وصال ہو گیا تھا۔ طائف کی ایک حلیمہ نامی عورت نے آپ ﷺ کی پرورش کی اور دودھ پلایا تھا۔ چالیس برس کی عمر میں خلعت نبوت سے سرفراز فرمائے گئے۔ نزول وحی کے بعد تیرہ برس تک مکہ مکرمہ میں قیام فرمایا۔ پھر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

ازواج مطہرات

وصال کے وقت نو ازواج مطہرات موجود تھیں جبکہ کل بیویوں کی تعداد جو آپ کے نکاح میں آئیں چودہ ہے سب سے پہلا نکاح حضرت خدیجہؓ بنت خویلد سے ہوا جو تمام عورتوں کی سردار ہیں اور سب سے پہلے اسلام لائیں۔ پھر حضرت سودہ بنت زمعہ پھر حضرت عائشہ بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔ یہ تینوں نکاح مکہ مکرمہ میں ہوئے اور مدینہ طیبہ میں آپ ﷺ نے حضرت حفصہؓ بنت عمرؓ حضرت ام سلمہؓ بنت ابی امیہ حضرت ام حبیبہؓ بنت ابی سفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) سے نکاح کیا۔ ازواج مطہرات میں سے مذکورہ چھ بیبیاں خاندان قریش سے تھیں اور حضرت جویریہؓ بنی مصطلق سے اور حضرت صفیہؓ بنت حیی بن اخطب اور زینبؓ بنت جحش جو پہلے حضرت زید بن حارثہؓ کے نکاح میں تھی۔ اپنی سخاوت کی وجہ سے ام المساکین کے لقب سے مشہور تھیں۔

ازواج مطہرات میں سے آنحضرت ﷺ کے بعد سب سے پہلے انہی کا وصال ہوا۔

حضرت میمونہؓ بنت الحارث اسلمیہ جو کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خالہ ہیں اور زینب بنت خزیمہ اور بنو ہلال کی وہ عورت جس نے اپنے آپ کو خدمت نبوت میں بطور ہبہ کے پیش کیا اور کندہ کی وہ عورت جس نے آپ سے پناہ چاہی اور آپ نے سے طلاق دیدی اور بنوکلب کی ایک عورت یہ کل چودہ ہوئیں۔

حضور ﷺ کی اولاد

آنحضرت ﷺ کے تین بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں سب سے اول اولاد حضرت قاسم تھے آپ اسی بنا پر ابوالقاسم کہلاتے تھے۔ پھر حضرت زینب پھر حضرت عبداللہ جن کا نام طاہر بھی تھا، نزول وحی کے آغاز کے بعد ان کی ولادت ہوئی اس مناسبت سے اسے طاہر کہا گیا پھر آپ کی بیٹی ام کلثومؓ اور پھر حضرت فاطمہؓ پھر حضرت رقیہؓ یہ سب کے سب مکہ مکرمہ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے اور ایک بیٹا آپ کا حضرت ابراہیم مدینہ طیبہ میں ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوا۔

آپ ﷺ کی صاحبزادیوں کے نکاح

آپ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ ابن ابی طالب سے کیا تھا اور حضرت رقیہؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ کے ساتھ کیا۔ آپ غزوہ بدر کے لئے تشریف لے گئے تو بعد میں حضرت رقیہ کا وصال ہو گیا واپس تشریف لا کر آپ ﷺ نے دوسری بیٹی حضرت ام کلثومؓ کا نکاح بھی حضرت عثمانؓ سے ہی کر دیا۔ اس لئے انہیں ذوالنورین کہتے ہیں اور حضرت زینب کا نکاح حضرت ابوالعاص بن ربیع سے ہوا تھا۔

آنحضرت ﷺ کی تمام اولاد آپ سے پہلے ہی اس دار فانی سے رخصت ہوگئی البتہ حضرت فاطمہؓ آپ کے بعد چھ ماہ تک زندہ رہیں آپ کی ازواج مطہرات میں سے صرف ایک حضرت عائشہؓ ہے جو کنواری تھی چھ سال کی عمر میں آپ ﷺ کے ساتھ نکاح ہوا اور نو سال کی عمر میں رخصتی ہوئی اور نو سال کا شانہ نبوت میں آنحضرت ﷺ کی رفاقت میں بسر کئے۔

فتح مکہ حجۃ الوداع اور آپ ﷺ کا وصال

حضور ﷺ نے چار عمرے کئے اور ایک حج ادا فرمایا جسے حجۃ الوداع کہتے ہیں ہجرت کے چھ سال بعد خیبر فتح ہوا اور آٹھ سال بعد مکہ مکرمہ فتح ہوا اور ماہ ربیع الاول میں پیر کے روز رفیق اعلیٰ کے جوار رحمت میں آسودۂ راحت ہوئے (ﷺ)۔

سن ہجری

آج تک خطوط اور دیگر تحریرات میں تاریخ ہجرت ہی کے لحاظ سے لکھی جاتی ہے۔ جسے حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام کے مشورہ سے رائج فرمایا تھا۔

آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام

آنحضرت ﷺ کے آزاد کردہ غلاموں میں حضرت زید بن حارثہؓ ہیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو ہبہ کئے تھے۔ اور آپ نے اسے آزاد کر دیا ایسے ہی حضرت ابو رافعؓ جو حضرت عباسؓ نے آپ ﷺ کو ہبہ کیے تھے جب حضرت ابو رافعؓ نے آپ ﷺ کو حضرت عباسؓ کے اسلام لانے کی بشارت سنائی تو آپ ﷺ نے اسے آزاد کر دیا اور ایک حضرت سفینہؓ ہے نام روحان یا مہران ہے۔ بعض نے رباح بتایا ہے ایک سفر میں ایسا ہوا کہ اہل قافلہ میں سے جس کسی نے بھی اپنا سامان اٹھانے کو کہا یہ اٹھاتے رہے غرض سامان کا ایک بڑا گٹھڑ اٹھائے جا رہے تھے آنحضرت ﷺ دیکھ کر فرمانے لگے تم تو سفینہ ہو (یعنی کشتی کی طرح لدے ہوئے) بس اسی وقت سے سفینہ کے نام سے مشہور ہو گئے۔ اور انہیں خوش نصیب اور سعادت مند حضرات میں سے حضرت ثوبان، شیبان شقران اور یسار وغیرہ بھی ہیں جنہیں آنحضرت ﷺ نے آزاد فرما دیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضوانہ۔

حضرت خلفاء کے ناموں کا بیان

خلفائے راشدین:

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام کا باہم

اختلاف ہوا انصار نے کہا کہ مہاجرین و انصار میں سے ایک ایک امیر ہونا چاہیے اور مہاجرین نے کہا کہ صرف ہم ہی سے امیر ہوگا بعض نے حضرت علیؓ کا اور بعض نے ابوعبیدہ بن جراح کا نام خلافت کیلئے پیش کیا بالآخر سب کے سب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر متفق ہو گئے آپ دو برس تک مسند خلافت پر رونق افروز رہے آپ کا نام عبداللہ تھا اسلام سے پہلے عبدالکعبہ کے نام سے مشہور تھے کیوں کہ ہر وقت کعبۃ اللہ ہی میں رہتے تھے آنحضرت ﷺ نے آپ کا نام عبداللہ رکھا خلیفہ رسول اللہ کا عظیم لقب صرف آپ ہی کیلئے استعمال ہوا ہے آپؓ کے وصال کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو لوگوں سے پوچھا کہ ابوبکر کو تم لوگ خلیفہ رسول اللہ کہا کرتے تھے مجھے کیا کہہ کر پکارو گے بعض نے خلیفۃ خلیفۃ رسول اللہ کا ذکر کیا فرمایا یہ لمبا نام ہے اور ثقیل بھی ہوگا پھر خود ہی فرمایا کہ تم مومنین ہو اور میں تمہارا امیر ہوں۔ لہٰذا مجھے امیر المومنین کہہ کر پکارا کرو چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سب سے پہلے امیر المومنین کا خطاب آپ ہی کیلئے استعمال ہوا آپ کی خلافت دس برس تک رہی ملعون ابولؤلؤ نے جو حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کا غلام تھا آپ کو شہید کر دیا آپ کے بعد حضرت عثمانؓ خلیفہ مقرر ہوئے بارہ برس کے دور خلافت کے بعد بلوائیوں کے ہاتھوں شہید ہوئے پھر حضرت علیؓ مسند خلافت پر بیٹھے اور چھ برس بعد عبدالرحمٰن بن ملجم المرادی (خدا اسے آگ کی لگام پہنائے) کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

خلفائے بنوامیہ

آپ کے بعد حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما خلیفہ بنے اور دس برس تک رہے ﴿۴۱ھ میں حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہؓ سے صلح کر کے خلافت ان کے سپرد کی اور ۶۰ھ میں حضرت معاویہؓ کا انتقال ہوا۔ ان کی مدت خلافت بیس سال ہے واللہ اعلم﴾ ان کے بعد یزید بن معاویہ کی باری آئی جو تین سال تک رہا۔ اس کے مرنے کے بعد فتنہ عام ہو گیا اہل عراق نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت کر لی اور اہل شام نے مروان بن حکم کی جو نو ماہ تک رہا بیعت کر لی۔ اس کے بعد عبدالملک بن مروان حاکم بنا اور اس نے حجاج بن یوسف کو حضرت عبداللہ بن

زبیر کے ساتھ مقابلہ کیلئے بھیجا جوان دنوں مکہ مکرمہ میں تھے اس نے جا کر محاصرہ کیا اور حضرت عبداللہ بن زبیر کو پکڑ کر سولی پر لٹکا دیا جس کے بعد عبدالملک پوری مملکت اسلامیہ کا والی بن بیٹھا اور دس برس تک حکومت کرتا رہا۔ اور اس کی فتوحات فرغانہ تک پہنچ گئی تھیں پھر ولید بن عبدالملک اور اس کے بعد سلیمان بن عبدالملک نے سلطنت سنبھالی۔ اس کے بعد عبد صالح حضرت عمر بن عبدالعزیز بن مروان کا دور آیا۔ پھر ہشام بن عبدالملک پھر یزید بن ولید پھر ابراہیم بن ولید پھر مروان بن محمد یکے بعد دیگرے والی بنے، یہ سب کے سب حضرت معاویہؓ سے لیکر خاندان بنی امیہ سے تعلق رکھنے والے تھے اور ان کا دارالخلافہ شام میں رہا۔

خلفائے بنو عباس

پھر خلافت خاندان عباسیہ میں منتقل ہو گئی اور انہوں نے اپنا صدر مقام عراق کو بنالیا۔ بغداد شہر انہی کا آباد کیا ہوا ہے۔ چنانچہ ابوالعباس والی مقرر ہوا جس کا نام عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس ہے پھر اس کے بھائی ابو جعفر دوانیقی جو منصور کے نام سے مشہور تھا پھر اس کا بیٹا محمد بن عبداللہ جسے مہدی کہا جاتا ہے پھر اس کا بیٹا موسیٰ بن محمد پھر اس کا دوسرا بیٹا ہارون بن محمد جن کو الرشید بن محمد کہتے ہیں پھر محمد بن ہارون والی بنا، مگر وہ سنبھال نہ سکا پھر عبداللہ بن ہارون مقرر ہوا جو مامون کے نام سے مشہور تھا۔

پسندیدہ ناموں کا بیان

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک نقل فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو رسول بھی بھیجا وہ شکل وصورت نام اور آواز ہر طرح سے حسین ہوتا تھا اور آنحضرت ﷺ نے اکناف واطراف میں یہ پیغام ارسال فرمایا کہ میرے پاس جب بھی کوئی قاصد بھیجو تو اچھے نام اور اچھی شکل وصورت والا بھیجو۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھے ''حرب'' نام بہت پسند تھا۔ جب میرا بیٹا حسن پیدا ہوا

تو میں نے اس کا نام حرب رکھا۔ آنحضرت ﷺ تشریف لائے میں نے نام بتلایا تو ارشاد فرمایا کہ یہ حسن ہے اور جب دوسرا بچہ پیدا ہوا۔ تو میں نے پھر اس کا نام حرب رکھا آپ کو اطلاع ہوئی ۔تو فرمایا کہ یہ حسین ہے نیز فرمایا کہ میں نے ان دونوں کا نام حضرت ہارون علیہ السلام کے دو بیٹوں شبیر اور شبر کے نام پر رکھا ہے۔

جناب سعیدؒ بن المسیب فرماتے ہیں کہ ان کے دادا حزن بن بشیر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے نام پوچھا عرض کیا حزن بن بشیر ارشاد فرمایا بلکہ تو سہل ہے دادا نے عرض کیا کہ میں اپنے والدین کا رکھا ہوا نام بدلنا نہیں چاہتا۔ سعید بن میسبؒ فرماتے ہیں کہ (اس نام ہی کا اثر ہے کہ) آج تک ہمارے خاندان میں اکھڑپن اور درشتی چلی آرہی ہے کہ حزن سخت اور کھردرے کو کہتے ہیں۔

مہلب بن ابی صفرہ کہتے ہیں کہ میرے والد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے نام پوچھا اور نسب نامہ معلوم کیا عرض کیا میرا نام ہے سارق بن قاطع بن ظالم بن فلاں بن فلاں حتیٰ کہ جلند نامی بادشاہ کا نام آگیا جو لوگوں کی کشتیاں چھین لیا کرتا تھا۔ مہلب کہتے ہیں کہ میرے والد نے زعفرانی رنگ کی چادر اوڑھی ہوئی تھی ۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا سارق، قاطع کو چھوڑ بس تو ابوصفرہ ہے۔ عرض کیا یارسول اللہ آپ سے بڑھ کر مجھے کوئی مبغوض و ناپسند نہ تھا مگر اب آپ سے بڑھ کر کوئی محبوب نہیں اور اتفاق کی بات ہے کہ کل میرے ہاں بچی پیدا ہوئی ہے جس کا نام صفرہ رکھا ہے بس اس نام کی مناسبت سے میری کنیت ابوصفرہ ہو جائے گی۔

عرب کا دستور تھا کہ بچہ پیدا ہوتا تو والدین اس کے نام سے کنیت رکھتے تھے زوج ابوفلاں اور زوجہ فلاں کہلاتی تھی جیسا کہ ابودردا، ام دردا، ابوسلمہ، ام سلمہ، ابوذر، ام ذر اور بچہ ہونے سے پہلے کنیت رکھنے کا رواج ہی نہ تھا۔ معمر بن خثیم کہتے ہیں کہ مجھے ابوجعفر محمد بن علی (امام باقر) پوچھنے لگے کہ تم نے اپنی کنیت کیا رکھی ہے میں نے جواب دیا۔ اولاد ہی کوئی نہیں، کنیت کیسی انہوں نے پھر سوال کیا کہ مانع بھی کیا ہے میں نے کہا کہ مجھے حضرت علیؓ کی روایت پہنچی ہے کہ جو شخص

اولاد کے بغیر ہی کنیت رکھتا ہے وہ ابو جعدہ ہے (ابو جعدہ بھیڑیئے کو کہتے ہیں) معمرؒ فرمانے لگے کہ یہ حضرت علیؓ کی روایت نہیں ہو سکتی اور ہم بچپن ہی سے اپنے بچوں کی کنیت رکھ دیتے ہیں تا کہ کوئی اور غلط نام مشہور نہ ہو جائے۔

ایک حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ میرے نام پر نام تو رکھ لیا کرو مگر میری کنیت پر کنیت نہ رکھو اور نہ ہی میرے اہل والے نام رکھو، مگر یہ حدیث منسوخ ہے چنانچہ حضرت علیؓ نے خود اپنے بیٹے کا نام محمد رکھا تھا اور کنیت ابوالقاسم رکھی اور یہ حضور ﷺ کی اجازت سے ہوا ایک روایت میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ اپنے بیٹوں کے نام انبیاء علیہم السلام کے اسماء پر رکھا کرو اور اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔ فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل عجم کے لئے یہ نام ہمیں پسند نہیں کیونکہ وہ عبدالرحمٰن اور عبدالرحیم کے معنی تو جانتے نہیں اور نام بگاڑ لیتے ہیں جس سے نام کی عظمت باقی نہیں رہتی بلکہ قباحت پیدا ہو جاتی ہے اس لئے یہ نام نہ رکھنا ہی بہتر ہو گا۔

ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ نے اپنے غلاموں کے نام نافع یا یسار اور برکت رکھنے سے منع فرمایا۔ راوی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ بعض دفعہ بلانے پر جواب ملتا ہے کہ یہاں برکت نہیں ہے نافع نہیں ہے، اور یہ جملہ پسندیدہ نہیں ہے۔

حضرت عمرؓ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے ایک شخص سے اس کا نام پوچھا اس نے بتایا جمرہ (کوئلہ) پوچھا باپ کا نام کہا شہاب (شعلہ) پوچھا دادا کا نام کہا ابن حرقہ (آگ کا بیٹا) فرمایا کہاں رہتا ہے کہا حرہ (تپش) میں، حضرت عمرؓ سب سن کر فرمانے لگے تیرا ناس ہو اپنے اہل وعیال کی خبر لے، وہ سب جل چکے ہیں وہ آدمی گھر آیا دیکھا تو واقعی سب کنبہ جل چکا ہے۔

حضرت یحییٰ بن سعید راوی ہیں کہ آنحضرت ﷺ ایک دفعہ فرمانے لگے کہ اس اونٹنی کا دودھ کون نکالے گا ایک شخص اٹھا کہ میں نکالوں گا۔ فرمایا تیرا نام کیا ہے، عرض کیا مرہ (یعنی تلخی) فرمایا بیٹھ جاؤ پھر فرمایا اونٹنی کا دودھ کون نکالے گا، ایک شخص نے عرض کیا میں، فرمایا کیا نام ہے، کہا

حرب (یعنی لڑائی) فرمایا بیٹھ جاؤ، پھر دریافت فرمایا دودھ کون نکالے گا، ایک شخص کہنے لگا میں نکالوں گا فرمایا نام کیا ہے عرض کیا یعیش (یعنی زندگی والا) ارشاد فرمایا، ہاں تم دودھ نکالو، چنانچہ اس نے دودھ نکالا۔

دنوں اور مہینوں کا تذکرہ

قمری مہینوں کے نام

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سال کے بارہ مہینے ہیں جن میں سے پہلا مہینہ محرم ہے اور اس نام کی وجہ یہ ہے کہ دور جاہلیت میں اس مہینہ میں لڑائی کرنا حرام سمجھا جاتا تھا دوسرا مہینہ صفر ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینہ میں ایک دفعہ ایسی بیماری پھیلی کہ لوگوں کے چہرے زرد ہو گئے بس اسی وجہ سے اس کا نام صفر رکھ دیا، بعض نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ صفر سیٹی بجانے کو کہتے ہیں محرم گزر جانے پر لوگ باہم قتل وقتال کو حلال سمجھنے لگتے تھے گویا شیطان اپنے لشکروں میں لڑائی کے بگل (سیٹیاں) بجانے لگتا ہے پھر ربیع الاول ہے کیوں کہ یہ مہینہ فصل خریف کے آغاز میں آتا ہے اور بعد والے کو ربیع الآخر اس لئے کہتے ہیں کہ وہ موسم خریف کے آخر میں آتا ہے پھر جمادی الاول اور اس کے بعد جمادی الآخر ہے ان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان مہینوں میں سخت سردی پڑتی ہے اور پانی جمنے لگ جاتا تھا یعنی پانی کا جمود نام کا سبب بن گیا پھر رجب کا مہینہ ہے رجب تعظیم کو کہتے ہیں چونکہ عرب لوگ اس مہینہ کی تعظیم کیا کرتے تھے اور وہ اس کا نام اصم بھی رکھتے تھے جو بہرے کو کہتے ہیں کیونکہ پورے مہینہ میں لڑائی کا نام تک سننے میں نہ آتا تھا۔ رجب کے بعد شعبان آتا ہے عرب قبائل اس مہینہ میں ادھر ادھر بکھر جاتے تھے۔ اسلئے اس مہینہ کو بھی شعبان کہتے تھے۔ یعنی پھیلنے اور بکھرنے والا بعض نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ اس میں بہت سی بھلائیاں ایسی ہیں جن کی وسعت اور پھیلاؤ رمضان تک ہوتی ہے اس کے بعد ماہ رمضان (رمضاء) سخت تپش اور گرمی کو کہتے ہیں چونکہ یہ مہینہ شدید گرمی کا ہوتا تھا اس لئے رمضان نام رکھا گیا، بعض حضرات کا کہنا ہے

کہ رمضان اس لئے کہتے ہیں کہ اس مہینہ میں گناہ یوں ختم ہو جاتے ہیں جیسے کوئی چیز جل کر راکھ ہو جائے۔اس کے بعد کا مہینہ شوال ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ عرب قبائل اس ماہ میں ادھرادھر منتقل ہوتے تھے اور بعض یہ وجہ بتاتے ہیں کہ اشلت الکلب کا معنی ہے شکار کے پیچھے کتا چھوڑنا، چونکہ وہ لوگ ان دنوں میں شکار کرتے تھے اس لئے شوال نام رکھ دیا گیا ذوالقعدہ میں چونکہ لڑائی بھڑائی چھوڑ کر آرام سے بیٹھ جاتے تھے تو اس مہینہ کا نام ہی ذوالقعدہ (یعنی بیٹھ رہنے والا مہینہ) رکھ دیا پھر آخری مہینہ ذوالحجہ ہے اس لئے کہ یہ حج کا مہینہ ہے،عربی مہینوں کے یہ نام قمری لحاظ سے ہیں یعنی چاند کے دوران سے ان کا حساب معلوم ہوتا ہے اہل اسلام اپنی عبادت اور دیگر معاملات کا حساب عموماً اسی قمری لحاظ سے رکھتے ہیں۔

شمسی مہینے

شمسی مہینے جن کے اسماء سورج کے دوران سے معلوم ہوتے ہیں ان میں رومی حساب اور سریانی زبان کارآمد ہے ان کی ابتداء مہرجان کے ایام سے شروع ہوتی ہے چنانچہ پہلا مہینہ تشرین اول اور تشرین ثانی ہے پھر کانون اول اور پھر کانون ثانی ہے پھر شباط پھر ادار پھر نیسان پھر ایار پھر حزیزان پھر تموز پھر آب پھر ایلول۔

اور فارسی زبان میں ان اسماء کی ابتداء فیروز سے ہوتی ہے سب سے پہلا فیروزین پھر اردبہشت پھر خرد پھر یبر پھر مرداد پھر شہر یور پھر مہر پھر ابان ان کے پانچ دن ایسے ہیں جو سال کے ایام میں شمار ہی نہیں ہوتے،انہیں امام مسرو قہ کہتے ہیں اس کے بعد ادر ہے۔پھر ذی پھر بہن پھر اسفند پھر مدور فارسی مہینوں میں سے کسی مہینہ کے دس دن گزر جانے پر رومی مہینہ شروع ہوتا ہے اور نیروز ہر سال پہلے سال کے لحاظ سے ایک دن بعد آتا ہے مثلاً اس سال اگر نوروز جمعرات کو آیا تو آئندہ سال جمعہ کو اور اس سے اگلے سال ہفتہ کو ہوگا۔اور عربی مہینوں کے لحاظ سے ہر سال میں دس دنوں کی کمی ہو جاتی ہے اور کبھی یہ کمی گیارہ دن کی بھی ہو جاتی ہے ان میں سے چھ دن تو مہینوں کے لحاظ سے کم ہوتے ہیں اور چار دن وہی مسروقہ ہوتے ہیں۔

دن رات کا بڑھنا گھٹنا

دن رات چوبیس گھنٹوں کا ہوتا ہے جس میں کمی بیشی نہیں ہاں کبھی رات میں کمی ہوتی ہے تو دن بڑھ جاتا ہے اور دن چھوٹا ہوتا ہے تو رات بڑھ جاتی ہے اور سب سے لمبا دن نصف حزیران کا ہے کہ دن پندرہ گھنٹے اور رات نو گھنٹے کی اور سب سے چھوٹی رات ہے اس کے بعد دن گھٹنے لگتا اور رات بڑھنے لگتی ہے حتیٰ کہ مہرجان کے ایام میں رات دن دونوں برابر یا بارہ بارہ گھنٹے کے ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ کالون اول کے سترہ یوم بعد رات پندرہ گھنٹے کی ہو جاتی ہے اور یہ بڑی سے بڑی رات ہے اور دن نو گھنٹے کا ہو جاتا ہے جو چھوٹے سے چھوٹا دن ہے اس کے بعد پھر رات گھٹنے لگتی ہے حتیٰ کہ نیروز کے سترہ دن پہلے تک یا اس سے کچھ کم رات دن برابر ہو جاتے ہیں اس کے بعد نصف حزیران تک پھر بڑھتی رہتی ہے اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات میں اسی مضمون کا بیان ہے وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ (اور آفتاب اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے یہ اندازہ باندھا ہوا ہے اس کا جو زبردست علم والا ہے) دوسری آیت میں ہے یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَیُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ (اللہ تعالیٰ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

انسانی طبیعتوں کا بیان

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا فرمائی اور اس میں چار چیزیں یبوست، رطوبت، حرارت، برودت (خشکی، تری، گرمی، سردی) ودیعت فرمائیں اور نفس میں جسم کی اصلاح کیلئے چار چیزیں رکھیں یعنی سودا، صفراء، دم، بلغم پھر سودا کو یبوست کا مرکز بنایا، صفرا کو رطوبت کا دم یعنی خون کو حرارت کا اور بلغم کو برودت کا مرکز بنایا، اور جس جسم میں یہ چاروں چیزیں اعتدال اور صحیح تناسب سے ہوتی ہیں وہ تندرست اور صحت مند کہلاتا ہے اگر کوئی ایک حد اعتدال سے بڑھنے لگے تو جسم بیمار ہونے لگتا ہے او جس کسی میں کمی آتی ہے اسی جانب سے ضعف اور کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر یہی چاروں چیزیں اخلاق کی بنیاد بھی بنتی ہیں چنانچہ

یبوست سے عزم رطوبت سے نرمی، حرارت سے تیزی اور برودت سے تحمل مزاجی پیدا ہوتی ہے اور اگر کسی ایک امر طبعی میں کمی یا زیادتی آجائے تو ان اخلاق میں بھی فساد آنے لگتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سر کے مختلف حصوں میں ایک ایک طرح کی منفعت رکھی ہے آنکھ میں دیکھنا، کان میں سننا، ناک میں سونگھنا اور زبان میں بولنا رکھا۔ اسی طرح پیٹ میں مختلف چیزوں کے لئے الگ الگ مرکز بنائے۔ چنانچہ ہنسی اور خوشی کے لئے تلی کو خوف اور ہیبت کے لئے پھیپھڑے کو غضب کیلئے جگر کو علم وفہم کیلئے قلب کو مرکز مقرر فرمایا دماغ کو عقل کا اور گردے کو غمی اور خوشی کا مرکز بنایا اور بعض نے گردے کی بجائے سینہ کا ذکر کیا ہے اور جسم میں اللہ تعالیٰ نے تین سو ساٹھ رگیں اور پٹھے بنائے ہیں دو سو چالیس ہڈیاں اصلاح بدن کیلئے پیدا فرمائیں اس مضمون کا ذکر اس ارشاد پاک میں فرمایا ہے وَفِی الْاَرْضِ آیَاتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (اور یقین دلانے والوں کے لئے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں اور خود تمہاری ذات میں بھی تو کیا تم کو دکھلائی نہیں دیتا)۔

حضرت علیؓ کا مقولہ ہے کہ عقل کو دل میں مہربانی کو جگر میں نرمی کو تلی میں اور سانس کو پھیپھڑے میں رکھا ہے نیز ارشاد فرمایا کہ لڑکے کا طول اکیس برس پر ختم اور اس کی عقل کی انتہا اٹھائیس برس پر ہوتی ہے اس کے بعد عقل میں اضافہ نہیں البتہ تجربات سے جلا ﴿چمک﴾ آتی ہے۔

کسی دانا کا مقولہ ہے کہ عقل کا محل دماغ ہے بے وقوفی کا مرکز آنکھوں میں ہے باطل کا ٹھکانہ کانوں میں ہے اور حیاء کا مرکز چہرہ میں ہے روح کا راستہ ناک میں ہے اور زندگی کی جگہ منہ میں ہے اور غموں کا مرکز سینہ ہے ہنسی کا مقام تلی ہے اور رحمت وغضب کا مقام جگر میں ہے حزن وسرور کا مرکز دل ہے اور کسب کا مرکز ہاتھ اور تکان ودرماندگی کا محل پاؤں ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

پیراکی شاہسواری اور تیراندازی

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ بن خطاب سے مروی ہے کہ اپنی اولاد کو پیراکی شاہسواری اور تیراندازی سکھاؤ اور تیراندازی میں اپنے بچاؤ اور چھپنے کے طریقے بتاؤ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک نقل کرتے ہیں کہ اپنے لڑکوں کو پیراکی اور تیراندازی سکھاؤ اور بچیوں کو چرخہ کاتنا۔

حضرت عقبہ بن عامر نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک نقل فرماتے ہیں کہ تیراندازی اور شاہسواری اختیار کرو اور صرف تیراندازی تنہا مجھے شاہسواری سے زیادہ پسند ہے اور آدمی کی تمام کھیلیں لغو بے سود ہیں البتہ تین اس سے مستثنیٰ ہیں تیراندازی کرنا، اور گھوڑے کو جہاد کیلئے سدھانا اپنے اہل وعیال سے خوش طبعی کرنا یہ تینوں درست ہیں واللہ سبحانہ اعلم۔

کتا رکھنے یا پالنے کی ممانعت

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ آنحضرت ﷺ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جو شخص مویشیوں کی حفاظت اور شکار کی غرض کے علاوہ کتا رکھتا ہے اس کے اجر میں روزانہ دو قیراط کی کمی واقع ہوتی ہے اور ابن عمرؓ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص مویشیوں یا شکار یا کھیتوں کی حفاظت کے علاوہ کتا رکھتا ہے اس کے اجر سے روزانہ دو قیراط کم کر دیئے جاتے ہیں کسی نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن ﴿حضرت ابن عمر کی کینت ہے﴾ ہم نے تو ایک قیراط سنا ہے تو فرمانے لگے اسے میرے دونوں کانوں نے سنا ہے اور دل نے محفوظ کیا ہے اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ آپ نے دو قیراط فرمایا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ حدیث نقل فرمائی کہ جو شخص مویشیوں کی حفاظت شکار یا کھیتی کی حفاظت کے علاوہ کسی اور غرض کیلئے کتا رکھتا ہے ہر روز اس کے اجر سے ایک قیراط کم کر دیا جاتا ہے۔

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث شریف سے پتہ چلتا ہے کہ ضرورت کیلئے کتا رکھنے میں کوئی حرج نہیں اور بلاضرورت رکھنا ناجائز ہے۔

ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے خانہ بدوش لوگوں کو کتا رکھنے کی اجازت فرمائی ہے۔

کتے کا آدمی سے مانوس ہونا

وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم کا زمین پر نزول ہوا۔ تو شیطان نے تمام درندوں کو جمع کر کے کہا کہ یہ تمہارا دشمن ہے اسے ہلاک کر دو۔ تمام درندوں نے جمع ہو کر کتے کو اپنا امیر بنایا۔ اور یہ ذمہ داری اس کے سر ڈالتے ہوئے کہنے لگے کہ تو ہم سب سے بہادر ہے آدم علیہ السلام اس صورت حال سے پریشان ہوئے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ کتے کے سر پر اپنا ہاتھ پھیر دیں آپ نے ایسا ہی کیا تو کتا آپ کے ساتھ مانوس ہو گیا یہ دیکھ کر باقی درندے ادھر ادھر بکھر گئے اور کتا حضرت آدمؑ اور اولاد آدم کے ساتھ رہنے لگا (واللہ تعالیٰ اعلم)

مسخ کا بیان

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسخ شدہ اقوام کے متعلق اہل علم نے اختلاف کیا ہے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ بندر اور خنزیر انہی مسخ شدہ قوموں کی نسل سے ہیں ایسے ہی چوہے اور گوہ ﴿عربی نسخہ میں ''دموص'' ہے مصباح اللغات میں ہے پانی کا سیاہ کیڑا جو تالابوں میں پانی کم ہونے پر ظاہر ہوتا ہے﴾ وغیرہ جن کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ بعض لوگوں کو ان جانوروں کی صورت میں تبدیل کر دیا تھا اور اکثر علماء حضرات کے نزدیک یہ نظریہ صحیح نہیں بلکہ موجودہ بندر خنزیر وغیرہ ایسی مخلوق ہے جو پہلے سے چلی آ رہی ہے اور جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مسخ کیا تھا وہ ہلاک ہو گئے تھے ان کی نسل نہیں چلی، کیونکہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب اور غضب کا نشانہ بنے تھے جو تین دن کے بعد صفحہ ہستی سے ختم کر دیئے گئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کسی نے پوچھا کیا موجودہ بندر اور خنزیر پہلے بندروں اور خنزیروں کی نسل میں سے ہیں آپ نے فرمایا کہ ہاں ایسا ہی ہے کیونکہ مسخ شدہ کسی قوم کی نسل آگے نہیں چلی۔

بعض لوگوں نے زہرہ اور سہیل کے متعلق کلام کیا ہے کہ یہ دونوں بھی مسخ شدہ مخلوق ہیں

حضرت ابن عباسؓ سے بھی یونہی مروی ہے حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ سہیل کو دیکھتے تو اسے برا بھلا کہتے اور زہرہ کو دیکھتے تو اس کی مذمت کرتے نیز فرمایا کہ سہیل یمن میں عشر وصول کرنے والا ایک آدمی تھا جو لوگوں پر ظلم کرتا تھا اور زہرہ ہاروت ماروت کے پاس جانیوالی ایک عورت تھی جو اس شکل میں تبدیل کردی گئی مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر کو بتایا جاتا کہ حرہ یعنی زہرہ طلوع ہوا ہے تو فرماتے ہیں کہ اس کیلئے نہ ہم مرحبا کہتے ہیں نہ اہلا۔ یعنی حضرات کا کہنا ہے کہ یہ خیال صحیح نہیں کیوں کہ یہ ستارے جب سے آسمان پیدا ہوئے اسی وقت سے پیدا ہوئے ہیں ﴿یہی صحیح ہے اور مسخ کی روایات اسرائیل خوانات ہیں﴾۔

ایک روایت میں ہے کہ آسمان پیدا ہوئے تو ان میں سات سیارے بھی پیدا کئے گئے زحل، مشتری، بہرام، زہرہ، عطارد، شمس، قمر اور یہی معنی اس آیت مبارکہ کا ہے۔ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۔ (اور وہ ایسا ہے کہ اس نے رات اور دن اور سورج اور چاند بنائے ہر ایک، ایک ایک دائرہ میں تیر رہے ہیں﴾۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی مصلحتوں کو انہی کواکب سبع سیارہ کے ساتھ وابستہ فرمایا ہے اور ہر ایک کو ایک خاص قسم کی مصلحت میں پورا تصرف حاصل ہے چنانچہ زہرہ کو رطوبت اور تری میں تسلط حاصل ہے اس روایت سے معلوم ہوا کہ زہرہ اور سہیل کو مسخ شدہ مخلوق خیال کرنا درست نہیں ہے کیونکہ زہرہ اور سہیل حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے بھی پہلے کی مخلوق ہے اور حضرت ابن عمر کی روایت جو اوپر مذکور ہوئی کہ سہیل یمن میں ایک عشر وصول کرنیوالا شخص تھا۔ اور زہرہ ہاروت ماروت کو فتنے میں ڈالنے والی ایک عورت تھی اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو ستاروں کی شکل میں بدل دیا۔ اگر یہ صحیح ہے تو کہا جاسکتا ہے کہ اس مرد کا نام سہیل اور عورت کا نام زہرہ تھا جنہیں اللہ تعالیٰ نے شہاب (روشن ستارہ) کی شکل میں مسخ فرمایا اور پھر ہلاک کر کے دوزخ میں ڈال دیا اور یہ بات جو نقل ہوئی کہ ابن عمرؓ اسے برا بھلا کہا کرتے تھے۔ تو ممکن ہے کہ وہ سہیل ستارے کو نہیں بلکہ اس سہیل نامی شخص کو برا بھلا کہتے ہوں جو عشر وصول کرتا تھا اور ایسے ہی وہ زہرہ نامی عورت کو برا کہتے تھے۔ زہرہ ستارہ کو نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایمان کا بیان

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض اہل علم اپنے لئے ایمان کی نسبت کرتے اور یوں کہنے کو مکروہ سمجھتے ہیں کہ میں مومن ہوں، بلکہ اسے یوں کہنا چاہیے کہ انشاء اللہ میں مومن ہوں وجہ یہ کہ یہ مدحیہ کلمہ ہے اور اپنی مدح کرنا ٹھیک نہیں ہے جیسا کہ یوں کہنا کہ میں زاہد ہوں، عابد ہوں درست اور مناسب نہیں۔

دوسری وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مومن کو کچھ صفات بیان فرمائی ہیں جو اس کے ایمان کی علامات بھی ہیں تو ایسا شخص جس میں ایمان کی یہ علامات موجود نہ ہوں مومن کیسے کہلائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا۔

ترجمہ: پس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ ایک آیت میں ہے: قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا ۔ ترجمہ: یہ گنوار کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ آپ فرما دیجئے کہ تم ایمان تو نہیں لائے لیکن یوں کہو کہ ہم مطیع ہو گئے۔

یہاں پر اعراب (یعنی دیہاتیوں) کو اپنے لئے مومن کا لفظ استعمال کرنے سے منع فرما دیا گیا ہے اور یہ فرمایا کہ وہ اپنے کو مسلم (مطیع) کہیں۔

دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ اس طرح کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے صحابہ کرام کو پایا ہے جو اپنے لئے یہ جملہ استعمال فرما لیتے تھے۔ نحن

المومنون المسلمون۔ کہ ہم اہل ایمان اہل اسلام ہیں۔

عبداللہ بن یزید انصاری سے منقول ہے کہ اگر کسی سے اس کے ایمان کے متعلق سوال ہوتو اسے جواب میں کلمہ خشک استعمال نہ کرنا چاہیے ابراہیم تیمیؒ فرماتے ہیں کہ **انا مومن** (میں ایمان والا ہوں) کے کلمہ کے کو مکروہ نہ جاننا چاہیے۔ کیوں کہ کہنے والا اگر سچا ہے تو اپنے اسی صدق پر اجر پائے گا۔ اور اگر جھوٹا ہے تو اس کا کفر اس جھوٹ سے کہیں زیادہ شدید ہے نیز اللہ تعالیٰ روزوں کا حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں: **یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ** ۔ اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے۔

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں۔ **یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ** (اے ایمان والو جب تم نماز کو اٹھنے لگو) آیات مذکورہ کے پیش نظر اپنے ایمان میں شک رکھنے والے پر نماز روزہ لازم نہ ہونا چاہیے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے صرف مومنوں پر یہ حکم مقرر فرماتے ہیں۔

ان شاء اللہ کا استعمال

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ **اموت مومنا انشاءاللّٰہ** (میں انشاء اللہ بحالت ایمان مر رہا ہوں) کہنا بھی درست نہیں کیونکہ انشاء اللہ کا استعمال استقبال کے لئے ہوتا ہے حال یا ماضی کیلئے نہیں یہی وجہ ہے کہ **ھذا ثوب انشاء اللّٰہ** (انشاء اللہ یہ کپڑا ہے) **ھذا اسطوانۃ ان شاء اللّٰہ** (انشاء اللہ یہ ستون ہے) کہنا کلام میں درست شمار نہیں ہوتا۔

حسن بصری سے منقول ہے کہ آدمی کی عقل اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ وہ **افعل کذا ان شاء اللّٰہ** (انشاء اللہ میں یوں کروں گا) کہتا ہے گو **قد فعلت کذا انشاء اللّٰہ** (انشاء اللہ میں نے یوں کرلیا ہے) کہنے کا اسے حق ہے۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ طلاق اور عتاق میں انشاء اللہ کہنے سے طلاق یا عتاق (آزادی) واقع نہیں ہوتی اگر ایمان کے ساتھ بھی انشاء اللہ کا استعمال کرے گا تو ایمان میں بھی خلل اور نقص کا مشبہ قائم ہوسکتا ہے۔

کسی شاعر کا قول ہے ترجمہ: پورا زمانہ رات اور دن میں تقسیم ہے اور لوگ یا مومن ہیں یا کافر اور تو اے مخاطب اگر نہ مومن ہے اور نہ کافر، تو اے زمانہ بھر کے احمق تو کدھر جائے گا۔

ایمان بڑھتا ہے یا نہیں

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل علم کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ ایمان میں نہ کمی ہوتی ہے نہ زیادتی، اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ایمان زیادتی کو قبول کرتا ہے کمی کو نہیں۔ اور اسی قول کے ہم قائل ہیں۔

قول اول کی دلیل

اس کی دلیل یہ ہے کہ آیت مبارکہ میں ہے لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ (تا کہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ ہو جائے) اور ایک آیت میں ہے فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا (سو جو لوگ ایماندار ہیں اس سورۃ نے ان کے ایمان میں ترقی دی ہے) آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں قیامت کے دن سفارش کروں گا۔ تو دوزخ سے وہ شخص باہر آ جائے گا جس کے دل میں ایک دانہ کے برابر ایمان ہو گا میں پھر سفارش کروں گا تو آگ سے ایسا شخص نکلے جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہو گا میں پھر سفارش کروں گا تو آگ سے وہ شخص باہر آئے گا جس کے دل میں ذرہ کے برابر ایمان ہو گا۔

ایمان بڑھتا ہے کم نہیں ہوتا

اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کے متعلق منقول ہے کہ وہ مسلم کو کافر کا وارث بناتے تھے اور کافر کو مسلمان کا وارث نہ بناتے اور فرماتے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد سنا ہے کہ اسلام بڑھتا ہے کم نہیں ہوتا اور ایک روایت میں ہے کہ ایمان بڑھتا ہے کم نہیں ہوتا۔

ایمان نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے

اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ بنوثقیف کا وفد دربار نبوت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ کہ ایمان کمی بیشی کو قبول کرتا ہے ارشاد فرمایا کہ ایمان دل میں آتا ہے تو مکمل ہوتا ہے اس میں کمی بیشی کفر ہے۔

عون بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو سر منبر فرماتے سنا کہ اگر ایمان کا معاملہ ان تو ہم پرست اور گمراہ لوگوں کے قول کے مطابق ہوتا کہ گناہ ایمان کو گھٹا دیتے ہیں تو ہمیں یہی پتہ نہ چل سکتا کہ ہمارا ایمان کس قدر جاچکا ہے اور کتنا باقی ہے آیت مبارکہ لِيَزْدَادُوْا إِيْمَانًا کا معنی اہل تفسیر یہ کرتے ہیں کہ ان کے یقین میں اضافہ ہو جائے۔

قرآن میں لفظ ایمان کا استعمال

قرآن میں ایمان کا لفظ کئی معنوں کیلئے استعمال ہوا ہے۔ جن کا علم اہل تفسیر کے اقوال سے حاصل ہوسکتا ہے۔ ابو مطیعؒ فرماتے ہیں کہ آسمان اور زمین والوں کا ایمان یکساں ہے۔ جس میں کمی ہوتی ہے نہ زیادتی امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ ایک شخص انا مومن حقا (میں یقیناً مومن ہوں) انا مومن عنداللّٰہ (میں اللہ تعالیٰ کے ہاں صاحب ایمان ہوں) کہہ سکتا ہوں البتہ ایمانی کایمان جبریل و میکائیل (میرا ایمان جبریل و میکائیل علیہما السلام کے ایمان جیسا ہے) نہ کہے امام محمد بن حسنؒ فرماتے ہیں کہ ایمانی کایمان جبریل (میرا ایمان جبرائیل علیہ السلام کے ایمان جیسا ہے) کہنا تو درست نہیں البتہ یوں کہہ سکتا ہے کہ میں بھی ان باتوں پر ایمان ویقین رکھتا ہوں جن پر حضرت جبریل و میکائیل علیہ السلام ایمان رکھتے ہیں اسی طرح یوں کہنا تو ٹھیک نہیں کہ میرا ایمان حضرت ابوبکرؓ کے ایمان جیسا ہے البتہ یوں کہہ سکتا ہے کہ میں بھی ان امور پر ایمان رکھتا ہوں جن پر حضرت ابوبکرؓ ایمان رکھتے ہیں۔

محمد بن حسنؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوریؒ پہلے انا مومن انشاء اللّٰہ کہا کرتے تھے بعد میں صرف انا مومن کہا کرتے اور اس کے ساتھ انشاء اللہ نہیں کہتے تھے امام محمد بن

حسنؒ فرماتے ہیں کہ اگر مجھے اختیار ہوتا تو میں چوروں کے بجائے ایمانی کایمان جبریل کہنے والوں سے جیلیں بھر دیتا۔ اور میں تو یوں کہتا ہوں کہ میرا ایمان ان امور پر ہے جن پر حضرت جبریل علیہ السلام ایمان لائے ہیں۔

کیا عمل بھی داخل ایمان ہے یا اقرار کافی ہے

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ایمان قول یا عمل کا نام ہے امام احمد بن حنبلؒ اور اسحٰق بن راہویہؒ اور ان کے متبعین کا یہی قول ہے اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ایمان صرف قلبی معرفت کا نام ہے جہم بن صفوان اور اس کے متبعین یہی کہتے ہیں اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ایمان اقرار بالِلسان یعنی زبان سے اقرار کرتا ہوں اور تصدیق بالقلب (دل سے ماننا اور یقین کرنا) اور عمل بالشریعۃ یعنی احکام شرعیہ پر عمل کرنا تینوں کے مجموعہ کا نام ہے حضرت امام ابوحنیفہؒ اور ان کے رفقاء کا یہی قول ہے اور اسی کے ہم قائل ہیں۔

پہلے حضرات کی دلیل

کہ ایمان صرف قول یا عمل کا نام ہے اس کی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک آیت میں نماز کو ایمان کا نام دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ اِيمَانَكُمْ (اور اللہ تعالیٰ ایسے نہیں ہیں کہ تمہارے ایمان کو ضائع کر دیں) یہاں ایمان سے مراد بیت المقدس کی طرف پڑھی ہوئی نماز ہے اور ایمان صرف قول ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوا (اللہ تعالیٰ نے انہیں صرف اس کہنے پر اجر و ثواب عطا فرمایا) نیز آنحضرت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم ہوا حتیٰ کہ وہ لا الہ الا اللہ کہہ لیں یہ کلمہ کہہ لینے کے بعد انہوں نے اپنے خون اور مال ہم سے محفوظ کر لئے بجز حق واجب کے اور ان کا حساب اللہ کے حوالہ ہے۔

دوسرے حضرات کی دلیل

کہ ایمان معرفت قلبی کا نام ہے یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کفریہ عقیدہ رکھے تو کافر ہو جاتا

ہے اگر چہ زبان سے اس کا تلفظ نہ ہی کرے ایسے ہی جو شخص ایمانی عقیدہ رکھتا ہے وہ مومن ہوگا اگر چہ اس عقیدہ کو زبان سے ادا نہ کرے۔

تیسرے حضرات کی دلیل

جو حضرات زبانی اقرار اور قلبی تصدیق کے مجموعہ کو ایمان کہتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دربار نبوت میں حاضر ہو کر ایمان کے متعلق سوال کیا۔ تو آنحضرت ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا ایمان یہ ہے کہ اللہ پر یقین کرو اس کے ملائکہ پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر قیامت کے دن پر مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر اور اچھی یا بری تقدیر کے منجانب اللہ ہونے پر۔ جبرئیل علیہ السلام نے سن کر فرمایا آپ ﷺ نے سچ فرمایا۔ اس حدیث میں حضرت جبرئیل علیہ السلام سائل ہیں اور حضرت محمد ﷺ جواب ارشاد فرماتے ہیں صحابہ کی مجلس میں یہ سوال و جواب ان حضرات کو تعلیم دینے کی غرض سے تھا اور دین و شریعت کی وضاحت کیلئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے قُلْ يٰاَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ (آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے) اس سے معلوم ہوا کہ صرف قول سے مومن ہو جاتا ہے اور قول صحیح نہیں ہوتا۔ جب تک کہ اسے قلبی تصدیق حاصل نہ ہو۔ چنانچہ منافقین کے متعلق آیت مبارکہ میں وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ﴿اور لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں، ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخری دن پر﴾ کے بعد فرمایا وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿حالانکہ وہ بالکل ایمان والے نہیں﴾ ان لوگوں سے ایمان کی نفی اس لئے کردی گئی کہ ان کے قول کے ساتھ تصدیق قلبی نہ تھی اور جب تصدیق قلبی بھی ساتھ ہو تو مومن بن جاتا ہے۔

جناب محمد بن الفضل فرماتے ہیں کہ میں نے یحیٰ بن عیسیٰ کو مسلم بن سالم کا یہ قول نقل کرتے ہوئے سنا ہے کہ فرماتے تھے اگر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام پہلے اور پچھلے لوگوں کے اعمال ساتھ لے کر حاضر آؤں (یعنی میرے اعمال اتنے ہوں جتنے تمام پہلے اور پچھلے لوگوں کے)

اور میرے نامہ اعمال میں الایمان یزید وینقص ﴿ایمان کم زیادہ ہوتا رہتا ہے﴾ کا قول یا الایمان قول وعمل ﴿ایمان قول اور عمل کا نام ہے﴾ کا مقولہ موجود ہو، تو مجھے یہ صورت حال قطعاً پسند نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کیا ایمان مخلوق ہے

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ایمان مخلوق ہے اور بعض کہتے ہیں غیر مخلوق ہے۔

پہلے قول کی دلیل

یہ ہے کہ ایمان اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ اور تَصْدِیْقٌ بِالْقَلْبِ کا نام ہے اور یہ دونوں بندوں کے افعال ہیں کیوں کہ اقرار زبان کا فعل ہے اور تصدیق قلب کا فعل ہے اور بندہ اور اس کا تمام افعال مخلوق ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿اور تم کو اور تمہاری بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے﴾۔

دوسرے قول کی دلیل

اور غیر مخلوق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ایمان لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی شہادت ہے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ کا کلام غیر مخلوق ہے ایمان کو مخلوق ماننے والوں کے نزدیک قرآن بھی مخلوق ہوگا۔

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کلام کا حاصل یہ ہے کہ اس مسئلہ میں دراصل کوئی اختلاف نہیں کیونکہ مخلوق کہنے والوں کی مراد یہ ہے کہ ایمان بندے کا فعل اور اس کی زبان کا عمل ہے اور ہم اس کے قائل نہیں غیر مخلوق کہنے والوں کی مراد یہ ہے کہ یہ کلمہ شہادت اللہ کا کلام ہے اور ہم بھی اس کے قائل ہیں۔

خلق قرآن کا مسئلہ

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ قرآن کو مخلوق کہتے ہیں اس لئے کہ وہ

مصاحف میں لکھے ہوئے کا نام ہے۔ بشر مریسی اور حسین النجار اوران کے متبعین کا یہی قول ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ قرآن مخلوق نہیں اور نہ مصاحف میں لکھے ہوئے کو قرآن کہنا چاہیے۔ یہ قول ابوعبداللہ بن کوام اور کلابی اوران کے متبعین کا ہے بعض فرماتے ہیں کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی وحی اور نازل کردہ کلام کا نام ہے اسے ہم مخلوق کہتے ہیں نہ غیر مخلوق جہمی اوراسکے رفقاء اس کے قائل ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ قرآن وہی ہے جو مصاحف میں لکھا جاتا ہے مگر وہ غیر مخلوق ہے یہ ابراہیم بن یوسف اور شفیق زاہد کا قول اور مشائخ کا مذہب ہے۔

قرآن کے مخلوق ہونے کی دلیل میں یہ آیت پیش کی جاتی ہے **اللہ خالق کل شیء** ﴿اللہ تعالیٰ ہر چیز کے خالق ہیں﴾ اور ایک آیت میں ہے اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا ﴿ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن بنایا ہے﴾ نیز فرمایا یَاْتِیْهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُحْدَثٍ ۔﴿اوران کے پاس ان کے رب کیطرف سے جو نصیحت تازہ آئی ہے﴾۔

غیر مخلوق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے **قرانا عربیا غیر ذی عوج** میں **غیر ذی عوج** کی تفسیر غیر مخلوق کے ساتھ کی ہے حضرت سفیان بن عینیہ فرماتے ہیں کہ **الالہ الخلق والامر** میں الخلق سے مراد مخلوق اور الامر سے مراد قرآن ہے جو غیر مخلوق ہے اوراس میں باہم کچھ اختلاف وتضاد نہیں۔

محمد بن الازہر کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر محمد بن عسکر کو بغداد میں یہ کہتے سنا ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے اور جو کوئی اسے مخلوق کہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتا ہے اور جو کوئی الفاظ کے اعتبار سے تاویل کرتا ہے وہ جہمی ہے۔

سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ قرآن کو مخلوق کہنے والا کافر ہے حضرت انس بن مالکؓ سے کسی نے پوچھا کہ قرآن کو مخلوق کہنے والا شخص کیسا ہے فرمایا کافر ہے اسے قتل کردو۔

ایک روایت میں آنحضرت ﷺ سے یہ دعا منقول ہے **اعوذ بکلمات اللہ التامات کلھا** (یعنی میں اللہ تعالیٰ کے تمام اور تام کلمات کے ذریعہ پناہ مانگتا ہوں) اور غیر اللہ کی

پناہ چاہنے سے منع فرمایا گیا ہے جب آپ نے اللہ تعالیٰ کی کلام کے ساتھ پناہ مانگی ہے تو معلوم ہوا کہ وہ مخلوق نہیں کیوں کہ مخلوق کی پناہ مانگنے کا کچھ بھی فائدہ نہیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ سب سے پہلی چیز جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا قلم ہے اگر اللہ تعالیٰ کا کلام مخلوق ہوتا تو ابن عباسؓ یوں فرماتے کہ مخلوق میں سب سے پہلے جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا۔ اس کا کلمہ کن ہے کیونکہ باقی تمام اشیاء کو تو اس نے کلمہ کن سے پیدا فرمایا ہے۔

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس قسم کے مسئلہ میں کھود کرید اور بحث کو ترک کرنا افضل ہے تاہم مخلوق ہونے کا یا توقف کا بھی قائل نہ ہو کیونکہ اس مسئلہ میں گفتگو کرنا کٹھن مرحلہ ہے لہٰذا دنیا اور آخرت کی سلامتی سکوت میں ہے۔

رویت باری تعالیٰ کا بیان

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رویت باری تعالیٰ کے متعلق اہل علم نے کلام کیا ہے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رویت دنیا میں اور آخرت میں ممکن نہیں۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اہل جنت کو آخرت میں بلا کیف وتشبیہ اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا۔ جیسا کہ انہیں دنیا میں اللہ تعالیٰ کی معرفت بلاتشبیہ حاصل تھی ایسے ہی رویت بھی بلاتشبیہ نصیب ہوگی یہی قول زیادہ صحیح ہے اور بدعت سے بہت دور ہے اور یہی ہمارا عقیدہ ہے۔

رویت باری تعالیٰ کو ناممکن کہنے کی دلیل

اس میں یہ آیت پیش کی جاتی ہے لَاتُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ یعنی اس کو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہوسکتی نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا لن ترانی تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔

رویت کی دلیل

رویت کے قائل حضرات اس آیت سے دلیل پکڑتے ہیں وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ یعنی بہت سے چہرے اس روز بارونق ہوں گے اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے

ہوں گے نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا الْحُسْنٰی وَزِیَادَۃٌ یعنی جن لوگوں نے نیکی کی ہے ان کے واسطے خوبی ہے اور مزید برآں بھی حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آیت میں لفظ زیادۃ سے مراد اللہ تعالیٰ کی رویت ہے جو بلا کیف حاصل ہوگی اور ایک آیت میں ارشاد ہے کَلَّا اِنَّھُمْ عَنْ رَّبِّھِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ہرگز ایسا نہیں یہ جو لوگ اس روز اپنے رب سے روک دیئے جائیں گے۔

حضرت جریر بن عبداللہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ تم اپنے رب کو یوں دیکھو گے، جیسے کہ تم شب بدر میں چاند کو دیکھتے ہو کہ اس میں کوئی ہجوم یا تکلف نہیں ہوتا، پوری ہمت اور کوشش کر کے طلوع شمس سے پہلے یعنی فجر کی نماز اور غروب سے پہلے یعنی عصر کی نماز کو خوب پابندی سے ادا کرتے رہو پھر یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْب (اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب سے پہلے)۔

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے محمد بن فضل سے سنا وہ کہتے ہیں میں نے فارس بن مردویہ سے سنا وہ کہتے ہیں میں نے محمد بن الفضل کو کہتے ہیں سنا کہ علی بن عاصم فرماتے تھے کہ اہل السنۃ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس دنیا میں مخلوق میں سے کسی نے نہیں دیکھا اور آخرت میں اہل جنت کو یہ نعمت عظمیٰ نصیب ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم۔

صحابہ کرامؓ کے بارے میں

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر عقل مند آدمی کو لائق ہے کہ صحابہ کرامؓ کے متعلق اچھی گفتگو کرے ان میں سے کسی ایک کا تذکرہ بھی برائی سے نہ کرے دین کی سلامتی اسی میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مغفل آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں میرے صحابہؓ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو میرے بعد ان کو نشانہ مت بنالینا، جو کوئی ان سے محبت رکھتا ہے وہ میرے ساتھ محبت رکھنے کی وجہ سے انہیں محبوب رکھتا ہے اور جو کوئی ان سے بغض رکھتا ہے وہ

میرے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے ان کے ساتھ بغض رکھتا ہے. جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچاتا ہے وہ عنقریب پکڑ لیا جائے گا۔

ایک روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک دفعہ منبر پر فرمایا کہ اس امت میں اپنے نبی کے بعد سب سے افضل ابوبکرؓ ہے اور ابوبکرؓ کے بعد سب سے افضل عمرؓ ہے خدا کی قسم میں تو تیسرے کا نام بھی بتا سکتا ہوں، بعض فرماتے ہیں کہ اس سے عثمان مراد ہیں اور بعض کا خیال ہے کہ خود اپنی ہی ذات مراد تھی۔

محمد بن الفضل فرماتے ہیں کہ امت کا اجماع ہے کہ اس امت میں اپنے نبی کے بعد سب سے افضل ابوبکرؓ ہے پھر عمرؓ حضرت عثمانؓ اور علیؓ میں لوگوں کا اختلاف ہے ہمارے نزدیک تیسرے درجہ پر حضرت عثمانؓ اور چوتھے پر حضرت علی ہیں اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے سب صحابہ کرام تمام کے تمام بہترین اور نیکوکار تھے ہم ان میں سے کسی کا ذکر خیر کے سوا نہیں کرتے۔

جناب ابراہیم نخعیؒ سے کسی نے صحابہ کے مابین ہونے والی جنگ کے متعلق سوال کیا، آپ نے ارشاد فرمایا، ان حضرت کے خون سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو محفوظ رکھا ہے اب ہم اپنی زبانوں کو اس سے آلودہ نہیں کرتے۔

حضرت ابوہریرہؓ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ ان چار حضرات کی محبت کسی مومن ہی کے دل میں جمع ہو سکتی ہے یعنی حضرت ابوبکر عمر وعثمان وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی محبت۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا ہے کہ میں ابوبکر بمنزلہ والا جانوں عمرؓ کو اپنا مشیر بنالوں عثمان کو معتمد اور علی کو اپنا معین بناؤں، یہی وہ چار ہیں حق کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں عہد لیا، ان کے ساتھ مومن اور متقی شخص محبت رکھتا ہے بدنصیب دید کردار آدمی ان سے بغض رکھتا ہے یہ لوگ میری امت کے خلفاء ہیں میری دنیا ودین کے ستون ہیں میرے لئے لائق اعتماد ہیں میری حکمت کے خزینے ہیں سو تم لوگ باہم مقاطعہ مت کرو اور ایک دوسرے پر حسد نہ کھاؤ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رسول اللہ ﷺ کا یہ مبارک ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ ابوبکر میرا وزیر اور میرے بعد امت میں میرا خلیفہ ہے اور عمر میرا محبوب ہے عثمان میرا اپنا ہے اور علی میرا بھائی ہے اور میرے جھنڈے کا محافظ ہے۔

حضرت جبیر بن مطعم روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ نے اس کیلئے کچھ وظیفہ مقرر فرمایا عورت نے عرض کیا اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں؟ ارشاد فرمایا اگر تو مجھے نہ پائے (یعنی اس دنیا میں) تو ابوبکرؓ کے پاس آنا۔

جناب ابوعصمہ نوح بن ابی مریمؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا اہل سنت والجماعت کون لوگ ہیں ،فرمایا جو ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو تمام امت میں افضل جانتے ہیں اور حضرت عثمان وعلی سے محبت رکھتے ہیں مسح علی الخفین یعنی موزوں پر مسح کرنے کے قائل ہیں گناہ کی وجہ سے کسی کو کافر نہیں کہتے تقدیر اچھی ہو یا بری اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یقین کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کھود کرید نہیں کرتے نبیذ تمر کو حرام نہیں کرتے۔ واللہ اعلم بالصواب

تقدیر کا بیان

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں حتیٰ الوسع تقدیر کے مسئلہ میں کسی سے بحث مباحثہ نہ کرنا چاہیے کہ اس سے منع فرمایا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد روایت کرتے ہیں کہ تقدیر کا تذکرہ ہونے لگے تو رک جاؤ، نجوم کی باتیں ہونے لگیں تو چپ ہو جاؤ اور میرے صحابہ کا ذکر آ جائے تو زبان کو قابو میں رکھو۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام نے اللہ سے تقدیر کے متعلق عرض کیا اے باری تعالیٰ اچھی بری تقدیر سب تیری طرف سے ہے پھر بھی شر کے ارتکاب پر لوگوں کو عتاب ... ہے وحی آئی ،اے عزیر ایسا سوال مت کرو۔ روکنے کے بعد بھی اگر یہ سوال ہوا، تو انبیاء کے دفتر سے کاٹ دوں گا۔

تقدیر اچھی یا بری اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے

اس بارے میں آنحضرت ﷺ کے ارشادات بکثرت وارد ہیں ارشاد مبارک ہے القدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ، یعنی اچھی یا بری تقدیر سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے جبرئیل علیہ السلام نے ایمان کے متعلق سوال کیا تو ارشاد فرمایا ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس کے ملائکہ پر اور رسولوں پر یقین رکھے آخرت کے دن کو مانے اور یہ کہ تقدیر خیر ہو یا شر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

عمرو بن شعیبؒ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے رویت کرتے ہیں کہ ہم دربار نبوت میں بیٹھے تھے کہ حضرت ابوبکر، عمر رضی اللہ عنہما ایک جماعت کے ساتھ حاضر ہوئے قریب پہنچ کر سب نے سلام عرض کیا، یارسول اللہ تقدیر خیر ہو یا شر سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے یا خیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور شر ہماری طرف سے، ارشاد فرمایا دونوں منجانب اللہ ہیں حضرت ابوبکر نے عرض کیا حسنات اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور سیئات ہماری طرف سے ہیں، حضرت عمر کہنے لگے حسنات ہوں یا سیئات سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ بس کچھ لوگ ابوبکر کیساتھ ہو گئے اور بعض حضرت عمر کے ساتھ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تمہارے مابین وہی فیصلہ کرتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے جبریل ومیکائیل علیہما السلام کے مابین فرمایا کہ اس مسئلہ میں جبریل یوں کہتے تھے جیسا حضرت عمرؓ نے کہا اور میکائیل کا قول ابوبکر کے قول کے مشابہ تھا، اور جبرئیل کا یہ قول بھی ہے کر۔ آسمان والے جب کسی مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں تو زمین والے بھی اس میں مختلف ہو جاتے ہیں چنانچہ یہ دونوں حضرات اسرافیل علیہ السلام کے پاس فیصلہ کیلئے گئے انہوں نے گفتگو سن کر یہ فیصلہ دیا کہ قدر خیر ہو یا شر سب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں بھی تمہارے مابین یہی فیصلہ دیتا ہوں اور ارشاد فرمایا اے ابوبکر اگر اللہ تعالیٰ چاہتے کہ روئے زمین میں ان کی نافرمانی نہ ہو تو شیطان ہی پیدا نہ ہوتا، واللہ اعلم۔

رفض کا بیان

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ میرے بارے میں دوقسم کے لوگ ہلاک ہوں گے، ایک محبت میں حد سے گزرنے والے دوسرے بغض میں حد سے گزرنے والے نیز ارشاد فرمایا کہ آخر زمانہ میں ایسے لوگ آئیں گے جو اپنی نسبت ہماری جماعت کی طرف کریں گے حالانکہ وہ ہماری جماعت سے نہیں ہوں گے ان کا خصوصی لقب روافض ہوگا ایسے لوگوں سے جب کبھی سامنا ہوانہیں قتل کردو۔ کہ وہ مشرک ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آخر زمانہ میں کچھ لوگ ہوں گے جن کا خصوصی لقب روافض ہوگا کہ وہ اسلام کو پھینک رہے ہوں گے ان کو قتل کردو کہ وہ مشرک ہیں اور یہ مقولہ عام زبان زد ہے کہ صحابہؓ کو گالی دینے والا کافر ہے اور ان سے بغض رکھنے والا رافضی ہے کہتے ہیں کہ ہارون الرشید نے اسی حدیث کی بناء پر ان لوگوں کو قتل کیا تھا۔

عامر شعبی فرماتے ہیں کہ رفض زندقہ کی سیڑھی ہے چنانچہ میں نے کوئی رافضی نہیں دیکھا جو زندیق نہ ہو۔

جب شام کا کھانا سامنے ہو اور نماز کی اقامت ہو جائے

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی کے سامنے کھانا آجائے اور ادھر نماز کی اقامت ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں کہ کھانے سے فارغ ہولے۔ پھر نماز پڑھے۔ بشرطیکہ نماز کا وقت فوت ہونے کا خطرہ نہ ہو۔ کیونکہ کھانا شروع کرنے کے بعد اگر درمیان ہی سے نماز کیلئے اٹھ گیا، تو دھیان کھانے ہی میں رہے گا اور کھانا کھاتے وقت نماز کا دھیان اس بات سے بہت بہتر ہے کہ نماز پڑھتے ہوئے کھانے کا دھیان لگ رہا ہو۔

حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ نماز کا وقت ہوا اور کھانا بھی سامنے آ گیا تو فرمانے لگے کہ ہم نفس لوامہ سے ابتدا کرتے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک نقل کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھا رہا ہو تو اطمینان سے کھا کر فارغ ہو جانا چاہیے۔ اگرچہ نماز کی اقامت بھی ہو چکی ہو۔

حضرت عبداللہ بن ارقم رسول اللہ ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ جب نماز کا وقت ہو اور قضائے حاجت کی ضرورت پیش آ جائے تو نماز سے پہلے فارغ ہونا چاہیے۔ ایک حدیث میں ارشاد مبارک ہے کہ پیشاب کے تقاضہ کی حالت میں کسی کو نماز نہ پڑھنی چاہیے۔ کہ اس کا دل تو ادھر متوجہ رہے گا۔

رات کو سفر سے واپس پہنچنے کا بیان

رات کو غفلت کی حالت میں آنا مناسب نہیں

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سفر سے واپسی پر بہتر ہے کہ دن کے وقت گھر آئے رات کو غفلت کی حالت میں آنا مناسب نہیں۔ حضرت جابرؓ بن عبداللہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک نقل کرتے ہیں کہ تم میں کوئی شخص سفر کی غیر حاضری کے بعد واپس آئے تو گھر میں رات کو نہ آنا چاہیے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک جہاد سے واپس تشریف لائے۔ تو اپنے رفقاء سے فرمایا کوئی شخص رات کو گھر میں نہ جائے۔ مگر پھر بھی دو آدمی رات کو گھر چلے گئے اور ہر ایک نے اپنے گھر کا حال خراب پایا۔

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں رات کو سفر سے گھر آنے کی نہی استحباب کا درجہ رکھی ہے۔ نہی تحریمی نہیں۔ کہ ایسا جائز ہی نہ ہو۔ بہتر یہ ہے کہ گھر میں اپنے آنے کی اطلاع پہلے سے کر دے۔ تا کہ اہل خانہ متوجہ اور منتظر رہیں۔ اگر اطلاع کے بغیر رات کو آ گیا ہے تو اس نے خلاف سنت کیا ہے حرام نہیں۔ واللہ اعلم۔

بارش میں گھر پر نماز

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب گھر مسجد سے دور ہے بارش کی وجہ سے جسمانی مضرت کا خطرہ ہے یا کپڑے خراب ہونے کا ڈر ہے۔ تو گھر میں نماز پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں اس بارے میں شرعاً رخصت موجود ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔ جب چپل بھیگنے لگیں تو نماز گھر پر پڑھ لیا کرو۔ یہ رخصت اس لئے تھی کہ ان کے چپل (جوتے وغیرہ) معمولی قسم کے ہوتے تھے۔ جو بارش میں جلدی خراب ہو جاتے تھے نیز کپڑوں کی بھی فراوانی نہ تھی ہو سکتا ہے کہ بارش میں ٹھنڈک سے تکلیف ہو جائے۔

ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ایک موذن اذان کہہ رہا تھا اور دن بارش کا تھا آپ نے موذن کو حکم دیا کہ اذان میں الصلوٰۃ فی الرحال یعنی نماز گھر میں ادا کرو کے کلمات بھی کہو۔ لوگ حیرانی سے ادھر ادھر دیکھنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے موقعہ پر یونہی کیا تھا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر میں سردی کی شدت محسوس فرماتے تو اپنے خیمہ میں نماز پڑھ لیتے۔ اور موذن کو حکم ہوتا کہ اذان کے آخر میں یہ کلمات بھی کہے۔ صلوا فی الرحال فی اللیلۃ المطیرۃ۔ یعنی بارش والی رات میں اپنے اپنے خیموں میں نماز پڑھ لو۔ واللہ اعلم۔

گھنٹی کی کراہت

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ام حبیبہؓ آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل فرماتی ہیں کہ جس قافلہ میں گھنٹیاں بجتی ہیں فرشتے ان کی رفاقت نہیں کرتے۔

حضرت خالد بن معدان کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک اونٹ کے گلے میں گھنٹی دیکھی۔ ارشاد فرمایا یہ شیطان کی سواری ہے۔ حضرت عائشہؓ کا واقعہ ہے کہ ایک عورت ان کے پاس آئی۔ ساتھ ایک بچہ تھا جس کے پاؤں میں گھنگھریاں تھیں۔ آپ نے دیکھتے ہی فرمایا اسے

نکال دو اسے نکال دو۔ یہ فرشتوں کو بھگانے والی ہیں۔

ایک عورت ریحانہ کہتی ہے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی میرے ساتھ بچہ تھا جس کے پاؤں میں بجنے والی گھنٹیاں (گھنگھرو) تھے آپ نے ارشاد فرمایا۔ اپنے مالک (آقا) کو بتا دینا کہ یہ شیطان ہے۔

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل علم نے جانوروں کے گھنٹیاں باندھنے کی اجازت دی ہے جبکہ اس میں کوئی منفعت یا مصلحت ہو۔ اور حدیث شریف میں مذمت منقول ہے وہ اس وقت ہے جبکہ وہ فضول ہوں اور بے مقصد ہوں واللہ اعلم۔

تعزیت کا بیان

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی مصیبت زدہ کو تسلی دینا اور غم خواری کرنا ثواب ہے اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مبارک ارشاد منقول ہے کہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر بھی ایک حق ہے۔ کہ بوقت مصیبت اس کی غمخواری کرے۔ اسے تسلی دے۔

حضرت معاویہ بن قرہ اپنے والد (قرہ ابن ایاس رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو نہ پاکر اس کے متعلق دریافت فرمایا عرض کیا گیا کہ اس کا بیٹا فوت ہو گیا ہے ارشاد فرمایا چلو تعزیت کو چلیں چنانچہ ہم آپ کے ساتھ گئے اور اس کی تعزیت کی۔

سوگوار لوگ اگر تین دن تک اپنے گھر میں یا مسجد میں بیٹھیں اور لوگ ان کے پاس تعزیت کے لئے آتے جاتے رہیں۔ تو کوئی حرج نہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، حضرت زید رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شہادت کی خبر پہنچی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھ گئے اور لوگ تعزیت کے لئے آپ کے پاس حاضر ہوتے تھے۔ البتہ گھر کے دروازے پر بیٹھنا مکروہ ہے کہ یہ جاہلیت کا طریقہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منع فرمایا ہے۔

گھوڑے کی دوڑ کا بیان

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گھوڑے دوڑانے میں اور مسابقت میں کوئی حرج نہیں

اور مسابقت اسے کہتے ہیں کہ یہ جاننے کے لئے گھوڑا دوڑائے کہ کون سا آگے بڑھتا ہے۔ اگر اس میں کوئی عوض معاوضہ نہیں تو درست ہے۔ اگر یہ مقابلہ بشرط عوض ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ دونوں باہم طے کرلیں کہ جو آگے بڑھ گیا۔ اسے دوسرا اتنا مال دے گا یہ قمار ہے اور ناجائز ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر یہ طے ہوا کہ میرا گھوڑا بڑھ گیا تو اتنا مال لوں گا۔ اور اگر تیرا بڑھ گیا تو تجھے کچھ نہ ملے گیا۔ یہ جائز ہے غرض ایک جانب سے عوض کی شرط جائز ہے اور دونوں طرف سے ہو تو جائز نہیں۔ ہاں ایک صورت یہ ہے کہ کسی تیسرے آدمی کو مسابقت میں شریک کرلیں۔ اور یہ طے کرلیں کہ اگر میرا گھوڑا بڑھ گیا تو تجھے اتنا دینا پڑے گا اور تیرا بڑھ گیا تو میں اتنا تجھے دوں گا اور اگر یہ تیسرا بڑھ جائے تو اسے کچھ نہ ملے گا یہ صورت بھی جائز ہے بشرطیکہ تیسرا گھوڑا قوت میں اور دوڑنے میں بظاہر ان کا ہم پلہ دکھائی دیتا ہو۔

حضرت مجاہدؒ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ ملائکہ تمہاری کسی کھیل میں بھی شامل نہیں ہوئے۔ سوائے تیراندازی اور گھوڑے کی دوڑ کے۔

امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ دور نبوت میں لوگ گھوڑے دوڑاتے یا اونٹوں کی دوڑ میں مقابلہ کرتے یا پھر پیدل مقابلہ کی دوڑ لگایا کرتے تھے۔

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی ایک اونٹنی تھی جس کا نام عضباء تھا جو دوڑ میں ہمیشہ آگے رہتی تھی۔ ایک دفعہ ایک دیہاتی اپنے مریل اونٹ کے ساتھ دوڑ میں شریک ہوا۔ اور وہ عضباء سے آگے نکل گیا۔ دیکھنے والوں پر یہ صورت حال گراں گزری تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ضابطہ ہے کہ دنیا میں جو چیز اونچی نکلے اسے نیچا کردیں۔

حضرت عروہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ دوڑ لگائی۔ وہ آگے بڑھ گئیں۔ پھر ایک موقعہ پر جب عمر کچھ بڑھ گئی جسم میں کچھ فربہی آگئی دوڑ لگی تو رسول اللہ ﷺ آگے بڑھ گئے۔ اور آپ نے (ازراہ دلداری) فرمایا کہ آج کی یہ دوڑ پہلی دوڑ کے بدلہ میں ہوگئی (یعنی مقابلہ برابر ہوگیا)۔

حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ گھوڑے کی دوڑ کے مقابلہ میں کوئی حرج نہیں جبکہ کوئی ناجائز شرط نہ ہو۔ فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس مسابقت اور مقابلہ کا فائدہ یہ تھا کہ وہ لوگ غزوات اور جہاد میں جاتے تھے۔ اور یوں مسابقت کرنے میں مشق ہوتی رہتی تھی۔ اور قوت کا مظاہرہ بھی تھا اور جہاد کی تیاری میں مدد ملتی تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ گھوڑا دوڑایا جس میں آپ کا گھوڑا آگے رہا دوسرے نمبر پر حضرت ابوبکرؓ کا اور تیسرے نمبر پر حضرت عمرؓ کا۔

مٹھائی یا شکر کی بکھیر

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی شادی کے موقعہ پر یا کسی لشکر پر یا امیر پر مٹھائی وغیرہ کی بکھیر کی جائے تو اس میں چھینا جھپٹی کرنا بعض اہل علم نے جائز اور بعض نے ناجائز کہا ہے۔ بعض حضرات صرف شادی کے موقعہ پر جائز کہتے ہیں۔

ناجائز ہونے کی دلیل

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے لوٹنے سے منع فرمایا ہے نیز ارشاد فرمایا کہ لوٹنے والا ہم میں سے نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن یزید کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شملہ سے اور لوٹ کھسوٹ کرنے سے منع فرمایا ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے کہ جب بچوں کے سامنے کوئی چیز بکھیری جاتی تھی تو وہ اپنے بچوں کو اس میں شریک ہونے اور لوٹنے سے منع فرماتے اور بازار سے ان کیلئے وہ چیز منگوا کر دے دیتے۔

جائز کہنے والوں کی دلیل

جائز کہنے والوں کا یہ کہنا ہے کہ بکھیرنے والے نے یہ چیز ہر کسی کیلئے مباح اور جائز کر دی ہے حضرت عبداللہ بن قرط کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پانچ یا چھ اونٹ لائے

گئے ان میں ہرایک دوسرے سے آگے بڑھتا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں ذبح کیا۔ جب ٹھنڈے ہو گئے تو آپ ﷺ نے کچھ ارشاد فرمایا جو میں سمجھ نہ سکا اپنے ساتھی سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس کا جی چاہے کاٹ کر کھالے۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ آپ نے لوگوں کیلئے وہ گوشت مباح کر دیا اور چھینا جھپٹی کرنے کی اجازت فرمادی۔

حضرت حسن بصریؒ اور عکرمہؒ شادی کی مٹھائی لوٹنے میں مضائقہ نہیں جانتے تھے۔ شعبیؒ فرماتے ہیں وہ لوٹنا اور چھیننا ناجائز ہے جو دوسرے کی رضا کے بغیر ہو۔ اور جہاں ہر کوئی اس عمل میں خوشی سے شریک ہو وہ جائز ہے۔ اور جو حضرات شادی میں جائز اور امراو غیرہ کی بکھیر کو ناجائز کہتے ہیں۔ ان کی دلیل حضرت معاذ بن جبل کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ انصار کی ایک شادی میں تشریف لے گئے۔ نکاح کے بعد بچیاں بادام اور مٹھائی کے طبق لائیں۔ مگر لوگوں نے توجہ نہ دی۔ آپ نے ارشاد فرمایا لوٹتے کیوں نہیں۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ! آپ نے لوٹ کھسوٹ سے منع فرمایا ہے ارشاد فرمایا وہ تو لشکروں اور لڑائیوں کی لوٹ ہے شادیوں کی چھینا جھپٹی میں کچھ حرج نہیں۔

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم بھی اسی کے قائل ہیں اگر ایسی بکھیر شادی یا ولیمہ کے موقعہ پر ہو یا کسی نے جانور ذبح کر کے گوشت لوگوں کے لئے مباح کر دیا۔ یا کوئی آدمی سفر سے آیا اور اس پر سے کوئی شے نچھاور کی گئی۔ اگر اس میں چھینا جھپٹی ہو جائے۔ تو مضائقہ نہیں البتہ اگر کسی امیر یا رئیس پر کوئی چیز نچھاور کی گئی تو وہ ناجائز ہے۔ اسے لوٹنا بھی جائز نہیں۔ کیونکہ یہ بکھیر رشوت ہی کے حکم میں ہوتی ہے جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ حکام وامرا کو ہدیہ دینا ٹھیک نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حکام وامرا کو دیئے گئے ہدیے جائز نہیں ہوتے اور ایک روایت میں ارشاد مبارک ہے کہ امراو حکام کے ہدیے نری خیانت ہیں۔ ایسے ہی ان پر کچھ نچھاور کرنا اور یہی حکم اس جانور کا ہے جسے کسی امیر یا حاکم کے اعزاز میں ذبح کیا گیا ہے اس کا گوشت جیل کے قیدی تو کھالیں مگر عام لوگوں کے لئے جائز نہیں۔

ہدیہ اور اس کا صلہ

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص ہدیہ پیش کرے تو دیکھنا چاہیے کہ اگر وہ شخص ظالم نہیں ہے اور نہ اس کا مال کسب حرام کا ہے۔ تو بہتر ہے کہ اس کا ہدیہ قبول کر لیا جائے اور اس کا صلہ اس سے بھی بہتر دینا چاہیے یا کم از کم اس کے مثل تو ہونا ہی چاہیے۔ اور اگر مالی صلہ نہ دے سکو۔ تو کوئی تعریفی کلمہ کہہ دو۔ یا دعا دیدو۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے انسانوں کا شکر نہیں کیا اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر نہیں کیا۔ حضرت ابن عمرؓ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تمہیں کوئی تحفہ دیتا ہے تو اسے اس کا صلہ دو۔ اگر کوئی چیز صلہ میں نہ دے سکو۔ تو اسے اتنی دعا دو کہ وہ خود یہ خیال کرنے لگے کہ تم نے حق ادا کر دیا۔ ایک روایت میں آپ کا ارشاد مبارک ہے کہ دعوت قبول کر لیا کرو اور ہدیہ واپس نہ کرو۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہدیہ سنی سنائی باتوں، دل کے فاسد خیالات اور عداوت کو ختم کرتا ہے۔

حضرت عطاء خراسانی رسول اللہ ﷺ کا یہ مبارک ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپس میں مصافحہ کیا کرو۔ اس سے کینہ دور ہوتا ہے اور باہم ایک دوسرے کو ہدیہ دیکر آپس میں محبت پیدا کرو۔ کہ ہدیہ سے بغض و کینہ دور ہو جاتا ہے۔ حضرت جابرؓ نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ شکر گزار وہ بندہ ہے جو بندوں کا زیادہ سے زیادہ شکر ادا کرتا ہے اور جو قلیل احسان کا شکر نہ ادا کر سکے۔ وہ کثیر احسان کا شکر بھی ادا نہیں کرے گا۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ جس شخص کو کسی اچھی چیز کا تحفہ ملے اسے چاہیے کہ اس کا بہتر بدلہ دے۔ اگر بدلہ نہیں دے سکتا تو اس کی تعریف کر دے۔ یہ بھی نہ کرے تو اس نے اس نعمت کی ناشکری کی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ کسی شخص کو اگر ایسے حال میں ہدیہ ملتا ہے کہ اور لوگ بھی پاس بیٹھے ہیں تو سب اہل مجلس اس ہدیہ میں شریک ہیں۔

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے معنی میں اہل علم کا اختلاف ہے بعض حضرات اس کے ظاہری معنی کے قائل ہیں کہ سب اہل مجلس اس ہدیہ میں شریک ہوں گے۔ فقہاء

حضرات فرماتے ہیں کہ حدیث میں درجہ استحباب بتایا گیا ہے یعنی اخلاق کریمانہ اور مروت کے پیش نظر بہتر و مستحب یہ ہے کہ اہل مجلس کو اس ہدیہ میں شریک کرے۔ اگر ایسا نہ کرے تو کوئی جبر یا کوئی گناہ نہیں قاضی ابو یوسف کو کسی نے ہدیہ پیش کیا۔ حاضرین میں سے کسی نے یہی حدیث پڑھ کر سنائی امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث پھلوں وغیرہ سے تعلق رکھتی ہے۔

فقہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے فقیہ ابو جعفر سے یہ واقعہ سنا ہے کہ ابو قاسم احمد بن احمد کو کسی نے ہدیہ پیش کیا۔ تو ان کے سامنے یہ حدیث سنائی گئی کہ فرمایا کہ اہل مجلس سرور میں شریک ہوتے ہیں خود ہدیہ میں نہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ اگر ظاہر ہی مراد لینا ہے تو اصحاب صفہ جیسے حضرات کی مجلس مراد ہے۔ اور خانقاہوں کے سالکین کی مجلس (کہ سب ایک ہی جیسے ہوتے ہیں اور آنے والا ہدیہ سب کا مشترک ہوتا ہے) ہاں اگر مجلس کسی فقیہ کی ہو تو ہدیہ صرف اسی کا ہے اپنے کرم نفس کی وجہ سے دوسروں کو شریک کرے تو الگ بات ہے۔

چھینکنے والے کو جواب دینا

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ بن مالکؓ اس قصہ کے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں دو آدمیوں کو چھینک آئی۔ آپ نے ایک شخص کو تو جواب دے دیا۔ اور دوسرے کو نہ دیا۔ کسی نے وجہ پوچھی تو ارشاد فرمایا کہ اس شخص نے تو چھینک کے آنے پر الحمد للہ کہا تھا۔ اور اس دوسرے نے نہیں کہا تھا۔ فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چھینکنے والے کو چاہیے کہ چھینکتے وقت اپنی آواز پست کرنے کی کوشش کرے۔ البتہ الحمد للہ بلند آواز سے کہے تاکہ دوسرے سن کر جواب دے سکیں کہ سنے بغیر جواب دینا لازم نہیں۔

کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس کے ایک آدمی کو چھینک آئی تو آپ فرمانے لگے اگر تو نے الحمد للہ کہا ہے تو میں تجھے یرحمک اللہ کہتا ہوں۔ حضرت عطاءؒ آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کو تین چھینکیں آتی ہیں۔ ایمان اس کے دل میں راسخ ہو جاتا ہے ایک حدیث شریف میں ہے کہ کوئی آدمی اگر چھینک لیتا ہے اگر الحمد للہ کہے تو اس کو جواب دے

دو۔ پھر چھینک لے تو بھی جواب دے دو۔ پھر چھینکنے لگے تو کہہ دو۔ کہ تو زکام کا مریض ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ مجھے معلوم نہ ہو سکا۔ کہ تیسری مرتبہ چھینکنے کے بعد جواب سے روکا ہے یا چوتھی مرتبہ کے بعد، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ چھینکنے والے کو تین دفعہ تک جواب دو۔ اس سے زیادہ ہو تو وہ زکام کا مریض ہے (یعنی جواب لازم نہیں) امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ چھینکنے والے کو ایک دفعہ جواب دینا چاہیے جیسے آیت سجدہ میں پڑھنے والا دو بار بھی پڑھے تو سجدہ ایک ہی دفعہ ہوتا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ چھینکتے وقت سر مبارک کو جھکا لیتے، رخ انور کو ڈھانپ لیتے اور آواز کو پست کر لیتے تھے۔

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کے چھینکنے پر کوئی دوسرا الحمد للہ کہہ لے تو یہ بھی بہت اچھا عمل ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص چھینکنے والے سے پہلے الحمد للہ کہتا ہے وہ تین بیماریوں سے محفوظ ہو جاتا ہے داڑھ کے درد سے، کان کے درد سے، پیٹ کے درد سے، بعض نے داڑھ کی بجائے کمر کا درد اور کان کی بجائے، پسلی کا درد ذکر کیا ہے۔

لوگوں سے اچھا برتاؤ

فقیہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ آدمی کو لائق ہے کہ لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک رکھے۔ جہاں تک ہو سکے لڑائی جھگڑے سے بچتا رہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ بت پرستی کے بعد سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مجھے شراب پینے اور لڑائی جھگڑا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت جابرؓ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک رکھنا صدقہ ہے۔

حضرت سعید بن المسیبؒ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے بعد کمال عقل یہ ہے کہ لوگوں سے اچھا سلوک رکھے۔

مقولہ

کسی دانا کا مقولہ ہے کہ جو شخص اپنے والدین کی نافرمانی کرتا ہے وہ اپنی اولاد سے کبھی

مسرت نہیں پاتا۔ جو اپنے کام میں کسی سے مشورہ نہیں کرتا وہ کامیابی نہیں دیکھتا۔ جو اپنے اہل وعیال سے اچھا سلوک نہیں کرتا۔ وہ زندگی کی لذت سے محروم ہو جاتا ہے آدمی کو چاہیے کہ گھر میں آئے تو سلام کہے کوئی بات کہنی ہو تو پہلے اطمینان اور سکون سے بیٹھے۔ پھر نرمی اور پیار سے گفتگو کرے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جو اپنے اہل وعیال کے حق میں اچھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے وعاشروھن باالمعروف (اور ان عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزران کرو)۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ تیری بیوی جب غضب ناک ہونے لگے اور بیوقوفی کا مظاہرہ کرے تو اس کے دونوں ہاتھوں پر ہاتھ مارتے ہوئے یہ کلمات کہو: اخرج ایھا الرجس الخبیث من جسد الطیب (اے بدترین نجاست اور گندگی اس پاک اور عمدہ بدن سے باہر ہو جا) انشاء اللہ سب اثر جاتا رہے گا۔

جناب عمرو بن میمون فرماتے ہیں کہ تین شخص بے فائدہ اور فضول شمار ہوتے ہیں۔ اور تین کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ اور تین کبھی جنت میں نہیں جاتے۔ بے وفا وہ شخص یہ ہیں۔ ایک وہ حاکم کہ اس کے ساتھ بھلائی کرو۔ تو اسے کلمہ شکر کی توفیق نہ ہو اور اگر کبھی برائی کر بیٹھے تو معاف نہ کرے۔ دوسرا وہ ہمسایہ جو تیری خوبی دیکھتا ہے تو اس کا کبھی اظہار نہیں کرتا۔ اور کوئی برائی دیکھ لیتا ہے تو پردہ پوشی نہیں کرتا۔ اور تیسری وہ بیوی جو کہ اسے دیکھو تو آنکھیں ٹھنڈی نہ ہوں کہیں باہر چلے جاؤ تو اس پر اطمینان نہ ہو۔ اور جن لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ ایک تو وہ شخص ہے جو اپنے ذی رحم محرم (قریبی رشتہ دار) کیلئے بددعا کرتا ہے اور ایک وہ شخص جو مقررہ مدت پر ادھار کا معاملہ طے کرتا ہے مگر اس پر کسی کو گواہ نہیں بناتا۔ اور ایک وہ آدمی جو اپنی بیوی کے متعلق دُعاء کرتا ہے کہ اے اللہ مجھے اس سے نجات عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملتا ہے کہا کہ اسکا معاملہ تو خود تیرے ہاتھ میں ہے۔ جی چاہے اسے طلاق دیدے اور چاہے تو پاس رکھ۔ اور وہ لوگ جو جنت میں نہ جائیں گے۔ ایک والدین کا نافرمان آدمی، دوسرا شراب کا عادی شخص۔ تیسرا احسان جتانے والا۔

مثالیں اور کہاوتیں

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جو بات بھی ایسی فرمائی کہ اس سے پہلے سننے میں نہ آئی تھی۔ وہ ضرب المثل بن گئی مثلاً آپ کے یہ ارشادات عالیہ لایلدغ المومن من جحر مرتین (مومن ایک سوراخ سے دوبارہ ڈنک نہیں کھاتا)، لایخی علی الموء الایده (آدمی پر اس کا ہاتھ ہی ظلم کرتا ہے)، الشدید من غلب نفسه (طاقت ور وہ ہے جو اپنے اوپر قابو پالے)، الان حمی الوطیس (اب میزان کارزروگرم ہوا)، لیس الخیرء کاالمعاینة (شنیدہ کے بود مانند دیدہ یعنی اطلاع اور مشاہدہ یکساں نہیں ہوتے)، یری الشاهد تالایری الغائب (موجود شخص جو کچھ دیکھتا ہے وہ غیر موجود نہیں دیکھتا)، ساقی القوم آخرهم شربا (پلانے والا خود آخر میں پیتا ہے)، لوبغی جبل علی جبل لدکه الله تعالیٰ (ایک پہاڑ دوسرے پر اگر زیادتی کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ریزہ ریزہ کردے)، الحرب خدعة (لڑائی دھوکا اور فریب ہے)، ابدأ بنفسک ثم بمن تعول (اپنے نفس سے پہل کرو پھر جن کی ذمہ داری تم پر ہے)، البلاء مؤکل باالمنطق (بولنے والا مصیبت میں پھنستا ہے یعنی بولنے سے مصیبت آتی ہے)، المسلم مرآة المسلم (مسلمان مسلمان کے لئے آئینہ ہے)، الناس کاسنان المشط (لوگ باہم کنگھی کے دندانوں کی طرح ہیں)، الغنی غنی النفس (تونگری دل کی غنا کا نام ہے)، ترک الشر صدقة (برائی چھوڑ دینا بھی ایک صدقہ ہے)، سید القوم خادمهم (قوم کا سردار ان کا خادم ہوتا ہے)، عدة المومن اخذه باالکف (مومن کا وعدہ اس کا ہاتھ ہے)، ان من الشعر الحکمة وان من البیان لسحرا (بعض شعر دانائی سے پر ہوتے ہیں اور بعض بیان جادو کا اثر رکھتے ہیں)، نیة المومن خیر من عمله (مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے)، ارحم فی الارض یرحمک من فی السمآء (تم زمین والوں پر رحم کھاؤ آسمان والا تم پر مہربان ہوگا)، المشتشار موتمن (جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہوتا ہے)،

استعینوا علیٰ قضاء الحوائج باالکتمان (ضروریات کو چھپا کر اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرو)، من لایرحم لایرحم (جو کسی پر رحم نہیں کھاتا اس پر کوئی رحم نہیں کھاتا)، العائد فی ھبتہ کاالعائد فی قیئہ (ہبہ کر کے رجوع کرنے والا قے کر کے چاٹنے والا کی طرح ہے)، الدال علی الخیر کفاعلہ (بھلائی کی راہ دکھانے والا بھلائی کرنے والے کی طرح ہے)، حبک الشیء یعمی ویعم (کسی شے کی محبت اندھا اور بہرا کر دیتی ہے)، کل معروف صدقۃ (ہر بھلائی صدقہ ہے)، لایودی الضالۃ الاالضال (گم شدہ چیز کو چھپا کر رکھنا غلط آدمی کا کام ہے)، مطل الغنی ظلم (غنی آدمی کا حقدار کو ٹالنا ظلم)، السفر قطعۃ من العذاب (سفر عذاب کا ایک حصہ ہے)، المومنون عندشروطھم (اہل ایمان اپنی شرطوں کا پاس رکھتے ہیں) الناس معادن کمعادن الذھب و الفضۃ خیارھم فی الجاھلیۃ خیارھم فی الاسلام اذا تفقھوا (لوگ سونے چاندی کی کانوں کی مانند ہیں ان میں دور جاہلیت کے اچھے لوگ اسلام میں بھی اچھے ہوتے ہیں جبکہ دین کی سمجھ حاصل کر لیں)، الظلم ظلمات یوم القیامۃ (قیامت کے دن ظلم بہت سی تاریکیاں بنا ہوگا)، جبلت القلوب علی حب من احسن الیھا وعلیٰ بغض من اساء الیھا (قلوب کی فطرت ہے کہ ان میں اپنے محسن کی محبت اور دشمن سے بغض وعداوت پائی جاتی ہے)، لا یشکر اللّٰہ من لایشکر الناس (جو آدمی لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا، وہ اللہ تعالیٰ کا شکر کیا کرے گا)، عدل الملوک ابقی للملک (بادشاہوں کا عدل ان کے ملک کا محافظ ہوتا ہے) یعنی عادل بادشاہ کی سلطنت قائم رہتی ہے گو کافر ہی ہو، اور ظالم اگرچہ مسلمان ہو، اس کی سلطنت باقی نہیں رہ سکتی۔

اقوال حکماء

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی دانا کا قول ہے (۱) جو شخص اپنے عیوب پر نظر رکھتا ہے اسے دوسروں کے عیب دیکھنے کی فرصت نہیں ہوتی۔ (۲) اور جو شخص لباس تقویٰ سے محروم ہے اسے کسی پردے کی پرواہ نہیں، (۳) اور جو شخص اللہ کے رزق پر راضی ہے وہ دوسروں

کے مال سے غمگین نہیں ہوتا۔ (۴) اور جو شخص بغاوت کی تلوار کھینچتا ہے خود ہی اس سے کٹ جاتا ہے (۵) دوسروں کیلئے کنواں کھودنے والا خود اس میں گرتا ہے۔ (۶) جو دوسروں کی پردہ دری کرتا ہے اس کے اپنے عیوب بھی کھلنے لگتے ہیں۔ (۷) اپنی غلطیوں کو بھولنے والا دوسروں کی کوتاہیوں کو بڑا سمجھتا ہے۔ (۸) جو تمام کام اپنے ذمہ لیتا ہے تھک جاتا ہے۔ (۹) اپنی عقل پر اعتماد کرنے والا ٹھوکر کھاتا ہے۔ (۱۰) اور لوگوں میں بڑا بننے والا رسوا ہوتا ہے۔ (۱۱) جو کام میں شدت اختیار کرتا ہے اکتا جاتا ہے۔ (۱۲) لوگوں پر فخر کرنے والا ان سے کٹ جاتا ہے۔ (۱۳) اور جو لوگوں سے بدسلوکی کرتا ہے گالیاں کھاتا ہے۔ (۱۴) کمینے لوگوں کا ہمنشین ذلت پاتا ہے۔ (۱۵) علماء کی مجلس میں بیٹھنے والا عزت پاتا ہے۔ (۱۶) بری جگہ پر جانے والا متہم ہوتا ہے۔ (۱۷) دین کو بے وقعت جاننے والا حیران و سرگرداں رہتا ہے۔ (۱۸) لوگوں کے مال لوٹنے والا محتاج رہتا ہے۔ (۱۹) انجام پر نظر رکھنے والا صبر کرتا ہے۔ (۲۰) جو ناواقفی سے پاؤں رکھتا ہے ندامت اٹھاتا ہے۔ (۲۱) جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے کامیاب ہوتا ہے۔ (۲۲) جو کام میں تجربہ نہیں رکھتا دھوکا کھاتا ہے۔ (۲۳) جو اہل حق سے ٹکراتا ہے شکست کھاتا ہے۔ (۲۴) جو شخص ہمت سے زیادہ بوجھ اٹھاتا ہے عاجز آجاتا ہے۔ (۲۵) جو شخص اپنی عمر کو پہچانتا ہے امیدوں کو کم کرتا ہے۔ (۲۶) جو جہالت سے کام لیتا ہے عدل کی راہ چھوڑ دیتا ہے۔ (۲۷) ولاحول ولاقوۃ الا باللہ (برائی سے بچنے کی ہمت اور نیکی کرنے کی قوت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے)۔

قول مشہور ہے کہ مکان کا کرایہ مسلمان کا جزیہ ہے اس کے قرضہ کو ادا کرنا۔ گویا اسے آزاد کرنا ہے۔ اس کا قرض اس کیلئے ذلت کا طوق ہے اور بیوی کی بدخلقی اس کا عذاب ہے۔

کسی دانا کا قول ہے کہ احباب کی ملاقات سے عقل کو جلا ملتی ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اس مومن کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے۔ ترنج (پھل) کی طرح ہے۔ جس کی مہک بھی عمدہ اور ذائقہ بھی لذیذ ہوتا ہے۔ اور اس مومن کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا کھجور کی طرح ہے جس کا ذائقہ تو اچھا ہے مگر خوشبو

نہیں ہے۔اوراس گنہگار کی مثال جوقرآن پڑھتا ہے۔ریحان (نیازبو) جیسی ہے کہ خوشبوتو اچھی مگر ذائقہ کڑوا۔اور جوگنہگار قرآن نہیں پڑھتا وہ تمے (حنظل) جیسا ہے جس میں خوشبوتو ہوتی نہیں اور ذائقہ کڑوا ہوتا ہے۔

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اترجہ سے اہل حجاز کا پھل (ترنج) مراد ہے جس کی خوشبو اور ذائقہ دونوں اچھے ہوتے ہیں ہمارے علاقہ کا ترنج ایسا نہیں۔اس کی مہک اگرچہ عمدہ ہوتی ہے مگر ذائقہ اچھا نہیں ہوتا۔

تعمیرات کا بیان

تعمیر پر مال لگانے کے خلاف دلائل

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض حضرات تعمیرات میں مال لگانے کو اچھا نہیں سمجھتے۔کیونکہ حضرت ابوہریرہؓ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ برائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کا سب مال اینٹوں پر لگوادیتے ہیں۔ایک روایت میں ہے کہ جوشخص ضرورت سے زائد تعمیر کرتا ہے وہ قیامت میں اسے اپنی گردن پر لادے ہوئے آئے گا۔حضرت حسن بصریؒ کا واقعہ ہے کہ ایک آدمی ان کی خدمت میں آیا اور کہا میں نے گھر بنایا ہے آپ برکت کیلئے تشریف لے چلیں اور دعافرمائیں حضرت حسن بصریؒ اپنے ساتھیوں سمیت تشریف لے گئے۔اور مکان کو دیکھ کر فرمانے لگے تو نے اپنا گھر ویران کرلیا ہے اور اغیار کا گھر تعمیر کیا ہے زمین والوں نے تجھے دھوکا دیا،اور آسمان والے تجھ پر ناراض ہو گئے۔

تعمیر پر خرچ کرنے کی گنجائش

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ تعمیر پر خرچ کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ قرآن پاک میں ہے۔ **تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا فَاذْكُرُوْا اٰلَاءَ اللّٰهِ** (تم زمین پر محل بناتے ہواور پہاڑوں کو تراش تراش کر ان میں گھر بناتے ہو سو خدا تعالیٰ کی

نعمتوں کو یاد کرو) آیت سے پتہ چلتا ہے کہ مکانات و محل بنانا اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے ہے ایک آیت میں ارشاد ہے قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ (آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی زینت کو جس کو اس نے اپنے بندوں کے لئے بنایا اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس نے حرام کیا ہے)۔

کہتے ہیں کہ امام محمد بن سیرینؒ کے بیٹے نے مکان بنوایا۔ اور اس پر زر کثیر خرچ کیا محمد بن سیرینؒ کے پاس کسی نے اس کا تذکرہ کیا۔ تو فرمانے لگے کوئی آدمی اگر اپنے سے مال کوئی فائدہ مند چیز بناتا ہے تو کیا حرج ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو کوئی نعمت عطا فرماتا ہے تو اس نعمت کے آثار اس بندہ پر دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور اچھا مکان اچھا لباس آثار نعمت میں سے ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ اگر کوئی شخص زر کثیر صرف کر کے ایک حسین و جمیل باندی خرید کرے۔ تو اس کیلئے جائز ہے جبکہ اس سے کم درجہ کی باندی اسے کفایت کر سکتی ہے تو یہی حال تعمیرات کا ہے۔

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بہتر تو یہ ہے کہ انسان اپنا مال اپنی آخرت بنانے میں لگائے۔ اور اگر دنیا پر بھی لگائے مثلاً اچھا مکان بنالیا۔ عمدہ لباس پہن لیا تو حرام نہیں۔ مگر تین باتوں سے پرہیز لازم ہے۔ مال حرام یا مشتبہ ذریعہ سے نہ کمائے کسی مسلمان یا ذمی ﴿ذمی اس کافر کو کہتے ہیں جو اسلامی حکومت کا باشندہ اور اس کے ضابطہ کا پابند ہو﴾ پر ظلم نہ کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے کسی فرض کو ضائع نہ کرے۔ واللہ اعلم۔

اہل کفر کے ساتھ معاملہ

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسلمان اگر ذمی کافروں کے ساتھ ضروری قسم کا لین دین اور معاملہ رکھیں تو حرج نہیں ایسے ہی ان کی بیمار پرسی کیلئے جانے اور کلمہ توحید کی تلقین کرنے میں مضائقہ نہیں۔ خود آنحضرت ﷺ ایک یہودی کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے اور اسے

اسلام کی تلقین فرمائی۔ چنانچہ وہ اسلام لایا۔ اور فوت ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ واپس لوٹتے ہوئے فرمارہے تھے کہ تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے میرے ذریعہ ایک نفس کو آگ سے نجات عطا فرمائی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ایک نصرانی کے ہاں تشریف لے گئے۔ جو بستر مرگ پر تھا۔ آپ نے اسے توبہ کی تلقین فرمائی۔ وہ زبان سے تو کچھ نہ کہہ سکا۔ البتہ آنکھوں سے اشارہ کیا رسول اللہ ﷺ تبسم فرمانے لگے وجہ پوچھی گئی تو ارشاد فرمایا کہ اس نے جب آنکھوں سے اشارہ کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میرے فرشتو! گواہ ہو جاؤ۔ کہ میں نے اس کے اشارہ والی بات کو قبول کر لیا ہے اور میں اس کے ایمان کو ضائع نہیں کروں گا۔

اگر کسی مسلمان کی کسی ذمی کافر کے ساتھ کوئی رشتہ داری ہو تو اسے ہدیہ بھیجنے اور اکرام وغیرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے کافر ماموں کو مکہ میں ایک باندی بطور ہدیہ عنایت فرمائی تھی۔ روایت میں ہے کہ ام المومنین حضرت صفیہؓ نے وفات کے وقت اپنے تہائی مال کی وصیت اپنے یہودی بھائیوں کے لئے فرمائی تھی۔

میمون بن مہرانؒ فرماتے ہیں بعض لوگ ایسے ہیں جن سے میں اللہ کیلئے محبت رکھتا ہوں اور ذاتی طور پر ان سے بغض ہوتا ہے اور بعض وہ ہیں جن سے ذاتی طور پر بھی بغض ہوتا ہے، اور اللہ کیلئے بھی۔ اور کچھ وہ ہیں جن سے ذاتی طور پر بھی محبت ہوتی ہے اور اللہ کے لئے بھی یہ وہ مومن شخص ہے جو مجھے نفع پہنچاتا ہے۔ اور جس سے اللہ کے لئے بغض ہوتا ہے اور ذاتی طور پر بھی بغض یہ ایسا کافر ہے جو مجھے ایذا پہنچاتا ہے اور وہ شخص جس سے اپنے طور پر تو محبت ہوتی ہے مگر اللہ کیلئے اس کے ساتھ بغض ہوتا ہے یہ وہ کافر ہے جو مجھے نفع پہنچاتا ہے میں اس کے کفر کی وجہ سے اس کے ساتھ بغض رکھتا ہوں۔ اور اپنے نفع کی وجہ سے اس کے ساتھ محبت ہوتی ہے۔

صبح سویرے کھانا

فائدے:

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا ارشاد ہے کہ صبح سویرے کھانے میں

تین فائدے ہیں۔ منہ کی مہک اچھی ہوتی ہے، صفرا ختم ہو جاتا ہے اور مروت میں اضافہ ہوتا ہے۔ کسی نے پوچھا مروت میں اضافہ کیسے ہوتا ہے۔ فرمایا جب میں گھر سے علی الصبح کھالوں تو دل میں کسی دوسرے کے ہاں کھانے کی طمع پیدا نہ ہوگی۔

کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت معاویہؓ کے ہاں پہنچا جبکہ آپ صبح صبح ناشتہ میں مشغول تھے آنے والے کو کھانے کی دعوت دی گئی۔ وہ کہنے لگا میں فارغ ہو چکا ہوں۔ حضرت معاویہؓ نے ارشاد فرمایا اس وقت سے پہلے کھا چکا ہے تو بڑا لالچی اور حریص معلوم ہوتا ہے وہ شخص کہنے لگا کہ میں نے چار باتوں کی وجہ سے اس عادت کا اپنایا ہے۔ پہلی یہ کہ منہ صاف ستھرا ہو جاتا ہے۔ دوسری یہ کہ جب پیاس لگے۔ پانی پی سکتا ہوں تیسری یہ کہ جو کام کرنا چاہوں اس میں اطمینان سے لگ جاتا ہوں۔ چوتھی یہ کہ جب بھی کھانا دیکھتا ہوں تو للچائی ہوئی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔

ندامت کی صورتیں

کہتے ہیں ندامت چار طرح کی ہوتی ہے۔ ایک دن کی ندامت، ایک سال بھر کی ندامت، ایک عمر بھر کی ندامت، ایک ہمیشہ ہمیشہ کی ندامت۔ دن بھر کی ندامت تو یہ ہے کہ اپنے گھر بھر سے کھانا کھائے بغیر نکلا۔ کوئی مصروفیت پیش آگئی۔ اس میں لگ گیا اور واپس گھر آنے کا موقعہ نہ مل سکا۔ یہ شخص دن بھر ندامت اٹھاتا ہے سال بھر کی ندامت یہ ہے کہ کاشتکار نے فصل نہ بوئی۔ اور یونہی وقت ضائع کر دیا۔ تو یہ آخر سال تک ندامت اٹھاتا رہے گا۔ عمر بھر کی ندامت یہ ہے کہ کسی ناموافق عورت سے شادی کر لے۔ تو یہ شخص پوری زندگی پشیمان رہتا ہے۔ ابدی ندامت کی یہ صورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم چھوڑ دے اور نافرمانی کر بیٹھے۔ ایسا شخص آخرت میں ابدالاباد تک ندامت اٹھاتا ہے۔

حضرت علیؓ کا مقولہ

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص بقا چاہتا ہے اگرچہ وہ کسی کو حاصل نہیں۔ تو اسے چاہیے کہ صبح سویرے کھانا کھائے قرض سے بچتا رہے اور عورتوں سے میل جول بہت کم رکھے۔

داناؤں کی باتیں

یزیدؒ الرقاشی کا قول ہے کہ پانچ چیزیں پانچ قسم کے لوگوں میں اچھی نہیں لگتیں۔ (۱) جھوٹ امراء وحکام میں، (۲) حرص زاہدوں میں، (۳) کم عقلی خاندانی لوگوں میں، (۴) بخل مالداروں میں، (۵) حرص فقراء میں۔ فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ پانچوں باتیں یوں تو تمام لوگوں میں اچھی نہیں۔ مگر ان مذکورہ لوگوں میں تو اور بھی زیادہ بری لگتی ہیں۔

مشہور ہے کہ دس چیزیں دس قسم کے لوگوں میں بری سمجھی جاتی ہیں (۱) تیز مزاجی سلطان میں، (۲) بخل غنی لوگوں میں، (۳) طمع علماء میں، (۴) حرص فقراء میں، (۵) بے حیائی خاندانی لوگوں میں، (۶) دنیاداروں کے ہاں آمدورفت رکھنا زاہدوں میں، (۷) جوانی کے انداز بوڑھوں میں، (۸) جہالت عبادت گزاروں میں، (۹) بزدلی غازیوں میں، (۱۰) ایک دوسرے کے انداز اپنانا مردوں میں اور عورتوں میں، یعنی مرد عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے لگیں اور عورتیں مردوں کی۔

ایک دانا کا مقولہ

ایک دانا کا قول ہے کہ غور وفکر نور ہے۔ غفلت ظلمت اور تاریکی ہے۔ جہالت گمراہی ہے اور سب سے گھٹیا وہ آدمی ہے جو اپنے سے چھوٹے پر ظلم کرتا ہے۔

ابراہیم بن زیاد المعدوی فرماتے ہیں تین چیزیں قلب کو فرحت اور عقل کو جلا بخشتی ہیں حسین وجمیل بیوی، قدر کفایت روزی، اور ہمدرد غم خوار بھائی۔

ایک دانا کا قول ہے کہ میں نے علم کو طلب میں پایا۔ اور حکمت کو بھوکے پیٹ میں اور اسلام کے نور کو رات کے نوافل میں۔ اور مخلوق کی ہیبت کو خالق کی ہیبت میں یعنی خالق سے ڈرنے والوں کی ہیبت مخلوق کے دلوں میں ہوتی ہے۔

جعفر بن محمدؒ بیان کرتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت علیؓ نے چھ باتیں ایسی فرمائیں ہیں

کہ نہ دور جاہلیت میں کسی سے وہ باتیں منقول ہیں، اور نہ ہی اسلام میں ۔ ۱، جس کی گفتگو نرم ہوتی ہے دلوں میں اس کی محبت پیدا ہوتی ہے ۔ ۲، جس کی قدر و منزلت جانی پہچانی ہو وہ کبھی ہلاکت نہیں ہوتا ۔ ۳، ہر شے کی قیمت ہے اور آدمی کی قیمت اس کے محاسن ہیں ۔ ۴، جس سے تو نے کوئی بات پوچھ لی اس کا قیدی اور غلام بن گیا ۔ ۵، جس کو تو کوئی چیز دیدے اس کا آقا اور حاکم ہے ۔ ۶، جس کا تو محتاج نہیں بس اس کا تو ہم پلہ ہے ۔

کہتے ہیں بعض کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ کفیل اور ضامن بننا مذموم ہے اس میں چھ خرابیاں ہیں ۔ ناشکری، خسارہ، نادان یعنی چٹی، قطع تعلقی ملامت، ندامت، جسے یقین نہیں آتا ۔ وہ آزما دیکھے ۔ خیر و عافیت اور آفت و مصیبت سب عیاں ہو جائے گا ۔ کہتے ہیں کہ ملک روم کے دروازہ پر یہ کتبہ لکھا تھا کہ کفالت (ضامن بننا) میں تین باتیں ہیں ۔ پہلے ندامت پھر ملامت، اور آخر میں غرابت (چٹی ادا کرنا) ۔

کہتے ہیں کہ چار چیزوں میں جب آدمی اعتدال چھوڑ بیٹھتا ہے تو بربادی دیکھتا ہے ۔ عورت، شکار، قمار (جوا) شراب ۔

کسی دانا کا مقولہ ہے کہ گمراہ آدمی کا ہمنشین اپنے دین کو نہیں بچا سکتا ۔ اور جو کسی فاسق کی تعریف کرتا ہے اس کی آبرو جاتی رہتی ہے ۔ جو دوسرے کے مال میں طمع کرتا ہے اس کے مال میں برکت نہیں رہتی ۔ جو کسی مالدار کے آگے اس کے مال کی وجہ سے تواضع کرتا ہے اس کے دین کا دو تہائی حصہ ضائع ہو جاتا ہے ۔

کسی دانا کا کہنا ہے کہ جو کچھ مل جائے اس پر قناعت کرنیوالا اس چیز کا محتاج نہیں رہتا ۔ جو اسے نہیں ملی ۔ اپنے علم پر عمل کرنے سے ان امور کی بھی توفیق میسر آتی ہے جو اس کے علم میں نہ تھے ۔ اور لایعنی باتوں کو چھوڑنے والا بامقصد امور کے لئے فارغ ہو جاتا ہے ۔ جو اپنی مصیبت کو یاد رکھتا ہے وہ اپنے آپ کو خطرہ میں نہیں ڈالتا ۔

ایک دانا کا قول ہے کہ مزاح سے بہت بچو ۔ کہ اس میں سات برائیاں پائی جاتی ہیں ۔

تقوی ختم ہو جاتا ہے۔۲، رعب جاتا رہتا ہے۔۳، سنگدلی پیدا ہوتی ہے۔۴، ہم نشین کی خیانت ہوتی ہے۔۵، باہم دوستی ختم اور دشمنی پیدا ہو جاتی ہے۔۶، ایسے شخص کی عقلا مذمت کرتے ہیں اور احمق مذاق اڑاتے ہیں۔۷، اس کی دیکھا دیکھی جو لوگ اس میں لگتے ہیں ان کا وبال بھی اس پر پڑتا ہے۔

کہتے ہیں کہ دس چیزیں سب سے زیادہ ضائع ہونیوالی ہیں۔۱، وہ عالم جس سے علم نہ حاصل کیا جا سکے۔۲، وہ علم جس پر عمل نہ کیا جائے۔۳، وہ درست رائے جسے کوئی قبول نہ کیا جائے۔ ۴، وہ ہتھیار جو ایسے گھر میں ہے جہاں کوئی استعمال کرنیوالا نہیں۔۵، اہل محلہ کی وہ مسجد جہاں وہ نماز نہیں پڑھتے۔۶، وہ قرآن پاک جو ایسے گھر میں ہو جہاں اسے کوئی پڑھنے والا نہیں۔۷، وہ مال جو ایسے شخص کے ہاتھ میں ہے جو اسے خرچ نہیں کرتا۔۸، وہ گھوڑا جو ایسے شخص کے پاس ہے جو اس پر سواری نہیں کرتا۔۹، زہد کا وہ علم جو طالب دنیا کے پاس ہے۔۱۰، وہ طویل عمر جس سے سفر قیامت کے لئے کچھ تیاری نہ کی جائے۔

ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ کمال کیا ہے۔ ارشاد فرمایا یہ کہ اپنے اوپر ظلم کرنیوالے کو معاف کر دے۔ اپنے سے کمزور کے آگے تواضع اختیار کرے۔ اور جو بات بھی کرے سوچ سمجھ کر کرے۔ سائل نے پھر پوچھا کمال جہالت کیا ہے۔ ارشاد فرمایا خود پسندی میں مبتلا ہونا، کثرت سے بے فائدہ کلام کرنا، اور لوگوں کو اس وجہ سے معیوب ٹھہرانا جو خود اپنے اندر پائی جاتی ہیں۔ سائل نے پوچھا مردوں کی زینت کیا ہے۔ ارشاد فرمایا طاقت کے باوجود بردباری اختیار کرنا عوض معاوضہ کے بغیر سخاوت کرنا۔ طلب دنیا کے بغیر عبادت میں محنت کرنا۔

کسی دانا سے پوچھا گیا۔ عاقل کون ہے۔ فرمایا جو شخص تین موقعوں پر تین چیزوں کی حفاظت رکھتا ہے۔ وہ یقیناً عقل مند ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت میں صدق اور اخلاص کا التزام رکھتا ہے۔ جو بندوں کے ساتھ معاملات میں مروت وحسن سلوک کا پابند ہوتا ہے۔ جو بندوں کے ساتھ آفات ومصائب کے مواقع میں صبر وقناعت کا خوگر ہوتا ہے۔

کسی دانا کا مقولہ ہے کہ لوگ چار قسم کے ہیں۔ سخی، بخیل مسرف (بیجا خرچ کرنیوالا) معتدل یعنی میانہ روی والا، جو سخی اس کو کہتے ہیں جو اپنے دنیا کے حصہ کو آخرت کیلئے استعمال کرتا ہے۔ اور بخیل وہ ہے جو دنیا اور آخرت کسی کو بھی اس کا حق نہیں دیتا۔ مسرف یعنی اسراف کرنے والا وہ شخص ہے جو اپنی آخرت کو بھی دنیا پر لگا دیتا ہے اور اعتدال پسند وہ شخص ہے جو آخرت اور دنیا دونوں کا حق ادا کرتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے اے میرے حواریوں کے گروہ دین کے ساتھ تھوڑی سی دنیا پر راضی ہو جاؤ۔ جیسا کہ اہل دنیا، دنیا کے ساتھ تھوڑے سے دین پر خوش ہیں۔

کھڑے ہوکر پیشاب کرنا

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض اہل علم کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی اجازت دیتے ہیں اور بعض حضرات کے نزدیک بلا عذر ایسا کرنا جائز نہیں۔ اور ہم بھی اسی کے قائل ہیں۔

جواز کی دلیل

جواز کے قائل حضرات کی دلیل حضرت حذیفہؓ کی یہ حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ کوڑے کرکٹ کے ایک ڈھیر پر تشریف لائے اور کھڑے ہوکر پیشاب کیا۔ پھر وضو کیا۔ اور موزوں پر مسح فرمایا۔

عدم جواز کے دلائل

ناجائز کہنے والوں کی دلیل حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب سے قرآن نازل ہونے لگا ہے کبھی کھڑے ہوکر پیشاب نہیں کیا۔ اگر کوئی تمہیں یہ خبر دے کہ نبی اکرم ﷺ نے کھڑے ہوکر پیشاب کیا ہے اسے جھوٹا جانو! حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے والد حضرت عمرؓ کا قول نقل کرتے ہیں کہ میں جب سے مسلمان ہوا ہوں۔ میں نے کبھی کھڑے ہوکر پیشاب نہیں کیا۔

حضرت ابن ابی بریدہؓ اپنے والد سے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد مبارک نقل فرماتے

ہیں کہ چار چیزیں بے مروتی کی ہیں۔ ا، کھڑے ہوکر پیشاب کرنا۔ ۲، نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی پیشانی پونچھ لینا۔ ۳، اذان کی آواز سن کر موذن کی طرح کلمات نہ کہنا۔ ۴، میرا ذکر سن کر مجھ پر درود سلام نہ پڑھنا۔

حضرت حذیفہؓ کی روایت کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ حضور ﷺ کا یہ عمل اس وجہ سے ہو کہ وہ جگہ نجس تھی۔ بیٹھنا ممکن نہ تھا یا کوئی اور عذر ہو جب یہ احتمال ممکن ہے تو مشہور روایت پر عمل کرنا اولیٰ اور افضل ہے، ایک قول یہ ہے کہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنا بالکل حرام اور ناجائز ہے کیونکہ اس میں مشرکین کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے جو کہ ناجائز اور حرام ہے حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہی میں شمار ہوتا ہے۔

جانور کو خصی کرنا

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض علماء ہر قسم کے جانور کو خصی کرنا ممنوع اور ناجائز جانتے ہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ خصی کرنا اور گرجا بنانا اسلام میں جائز نہیں ہے پہلے جو ہو چکا۔ نیز آیت وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ (اور میں ان کو تعلیم دوں گا۔ جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑا کریں گے)۔ تبدیل خلق کی تفسیر خصی کرنا میں کی گئی ہے۔

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اونٹ، بیل اور گھوڑوں کو خصی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حیوانات میں افزائش نسل مذکر و مونث دونوں کے ذریعہ سے ہے۔ اور خصی کرنا قطع نسل کے برابر ہے۔ لہٰذا نسل کو بند کرنا کسی طرح جائز نہیں۔ بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ گھوڑے کے علاوہ باقی سب چوپایوں کو خصی کرنا جائز ہے۔ کیوں کہ حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے گھوڑے کو خصی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بنی آدم کے سوا سب حیوانات کو خصی کرنا جائز ہے اور ہم بھی اسی کے قائل ہیں۔ کیونکہ اس میں لوگوں کا فائدہ ہے اور انہیں اس کی ضرورت بھی ہے لہٰذا جیسے حیوانات کو لوگوں کی ضرورت کیلئے ذبح

کرنا جائز ہے ایسے ہی انہیں خصی کرنا بھی جائز ہوگا جبکہ اس میں لوگوں کا فائدہ ہو۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو خصی مینڈھوں کی قربانی کی تھی۔ اگر خصی جانور میں کوئی خاص مصلحت یا نفع پیش نظر نہ ہوتا تو آپ اسے قربانی کے لئے ترجیح نہ دیتے۔ تو آپ کا ترجیح دینا۔ اس بات کی علامت ہے کہ خصی جانور کا گوشت عمدہ ہوتا ہے اور وہ جانور نسبتاً موٹا تازہ بھی ہوتا ہے اس سے جہاں مینڈھے کا خصی کرنا معلوم ہوا دوسرے حیوانات میں بھی اس کا جواز معلوم ہوا۔ باقی ممانعت کی جو روایت اوپر مذکور ہوئی ہے اکثر اہل علم نے اس کے متعلق فرمایا ہے کہ بنی آدم کو خصی کرنے کے متعلق ہے۔ بعض نے کہا کہ اپنے آپ کو خصی کرنے کا حکم اس میں فرمایا گیا ہے لہٰذا ممانعت کا تعلق بنی آدم کے ساتھ ہوگا اور دیگر حیوانات میں اجازت ہوگی۔

یہاں ایک یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جیسے حیوانات میں کسی منفعت کے پیش نظر خصی کرنا جائز ہے تو بنی آدم میں بھی منفعت کی بنیاد پر جواز ہونا چاہیے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بنی آدم کے لئے شرعی احکام میں اس عمل کا کوئی نفع نہیں۔ چنانچہ اجنبی عورتوں کے حق میں خصی اور غیر خصی شرعاً برابر ہیں۔ دونوں کو اجنبی عورتوں پر نگاہ ڈالنا ناجائز ہے۔ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے اور بعض دیگر روایتوں میں یہ مضمون وضاحت کے ساتھ آیا ہے۔

بعض حضرات نے حیوانات کو داغ دیکر نشان زدہ کرنے سے بھی منع فرمایا ہے کہ اس میں بلاوجہ جانور کو تکلیف دی جاتی ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ مقصد ہو تو جائز ہے۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے قربانی کے اونٹوں کو اشعار کیا تھا (اونٹ کی کوہان کو نیزہ سے اس قدر خراش دینا کہ خون نکل آئے اسے اشعار کہتے ہیں) آپ کا یہ عمل اسلئے تھا کہ قربانی کے جانور کی علامت بن جائے تو ایسے ہی علامت اور نشان کے لئے داغ وغیرہ جائز ہونا چاہیے۔ نیز ایک حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جانور کے چہرہ پر داغ دینے سے منع فرمایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ باقی بدن پر جائز ہے۔

عشاء کے بعد باتیں کرنا

بعض اہل علم عشاء کے بعد بات چیت کو منع کرتے ہیں اور بعض جائز کہتے ہیں۔

ممانعت کی دلیل

ایک حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عشاء سے پہلے سونے اور عشاء کے بعد باتیں کرنے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت عمرؓ کسی کو عشاء کے بعد بات چیت کی اجازت نہ دیتے تھے۔ اور فرمایا نماز پڑھتے گھر چلے جاؤ۔ ہوسکتا ہے ابھی جاتے ہی نماز کی توفیق مل جائے یا تہجد کے لئے اٹھنا نصیب ہو جائے۔

جواز کی دلیل

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عشاء کے بعد کبھی کبھی حضرت ابوبکرؓ کے گھر مسلمانوں کے کسی معاملہ میں گفتگو کیلئے تشریف لے جاتے۔

حضرت ابن عباسؓ اور مسعودؓ بن مسعودؓ ایک دفعہ ثریا کے طلوع تک باتیں کرتے رہے۔

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں رات کی بات چیت تین طرح کی ہے ایک تو یہ کہ علمی گفتگو اور مذاکرہ ہے کہ یہ نیند سے افضل ہے۔ دوسری یہ کہ پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں رطب و یابس باتیں اور ہنسی مذاق وغیرہ، یہ ناجائز ہیں۔ تیسری یہ کہ باہم تعلق خاطر کی وجہ سے گفتگو جبکہ جھوٹ اور ناجائز کلام سے بچتے ہوئے ہو یہ جائز تو ہے۔ تاہم پرہیز کرنا افضل ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے بظاہر منع ہی فرمایا ہے اور کبھی ایسا کرلیں تو اختتام ذکر اللہ، تسبیح اور استغفار پر ہونا چاہیے تاکہ مجلس کا خاتمہ بالخیر ہو۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رات کی گفتگو مسافر کو جائز ہے جس نے ابھی نماز پڑھی ہے مطلب یہ کہ مسافر کو اس لئے جائز کہ وہ چلتے میں نیند کو دور کر سکے۔ گویہ کوئی نیکی بھی نہیں اور نمازی جب گفتگو سے فارغ ہو کر نماز پڑھتا ہے تو گویا اس کی نیند نماز کے بعد ہے گفتگو کے بعد نہیں اور اس کی گفتگو کا انجام بھی نماز پر ہی ہے جو اطاعت ہے۔

قرآن کی سورتیں

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد یہ ہے کہ قرآن پاک کی کل ایک سو بارہ سورتیں ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ معوذتین کو قرآن میں شمار نہ فرماتے تھے۔ اور نہ ہی اپنے مصحف میں انہیں لکھتے تھے۔ اس کے باوجود وہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ یہ رب العالمین کا کلام ہے۔ منزل من السمآء (آسمان سے اترا ہوا) بھی ہے۔ لیکن چونکہ آنحضرت ﷺ ان دونوں سورتوں کو اکثر بطور تعویذ اور جھاڑ پھونک کے استعمال فرماتے تھے۔ اس وجہ سے ان کو شبہ ہو گیا کہ اسے قرآن میں بھی شمار ہونا چاہیے یا نہیں۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کی کل سورتیں ایک سو تیرہ ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سورۃ انفال اور توبہ کو ایک ہی سورت شمار کرتے تھے۔

حضرت ابی ابن کعبؓ کل سورتیں ایک سو سولہ فرماتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دعا قنوت کو دو سورتیں شمار کرتے تھے۔ ایک اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ سے مَنْ یَّفْجُرُکَ تک اور دوسری اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ سے ملحق تک۔

اور حضرت زیدؓ بن ثابت فرماتے ہیں کہ کل سورتیں ایک سو چودہ میں عام صحابہ کرام کا یہی قول ہے۔ حضرت عثمانؓ کے مصحف میں بھی اسی طرح ہے تمام بلاد کے مصاحف اور عام اہل علم بھی اس کے موافق ہیں اور اسی کو ماننا واجب ہے واللہ اعلم۔

قرآن مجید کی آیات اور کلمات

قرآن مجید کی آیات

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کی آیات کی تعداد میں قراء حضرات کا اختلاف ہوا ہے۔ راجح اور مختار قول اہل کوفہ کی تعداد کا ہے جو کہ حضرت علی ابن ابی طالب کی طرف منسوب ہے۔ کہ قرآن پاک کی کل چھ ہزار دو سو چھتیس آیتیں ہیں۔ اس کے علاوہ اور قول بھی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت یہ ہے کہ چھ ہزار دوسواٹھارہ آیتیں ہیں۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ قرآن پاک کی کل آیات چھ ہزار دوسوسولہ آیتیں ہیں۔ اور اسمعیل بن جعفر مدنی فرماتے ہیں کہ چھ ہزار دوسو چودہ آیتیں ہیں۔ اہل مکہ نے چھ ہزار دوسو بارہ آیات شمار کی ہیں۔ اہل بصرہ نے چھ ہزار دوسو چار بتائیں اہل شام چھ ہزار دوسوسولہ کی گنتی کے قائل ہیں۔ ابراہیم تیمی فرماتے ہیں کہ چھ ہزار دوسونانوے آیات ہیں اور بعض اہل شام چھ ہزار دو سو پچاس کے قائل ہیں۔ اور عام طور پر چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتیں شمار کی جاتی ہیں۔

قرآن مجید کے کلمات

اسی طرح قرآن مجید کے کلمات کی گنتی میں بھی اختلاف ہوا ہے۔ حمید الاعرج فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کے کل کلمات چھہتر ہزار چار سوتیں ہیں۔ اور حضرت مجاہدؒ ستتر ہزار دوسو پچاس بتلاتے ہیں۔ ابراہیم تیمی ستر ہزار چار سو انتالیس کا عدد بتاتے ہیں اور عطاء بن یسار بھی ستتر ہزار چار سو انتالیس نقل کرتے ہیں یہ دونوں قول باہم موافق ہیں اور عبدالعزیز بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کے کل کلمات اناسی ہزار چار سو چھتیس ہیں۔ فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ اقوال کے علاوہ بھی اس سلسلہ میں اقوال پائے جاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

قرآن پاک کے حروف

کل حروف کی مجموعی تعداد

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بقول قرآن پاک کے حروف تین لاکھ بائیس ہزار چھ سو ستر ہیں۔ اور قرآن پاک پڑھنے والے کو ہر حرف کے عوض دس نیکیاں ملتی ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کے حروف کی تعداد تین لاکھ تیئیس ہزار چھ سو اکیس حروف ہیں۔ اور ابراہیم تیمی تین لاکھ تیئیس ہزار پندرہ حروف کہتے ہیں۔ اور عبدالعزیز بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کے حروف تین لاکھ اکیس ہزار دوسو ہیں۔ ایک قول اور بھی اسی کے موافق ہے۔

پورے قرآن میں الف کی تعداد اڑتالیس ہزار آٹھ سو بہتر (۴۸۸۷۲) ہے۔ بأ کی تعداد گیارہ ہزار چار سو اٹھائیس (۱۱۴۲۸) ہے۔ تاء کی تعداد دس ہزار ایک سو ننانوے (۱۰۱۹۹) ہے۔ ثاء کی تعداد بیس ہزار دو سو چھہتر (۲۰۲۷۶) ہے۔ ج کی تعداد تین ہزار دو سو ترانوے (۳۲۹۳)۔ ح کی تعداد تین ہزار نو سو ترانوے (۳۹۹۳)۔ خ کی تعداد دو ہزار چار سو سولہ ہے (۲۴۱۶)۔ د کی تعداد پانچ ہزار چھ سو بہتر ہے (۵۶۷۲)۔ ذ کی تعداد چار ہزار چھ سو ستانوے (۴۶۹۷)۔ راء کی تعداد گیارہ ہزار سات سو ترانوے (۱۱۷۹۳)۔ زاء کی تعداد ایک ہزار پانچ سو نوے (۱۵۹۰)۔ سین کی تعداد پانچ ہزار آٹھ سو اکانوے (۵۸۹۱)۔ شین کی تعداد دو ہزار دو سو ترپن ہے (۲۲۵۳)۔ صاد کی تعداد دو ہزار تیراں ہے (۲۰۱۳)۔ ضاد کی تعداد ایک ہزار چھ سو سترہ ہے (۱۶۱۷)۔ اور طاء کی تعداد ایک ہزار چار سو ستر ہے (۱۴۷۰)۔ اور ظاء کی تعداد آٹھ سو بیالیس (۸۴۲)۔ عین کی تعداد نو ہزار دو سو بیس (۹۲۲۰)۔ غین کی تعداد دو ہزار دو سو اٹھارہ ہے (۲۲۱۸)۔ اور فاء کی تعداد آٹھ ہزار چار سو ننانوے (۸۴۹۹)۔ قاف کی تعداد چھ ہزار آٹھ سو تیرہ (۶۸۱۳)۔ اور کاف کی تعداد دو ہزار دو سو اٹھارہ (۲۲۱۸)۔ لام کی تعداد تیس ہزار چار سو بتیس (۳۰۴۳۲)۔ میم کی تعداد چھبیس ہزار ایک سو پینتیس (۲۶۱۳۵)۔ نون کی تعداد چھبیس ہزار پانچ سو ساٹھ (۲۶۵۶۰)۔ اور واؤ کی تعداد پچیس ہزار پانچ سو چھتیس ہے (۲۵۵۳۶)۔ هاء کی تعداد دس ہزار ستر ہے (۱۰۰۷۰)۔ اور لام الف کی تعداد چار ہزار سات سو بیس ہے (۴۷۲۰)۔ یاء کی تعداد پچیس ہزار نو سو انیس ہے (۲۵۹۱۹)۔

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اعداد و شمار میں مختلف اقوال پائے جاتے ہیں تاہم قراء کی ایک عظیم جماعت اس مذکورہ تفصیل کی قائل ہے۔

قرآن پاک کا ربع ثلث اور نصف

قرآن پاک کا نصف

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حمید الاعرج سے روایت ہے کہ انہوں نے حروف کے

لحاظ سے حساب لگایا۔ جس سے قرآن کا نصف سورۂ کہف میں قَالُوْا اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا کی آیت بنتا ہے، جس کے بعد آیت وَکَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰی مَالَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا آتی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ تستطیع پر نصف اول پورا ہو جاتا ہے اور معی صبرا کا کلمہ دوسرے نصف میں داخل ہے۔

بعض متقدمین کا قول ہے کہ میں نے حروف کا حساب لگایا تو قرآن کا نصف سورۂ کہف میں وَالْیَتَلَطَّفْ کا کلمہ بنا۔ اور وہ بھی اس طرح کہ دوسرا لام نصف اول میں اور طا اور فا نصف ثانی میں داخل ہیں۔ اور بعض کا قول یہ ہے کہ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا پر قرآن پاک کا نصف ہوتا ہے اور قراء کی ایک جماعت کا یہ کہنا ہے کہ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا پر نصف بنتا ہے اور اکثر حضرات سورۂ کہف کے آخر پر نصف مانتے ہیں۔

قرآن پاک کا ثلث

بعض متقدمین فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کا پہلا ثلث یعنی تہائی حصہ سورۂ توبہ میں وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا پر ہوتا ہے اور دوسرا ثلث سورۂ عنکبوت میں وَلَا تُجَادِلُوْۤا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ پر اور تیسرا ثلث آخری سورہ پر پورا ہوتا ہے۔ اور عام قراء کے نزدیک پہلا ثلث وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ پر اور دوسرا وَمَا يَعْقِلُهَاۤ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ پر تام ہوتا ہے۔

قرآن پاک کا ربع

بعض متقدمین کا قول ہے کہ قرآن پاک کا پہلا ربع (چوتھائی حصہ) سورۂ اعراف کی تین آیتوں کے ختم پر ہوتا ہے اور دوسرا ربع نصف اول کا آخری مقام یعنی سورۂ کہف کے آخر پر، اور تیسرا ربع سورۂ والصافات میں فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ پر ہے اور چوتھا ربع آخری سورت پر ہوتا ہے اور عام اہل علم کے نزدیک پہلا ربع سورۃ انعام کے آخر پر دوسرا سورۂ کہف کے آخر پر اور تیسرا سورۃ والصافات کے آخر پر اور چوتھا آخری سورت پر ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

معلمین کی فضیلت

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن اسلم اپنے والد کے واسطہ سے ایک صحابی کا قول نقل کرتے ہیں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اور شہدائے کرام کے بعد اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب معلمین حضرات ہیں۔ اور مساجد کے علاوہ روئے زمین کا کوئی خطہ اللہ تعالیٰ کو اس جگہ سے زیادہ محبوب نہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھی پڑھائی جاتی ہو۔

جناب ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ بچوں کے استاد کیلئے فرشتے آسمان میں، چوپائے زمین میں، پرندے ہوا میں، اور مچھلیاں سمندروں میں مغفرت کی دعا کرتی ہیں۔

کہتے ہیں کہ جب بچہ مکتب میں داخل ہوتا ہے اور بسم اللہ سیکھتا ہے تو صرف اسی پر تین اشخاص کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ اس کے باپ کی، ماں کی اور استاد کی۔

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے بچے یا بچی کو قرآن پاک کے کسی حصہ کی تعلیم دلاتا ہے اور اس کے استاد پر خرچ کرتا ہے تو اس کے ہر درہم کے عوض احد پہاڑ کے برابر اجر ملتا ہے اور جب بچہ گھر سے مکتب کی طرف نکلتا ہے تو گھر میں خیر و برکت کا اضافہ ہوتا ہے۔ شر و فساد کم ہوتا ہے اور شیطان وہاں سے بھاگ نکلتا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے بچے کو قرآن پاک سکھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے تین جنتی جوڑے پہنائیں گے جبکہ لوگ ابھی ننگے بدن ہونگے اور ان میں سے ہر جوڑا دنیا و مافیہا سے کہیں بڑھ کر ہوگا۔ پھر اسے کتاب اللہ کے ہر حرف کے بدلے ایک ایک درجہ عطا ہوگا۔

حضرت عثمانؓ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک نقل کرتے ہیں کہ تم میں سے بہترین وہ شخص ہے۔ جس نے قرآن پاک سیکھا اور دوسروں کو سکھایا۔ حضرت ابوعبدالرحمٰن السلمی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اسی حدیث نے مجھے اس درسگاہ میں بٹھا رکھا ہے۔ آپ لوگوں کو قرآن پڑھایا کرتے تھے اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بھی استاد تھے۔

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر یہ دعا فرمائی۔ **اللھم اغفر للمعلمین و اطل اعمارھم و بارک لھم فی کسبھم و معانھم** (اے اللہ قرآن سکھانے والوں کی مغفرت فرما۔ ان کو لمبی عمریں عطا فرما۔ ان کے کسب اور معاش میں برکت نازل فرما)۔ حضرت انس بن مالکؓ ایک اور حدیث کی دعا نقل فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے دعا فرمائی۔ اے اللہ علماء کو غنی اور قرآن کے استادوں کو فقیر بنا۔ فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اوپر والی حدیث میں قرآن پڑھانے والوں کیلئے **بارک لھم فی کسبھم** کی دعا آتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یومیہ روزی کا سلسلہ چلتا رہے کبھی بند نہ ہو۔ اور یہاں اس کے لئے فقیر بنا کی دعا منقول ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مال کی فراوانی عطا نہ فرما۔ کہ مال زیادہ ہوگیا تو قرآن پڑھانا چھوڑ دیں گے۔

معلم کو پانچ چیزوں کی رعایت رکھنا لازم ہے

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر معلم ثواب کی نیت کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کا عمل انبیاء علیہم السلام والا عمل بن جائے تو اسے پانچ چیزوں کی رعایت رکھنا لازم ہے۔

(۱) اجرت کی شرط مت لگائے اور نہ ہی اس پر شدید تقاضہ اور اصرار کرے۔ جو کوئی ہدیہ دیدے قبول کرے۔ جو نہیں دیتا اس کے پیچھے نہ پڑے تاہم اگر بچوں کو ہجے پڑھانے لکھائی سکھانے اور حفظ کرانے پر معاوضہ کی شرط لگالیتا ہے تو جائز ہے۔

(۲) ہمیشہ باوضو رہے کیونکہ اثنائے تعلیم میں اسے قرآن پاک چھونے کی بار بار نوبت آئیگی۔

(۳) اپنی تعلیم میں پوری ہمدردی کا جذبہ اور بچے کا خوب خیال رکھے۔

(۴) بچوں میں مساوات اور برابری رکھے لڑائی جھگڑے کے موقعہ پر عدل وانصاف قائم رکھے۔ اغنیاء کے بچوں کی طرف میلان اور غرباء کے بچوں سے بے رخی کبھی نہ کرے۔

(۵) بچوں کو حد سے زیادہ اور شدید پٹائی کی سزا نہ دے۔ کہ قیامت کے دن اس کا حساب ہوگا۔ خبیب بن ابی ثابت سے روایت ہے کہ معلمین حضرات بادشاہوں والا نصیب لے کر آتے ہیں ان کا حساب بھی انہیں جیسا ہوگا۔

متقدمین میں سے ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ ان کا بیٹا ان کے پاس روتا ہوا آیا۔ پوچھا کیا بات ہے کہنے لگا استاد نے مارا ہے۔ فرمایا مجھے حضرت عکرمہؒ نے حضرت ابن عباسؓ کی یہ حدیث سنائی کہ تمہارے بچوں کے استاد اللہ تعالیٰ کے ہاں تم سب سے برے شمار ہوتے ہیں جو یتیم پر بہت کم ترس کھاتے ہیں اور مساکین پر خوب سختی دکھاتے ہیں۔ کسی صحابی کا قول ہے کہ تین شخصوں کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نظر کرم نہ فرمائیں گے۔ اول قرآن پاک کا وہ استاد جو یتیم بچے سے ناقابل برداشت معاوضہ طلب کرتا ہے۔ دوسرے وہ آدمی جو سلطان کی مجلس میں بیٹھ کر اس کے مطلب کی باتیں کرتا ہے۔ تیسرے وہ شخص جو بلا ضرورت لوگوں سے سوال کرتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص بھی قرآن پاک حفظ کر لیتا ہے دو سو دینار یا دو ہزار درہم سالانہ بیت المال میں اس کا حق ثابت ہو جاتا ہے اگر دنیا میں سے یہ حق نہ ملا تو آخرت میں مل کر رہے گا۔ اور اگر نصف قرآن یاد کیا۔ تو ایک سو دینار یا ہزار درہم جس کا مطالبہ قیامت کے دن بیت المال کے متولی سے ہوگا۔ اگر اس کی کچھ حسنات ہوں گی۔ تو وہ دلا دی جائیں گی۔ اور اگر اس کی نیکیاں نہ ہوئیں تو اس شخص کی برائیاں اس متولی پر ڈال دی جائیں گی۔

کم کھانا

تمام بیماریاں زیادہ کھانے سے پیدا ہوتی ہیں

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آدمی کو زیادہ مقدار میں نہیں کھانا چاہیے اور نہ شکم سیر ہونے سے بڑھ کر کھائے۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ناپسندیدہ اور لوگوں کے ہاں قابل مذمت اور صحت کیلئے بھی مضر ہے۔ کسی طبیب سے سوال ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں طب کی کوئی بات تجھے معلوم ہے کہنے لگا کیوں نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو تمام طب اس ایک آیت میں سمو دی ہے۔ **کلوا واشربوا ولاتسرفوا انه لایحب المسرفین** ۔ (اور خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو۔ بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے حد سے نکل جانیوالے کو) حاصل یہ کہ تمام بیماریاں زیادہ کھانے سے ہی پیدا ہوتی ہے۔

آدمی کا زیور

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ چار چیزیں آدمی کا زیور ہیں۔۱، اپنے اوپر قابو رکھنا۔ ۲، بات تول کر کرنا۔۳، اپنے راس المال سے کاروبار کرنا۔۴، اپنی آمدنی اور خرچ کا خیال رکھنا۔

اسراف

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ بھی اسراف ہی کی ایک شکل ہے کہ جس چیز کو دل چاہے اسی کو کھانے لگے۔ حضرت سمرہؓ بن جندب کا واقعہ ہے کہ ان کے بیٹے نے اتنا کھالیا۔ کہ بدہضمی ہونے لگی۔ اور قے کرنے لگا حضرت سمرہؓ فرمانے لگے اگر تو اس حال میں مر جاتا۔ تو میں تیرے جنازے میں شریک نہ ہوتا۔

کھانے کی موزوں مقدار

ایک حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابن آدم اپنے پیٹ سے بدتر کسی برتن کو نہیں بھرتا۔ آدمی کیلئے چند لقمے کافی ہوجانے چاہیئں جو اسکی کمر کو سیدھا رکھ سکیں۔ اور اگر بہرحال کھانا ہی ہے تو ایک حصہ کھانے کا، ایک پانی کا اور ایک سانس کے لئے ہونا چاہیے۔

زیادہ کھانے کی برائیاں

کہتے ہیں کہ زیادہ کھانے میں چھ بری باتیں پائی جاتی ہیں۔۱، اللہ تعالیٰ کا خوف دل سے جاتا رہتا ہے۔۲، (بھوکوں کی ہمدردی جاتی رہتی ہے) کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ سب لوگ شکم سیر ہیں۔۳، طاعات وعبادات کی ادائیگی میں طبیعت پر بوجھ اور گرانی ہوتی ہے۔۴، حکمت کے کلام سے رقت پیدا نہیں ہوتی۔۵، خود حکمت ونصیحت کا کلام کرے لوگوں کے دلوں پر اثر نہیں کرتا۔۶، اس سے بہت امراض پیدا ہوتے ہیں۔

کھانے میں ان باتوں کا خیال رکھا جائے

کہتے ہیں کہ کھانے میں چار چیزین فرض ہیں۔ چار سنت ہیں، چار آداب ہیں دو چیزیں دواء ہیں۔ اور دو مکروہ۔

فرض

چار فرض یہ ہیں۔۱، صرف حلال کھائے۔۲، یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔۳، اس پر راضی اور خوش رہے۔۴، جب تک کھانے کی قوت بدن میں رہے معصیت سے کنارہ کش رہے۔

سنتیں

چار سنتیں یہ ہیں۔۱، اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھائے۔۲، فارغ ہو تو الحمد للہ کہے۔۳، کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھوئے۔۴، بائیں پاؤں کو بچھا کر اور دائیں کو کھڑا کر کے بیٹھے۔

آداب

چار آداب یہ ہیں۔۱، اپنے سامنے سے کھائے۔۲، لقمہ چھوٹا بنائے۔۳، لقمہ کو خوب چبائے اور باریک کرے۔۴، دوسرے کے لقمہ پر نظر نہ کرے۔

دو دوائیں

دو دوائیں یہ ہیں۔۱، دسترخوان پر جو ذرات وغیرہ گریں وہ اٹھا کر کھالے۔۲، کھانے کے برتن کو خوب صاف کرے۔

مکروہ اور ممنوع

مکروہ اور ممنوع یہ ہیں۔۱، کھانے کو سونگھنا نہ چاہیے نہ ہی اس میں پھونک مارنی چاہیے۔۲، جب تک تیز گرم ہو نہ کھانا چاہیے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ تیز گرم کھانے میں برکت نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم

باہم سلام کہنا

فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل اسلام کو باہم ملاقات کے وقت تحفہ سلام پیش

کرنا چاہیے اہل جنت کا باہم سلام کا یہی طریق ہے لہٰذا مسلمان کو چاہیے کہ تمام مسلمانوں کو سلام کہا کریں۔ یہ اہل ایمان کے اخلاق میں سے ہے۔ روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ حضرت انسؓ بن مالکؓ کو ارشاد فرمایا کہ جب تو گھر سے نکلے تو جو مسلمان بھی سامنے آئے۔ اسے سلام کہہ۔ اس سے ایمان کی لذت تیرے دل میں داخل ہوگی اور جب گھر میں آئے تو سلام کر، اس سے تیری اور تیرے گھر کی برکت میں اضافہ ہوگا۔

ایک مرد صالح کا ذکر ہے کہ ایک دوست نے اس سے ملاقات کی اور سوال کیا تمہاری صبح کیسی رہی۔ مرد صالح نے جواب دیا بہت افسوس۔ یہ کیا انداز گفتگو ہے تم نے السلام علیکم کیوں نہیں کہا۔ کہ تجھے دس نیکیاں ملتیں اور میں سلام کا جواب دیتا تو دس نیکیاں مجھے ملتیں۔ جہاں بیس نیکیاں جمع ہو جاتیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا۔

کسی صالح آدمی سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی بوقت ملاقات دوسرے کو اطاک اللہ بقاء ک کہتا ہے یعنی اسے طول عمر کی دعا دیتا ہے یہ کیسا ہے اس نے کہا یہ دہریہ لوگوں کا سلام ہے۔ اہل اسلام کا سلام تو السلام علیکم ہے۔

روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بازار تشریف لے جاتے عرض کیا گیا آپ بازار میں خرید وفروخت تو کرتے نہیں۔ پھر تکلیف کیوں فرماتے ارشاد فرمایا ! میں تو سلام کہنے کیلئے بازار جاتا ہوں چنانچہ آپؓ ہر ملنے والے کو سلام کہتے تھے۔

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا اے بیٹے کسی مجلس میں آؤ تو سلام کہہ کر بیٹھ جاؤ۔ ان کی گفتگو سے پہلے کوئی بات مت کرو۔ دیکھو کہ گفتگو خیر اور بھلائی کی ہے تو شریک ہو جاؤ۔ ورنہ اٹھ کر چلے آؤ۔ واللہ الموفق۔

کچھ نکاح کے بارے میں

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ سب سے بڑھ کر برکت والا وہ نکاح ہے جس میں مشقت و تکلیف کچھ نہ ہو۔ حسن بصریؒ کے پاس ایک آدمی اپنی

بیٹی کے نکاح میں مشورہ کیلئے حاضر ہوا۔ فرمایا کسی متقی آدمی سے نکاح کرو۔ کہ اگر محبت ہوگی تو اس کا اکرام کرے گا اور اگر دل برداشتہ بھی ہو جائے تو ظلم نہ کرے گا۔ انہی حسن بصریؒ کا مقولہ ہے کہ چار چیزوں میں مشقت ہے۔ ۱، اہل وعیال کی کثرت۔ ۲، مال کی قلت۔ ۳، برا ہمسایہ۔ ۴، بیوی جو خاوند کے حق میں خیانت کرے۔

امام مالک بن دینار کی بیوی ام یحییٰ فوت ہوگئی کسی نے کہا ابو یحییٰ ارادہ ہو تو اور نکاح کرلو فرمایا بس میں ہوتا تو اپنے آپ ہی کو طلاق دے دیتا۔

ایک اعرابی کا مقولہ ہے کہ نکاح میں ایک مہینے کیلئے فرحت ومسرت ہے۔ پھر زمانہ بھر کے غم اور مہر کا بوجھ ہوتا ہے اور کمر ٹوٹ جاتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک نقل کرتے ہیں کہ تین قسم کے لوگوں کی مدد اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ ۱، مجاہد فی سبیل اللہ۔ ۲، وہ شخص جو حرام سے بچنے کیلئے نکاح کرتا ہے۔ ۳، وہ مکاتب جو بدل کتابت ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے (مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جو آزادی لینے کیلئے اپنے آقا کو کچھ مقررہ مال دینا قبول کرے۔ اس مال کو بدل کتابت کہتے ہیں)۔

روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل کے آدمی نے یہ طے کرلیا کہ جب تک سو آدمیوں سے مشورہ نہ کرلوں۔ نکاح نہیں کروں گا۔ اس نے ننانوے آدمیوں سے مشورہ کیا اور ایک باقی تھا۔ دل میں یہ عہد کرلیا کہ کل سب سے پہلے جس شخص سے ملاقات ہوگی اس سے مشورہ لوں گا۔ اور اسی کی رائے پر عمل کروں گا۔ چنانچہ اگلے روز صبح سویرے گھر سے نکلا۔ تو ایک مجنوں (دیوانے) سے ملاقات ہوئی جو ایک لمبے کانے پر سوار تھا اسے دیکھ کر غم ہوا۔ مگر اپنے عزم سے عہدہ برآ ہونا لازم جان کر آگے بڑھا۔ تو مجنون بولا بھئی ذرا میرے گھوڑے سے بچ کر رہنا۔ کہیں لات نہ مار دے یہ شخص بولا ذرا اپنا گھوڑا روکو میں تجھ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ مجنوں ٹھہر گیا یہ شخص کہنے لگا میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ جو پہلا شخص ملے گا۔ میں اس سے مشورہ کروں گا۔ اور تو ملنے والا

پہلا شخص ہے۔ میرا ارادہ نکاح کرنے کا ہے۔ میری رہنمائی کرو کہ کیا کروں۔ مجنون کہنے لگا عورتیں تین طرح کی ہیں۔ ایک مفید دوسری مضر اور تیسری وہ جو مفید بھی ہے اور مضر بھی۔ پھر کہنے لگا ذرا گھوڑے سے بچیو کہیں لات نہ لگا دے اور چل دیا۔ یہ شخص دل میں کہنے لگا کہ اس کی وضاحت تو پوچھی ہی نہیں۔ اس کے پیچھے بھاگا او! جانے والے ذرا اپنا گھوڑا روکو وہ ٹھہر گیا یہ قریب جا کر کہنے لگا۔ میں تیری بات اچھی طرح سے سمجھ نہیں سکا ذرا اس کی تفصیل سنا دو۔ وہ کہنے لگا کہ مفید عورت تو باکرہ ہے جو دل سے تیرے ہی ساتھ محبت کرے گی کسی اور کو وہ جانتی ہی نہیں۔ اور مضر وہ عورت ہے جو پہلے شادی کر چکی ہے۔ اور اولاد والی ہے۔ وہ مال تیرا کھائے گی اور پہلے خاوند کو روتی رہے گی۔ اور جو عورت مفید بھی ہے اور مضر بھی۔ یہ وہ ہے جو پہلے شادی کر چکی ہے مگر اس کی اولاد نہیں۔ اگر تو پہلے دن سے اس کے لئے اچھا ثابت ہوا۔ تو وہ تیرے لئے مفید ہوگی ورنہ مضر! یہ کہہ کر وہ پھر چلتا بنا۔ یہ شخص بھی اس کے پیچھے ہولیا۔ اور قریب جا کر کہنے لگا۔ عجیب قصہ ہے کہ تیرا کلام کس قدر حکیمانہ ہے اور کام مجنونانہ یعنی دیوانوں جیسا۔ وہ کہنے لگا کہ دراصل قصہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل مجھے اپنا قاضی بنانا چاہتے تھے میں نے انکار کر دیا۔ انہوں نے اصرار کیا۔ تو میں نے یوں پاگل بن کر اپنی جان ان لوگوں سے چھڑائی۔

کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت داؤد علی نبینا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا کہ میں نکاح کرنا چاہتا ہوں مناسب مشورہ ارشاد فرمائیں۔ فرمایا میرے بیٹے سلیمان کے پاس جاؤ۔ اور اس سے مشورہ پوچھو۔ ابھی سات سال کے بچے تھے وہ شخص حضرت سلیمان کی طرف چل دیا۔ کیا دیکھتا ہے آپ بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں اور ایک کانے پر سوار ہیں۔ وہ شخص قریب آ کر کہنے لگا میرا نکاح کرنے کا ارادہ ہے مشورہ کے لئے آیا ہوں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جواب دیا۔ سرخ سونے کا انتخاب کر یا سفید چاندی کا اور گھوڑے سے بچ کر رہ کہیں لات نہ لگا دے۔ سائل اس جواب کو نہ سمجھ سکا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اسے کہہ رکھا تھا کہ واپس آ کر مجھے جواب بتا کر جانا۔ اس نے واپس آ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کا جواب سنایا۔ تو حضرت

داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ سرخ سونے سے مراد باکرہ عورت ہے اور سفید چاندی سے مراد نوجوان بیوہ ہے۔اور گھوڑے سے بچ کہیں لات نہ لگادے اس کا مطلب یہ ہے کہ بڑھیا عورت اور عیال دار بیوہ سے پرہیز کرنا۔

حضرت انسؓ بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نکاح کا حکم فرمایا کرتے اور تجرد کی زندگی یعنی بلا نکاح رہنے شدت سے منع فرمایا۔ نیز فرمایا کرتے کہ زیادہ بچے جننے والی اور بہت محبت کرنے والی عورتوں سے شادی کیا کرو۔ کہ میں دوسرے انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ چار قسم کے لوگوں پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتے ہیں اور فرشتے آمین کہتے ہیں ایک وہ آدمی جو عورت سے الگ رہ کر (تجرد کی) زندگی بسر کرتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس تقاضہ سے پاک پیدا نہیں کیا ۔اور وہ عورت جو مردوں سے مشابہت پیدا کرتی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسے عورت بنایا ہے اور ایک وہ آدمی جو عورتوں سے مشابہت پیدا کرتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسے مرد بنایا ہے ۔اور چوتھا وہ شخص جو کسی اندھے کو راستہ سے بہکاتا ہے۔

حضور ﷺ کے ابتدائی حالت

آپ ﷺ کا تجارتی سفر

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ آنحضرت ﷺ جب پچیس برس کی عمر کو پہنچے تو آپ کے چچا ابوطالب کہنے لگے میرے بھتیجے میں قسم سے کہتا ہوں کہ میرے پاس اتنا مال نہیں جس سے تیرا نکاح کرسکوں۔ اور نہ ہی تیرے والد نے کچھ چھوڑا ہے کیا یہ ہوسکتا ہے کہ تو خدیجہ بنت خویلد کے ہاں اجرت پر کوئی کام کرلے کہ وہ اپنے اجیر کو اجرت میں دو نوجوان اونٹ دے دیتی ہے۔ تجھے تو شاید ایک اونٹ اور زائد دیدے یہ کہا اور خود ہی خدیجہ کے پاس لے

آئے حضرت خدیجہ نے بہت ہی خوشی اور اکرام سے قبول کرتے ہوئے کہا کہ آپکو میں زائد دوں گی۔ چنانچہ آپ نے خدیجہ کے غلام میسرہ کے ساتھ شام کی ایک منڈی بصری میں تشریف لے گئے۔ اور بہت سا نفع کمایا۔ میسرہ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی محبت پیدا ہوگئی۔ سفر سے واپس آتے ہوئے مرالظہر ان پر پہنچے تو میسرہ کہنے لگا کہ اے محمد (ﷺ) آپ آگے آگے جا کر خدیجہ کو منافع کی خوشخبری سنائیں ممکن ہے وہ مزید ایک اونٹ منافعہ میں دیدے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ کے خوشخبری سنانے پر خدیجہؓ نے ایک اونٹ کا اور اضافہ کر دیا۔

حضور ﷺ کا نکاح

میسرہ نے حضرت خدیجہؓ کو آنحضرت ﷺ کے عجائبات جو راستہ میں دیکھے اور برکات و کمالات کی بہت سی علامات بیان کیں۔ جس سے حضرت خدیجہؓ کے دل میں آپ ﷺ کی محبت گھر کر گئی۔ اور آپ کی طرف میلان ہونے لگا۔ چنانچہ اس نے کھانا تیار کروایا۔ اور قریش کے سرداروں کو دعوت پر جمع کیا۔ اور اپنے باپ سے کہا کہ وہ اس کا نکاح حضرت محمد ﷺ سے کر دے۔ باپ بولا! قریش کے سرداروں نے مجھ سے تیرے نکاح کا مطالبہ کیا۔ اور میں انکار کرتا رہا۔ بھلا کیسے ممکن ہے کہ میں ایسے شخص سے تیرا نکاح کر دوں۔ جو بالکل تہی دست ہے۔ بیٹی نے کہا کہ حسب و نسب میں وہ اعلیٰ ہے اور مال کی مجھے ضرورت نہیں۔ الغرض آپ کا نکاح اور رخصتی ہوگئی۔

عطائے نبوت

جب آپ ﷺ کی عمر مبارک چالیس برس کو پہنچی۔ تو ایک دفعہ فضاء میں ایک سائبان سا دیکھا جو آہستہ آہستہ قریب آ رہا ہے۔ آپ دیکھ کر گھبرانے لگے۔ تو آواز آئی ڈریئے نہیں۔ میں جبرائیل ہوں۔ آپ گھبرائے ہوئے حضرت خدیجہؓ کے پاس تشریف لائے اور بتایا کہ میں نے ایک چیز دیکھی ہے۔ جس سے مجھے ڈر لگنے لگا مگر اس نے کہا ڈریئے نہیں میں جبرئیل ہوں۔

مجھے خطرہ ہے کہ کہیں یہ جنون کی قسم نہ ہو۔ خدیجہؓ اٹھی اور سیدھی اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئی۔ جو کتب سابقہ کے متجر عالم تھے کہنے لگی میرے بھائی، میرے شوہر کو کچھ

دکھائی دیا ہے جس سے وہ ڈر گئے۔ مگر اس نے کہا میں جبرئیل ہوں۔ ورقہ پکار اٹھا سبحان اللہ القدوس ۔ جبرئیل تو اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا ناموس اور انبیاء علیہم السلام کی طرف آنے والا سفیر ہے۔

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اچھی خبر لانے والے کو ناموس اور بری خبر لانے والے کو جاسوس اور دو جانبوں میں تعلق پیدا کرنے والے کو سفیر کہتے ہیں۔ ورقہ نے کہا اگر تیرے شوہر نے واقعی اسے ہی دیکھا ہے تو وہ نبی ہے۔ خدیجہؓ واپس گھر آ گئیں اور آنحضرت ﷺ کو سب کچھ بتایا۔

اس طرح ایک دن آپ حضرت خدیجہؓ کے پاس بیٹھے تھے کہ زمین و آسمان کے درمیان ایک شخص دیکھا فرمایا! خدیجہؓ میں زمین و آسمان کے مابین ایک شخص کو دیکھ رہا ہوں حضرت خدیجہؓ نے کہا آپ ﷺ میرے قریب آ جائیں ۔ آپ ﷺ قریب ہو گئے ۔ حضرت خدیجہؓ نے اپنا سر کھول دیا۔ اور آپ ﷺ کے سر کو اپنے پیٹ پر رکھ کر پوچھا کیا۔ اب بھی وہ شخص دکھائی دے رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ دور ہٹ گیا ہے۔ حضرت خدیجہؓ کہنے لگی بشارت ہو کہ یہ فرشتہ ہے اگر شیطان ہوتا تو یوں حیا نہ کھاتا۔

اسی طرح ایک دن آپ ﷺ جبل حرا پر تھے کہ حضرت جبرئیل نمودار ہوئے آپ ﷺ کیلئے بہترین فرش بچھایا۔ زمین پر پاؤں مارا۔ جس سے پانی پھوٹنے لگا آپ ﷺ کو وضو سکھایا اور دو رکعت نماز پڑھائی ﴿اور آپ کو نبوت کی خبر دی اور سورۃ اقراء کی ابتدائی آیتیں "مالم یعلم" تک آپ ﷺ کو سنائیں﴾۔ اور آپ ﷺ واپس تشریف لائے اور سارا ماجرا حضرت خدیجہؓ کو کہہ سنایا۔ وہ سنتے ہی ایمان لے آئیں۔ آپ ﷺ نے خدیجہؓ کو بھی وضو اور نماز کا طریقہ سکھایا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ ایمان لائے اور پھر حضرت علیؓ۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ پہلے ایمان لائے پھر حضرت ابو بکرؓ پھر بلالؓ پھر حضرت ابو بکرؓ کے رفقاء حضرت عثمانؓ، عبدالرحمٰن بن عوف، طلحہ، زبیر اور سعد رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ایمان لائے اور چالیسویں نمبر پر حضرت عمرؓ نے ایمان قبول کیا۔

ہجرت کا بیان

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ موسم حج میں منیٰ کی طرف

تشریف لے جاتے اور آنے والے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ اتفاقاً آپ ﷺ کا گزر مدینہ طیبہ کے کچھ لوگوں پر ہوا۔ آپ ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ حضرت معاذ بن عفرا اور ان کے باقی رفقاء سب نے اسلام قبول کرلیا۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کیا تم میری مدد کرو گے۔ جس سے میں اپنے اللہ تعالیٰ کا فریضہ تبلیغ ادا کرسکوں۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہماری گزشتہ سال سے لڑائی رہی ہے اور باہم ایک دوسرے سے بغض رہا ہے، ہم اگلے سال موسم حج پر حاضر ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ اس پر راضی ہو گئے اور یہ لوگ مدینہ واپس آ گئے اور چپکے چپکے لوگوں کو دعوت دینا شروع کی۔ اور سال کے اندر اندر مدینہ طیبہ کے بہت سے گھرانے مسلمان ہو گئے۔

موسم حج آیا تو مدینہ طیبہ سے بھی لوگ کثیر تعداد میں گئے اور منیٰ میں پڑاؤ کیا۔ ان سے انصار کے ستر آدمی اور ایک عورت نے منیٰ کی ایک طرف جمرہ کے دائیں جانب نزول کیا۔ آنحضرت ﷺ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کی معیت میں انکے پاس تشریف لے گئے۔ یہ سب آپ ﷺ کے اعزاز میں کھڑے ہو گئے اور سلام کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی انہیں سلام کیا اور فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے بارہ نقباً کا انتخاب کیا تھا میں بھی تم سے کچھ نقیب بنانا چاہتا ہوں۔ ان حضرات نے آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ ﷺ اپنے لئے اور اللہ تعالیٰ کیلئے جو بھی شرط لگانا چاہیں لگائیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کیلئے تو شرط یہ ہے کہ اس کی عبادت کرو کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور اپنے لئے شرط یہ ہے کہ جیسے تم اپنی اور اپنے اہل و عیال کی حفاظت کرتے ہو۔ میری بھی ایسے ہی حفاظت کرو گے۔ عرض کیا اگر ہم یہ شرطیں پوری کر دیں۔ تو کیا ملے گا ارشاد فرمایا تمہارے لئے جنت ہو گی سب نے خوش ہو کر کہا کہ یہ ہماری بیع نفع مند ہے۔

ادھر ابلیس ملعون یہ دیکھ کر چیخنے لگا۔ کہ او قریشیو! یہ دیکھو محمد (ﷺ) اہل مدینہ سے تمہارے خلاف حلف اور اقرار لے رہا ہے۔ قریشی یہ سن کر آپ ﷺ کی تلاش میں نکلے مگر آپ ﷺ کو نہ پا سکے۔ آپ ﷺ نے حضرت مصعبؓ بن عمیر کو قرآن پڑھانے اور دین سکھانے کیلئے

ان کے ساتھ بھیج دیا۔ اہل مکہ کو جب یہ علم ہوا کہ محمد (ﷺ) کو انصار و مہاجرین رفقاء میسر آ گئے ہیں تو آپ ﷺ کے متعلق تجویزیں سوچنے لگے اور آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔

ادھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم فرمایا۔ آپ ﷺ ابوبکرؓ کے گھر تشریف لائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرط مسرت میں کھڑے ہو کر سر مبارک کو بوسہ دیا اور قدم رنجہ فرمانے کی وجہ پوچھی۔ ارشاد فرمایا قریش نے میرے قتل کا منصوبہ بنایا ہے ابوبکرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ ﷺ کے خون سے پہلے میرا خون اور آپ ﷺ کی جان سے پہلے میری جان حاضر ہوگی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے ہجرت کا حکم ہو گیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا میرے پاس دو اونٹ ہیں۔ جو اسی انتظار میں تیار کر رکھے ہیں۔ انہیں سے ایک آپ لے لیجئے۔ مگر آپ ﷺ نے فرمایا میں اس کی قیمت ادا کروں گا۔ چنانچہ آپ نے ایک اونٹ خرید لیا۔ شام ہوئی تو آپ ﷺ حضرت ابوبکرؓ کو ہمراہ لے کر پیدل روانہ ہوئے اور جبل ثور کا رخ کیا۔ حتیٰ کہ اس کے ایک غار تک پہنچ گئے۔ اور ابوبکرؓ نے عبداللہ بن فہیرہ کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ جبل ثور کی طرف بکریاں چرانے کیلئے لائے۔ اور آپ ﷺ نے اس رات حضرت علی ابن ابی طالب کو اپنے بستر پر سلایا۔ قریش آئے تو وہاں حضور ﷺ کی بجائے حضرت علیؓ ابن ابی طالب کو پایا پوچھا محمد ﷺ کہاں ہیں۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا۔ مجھے کچھ علم نہیں۔ وہ آپ ﷺ کے نشانات کی ٹوہ لگاتے لگاتے غار ثور تک پہنچ گئے۔ جہاں حضور ﷺ حضرت ابوبکرؓ کی معیت میں تشریف فرما تھے۔ مگر وہ آپ کے مخصوص ٹھکانے کو نہ پا سکے۔ ادھر ادھر تلاش کر کے ناکام واپس لوٹ آئے۔

ادھر عبداللہ بن ابی بکر روزانہ رات کو اہل مکہ کے حالات لے کر آتے تھے۔ اور عبداللہ بن فہیرہ روزانہ بکریاں لاتے۔ جن کا دودھ نکال لیتے۔ یا ذبح کر لیتے تھے۔ اسی طرح سے تین رات تک وہاں قیام فرمایا۔ بعض کہتے ہیں کہ زیادہ دن تک رہے۔ تا آنکہ اہل مکہ کا جوش کم ہو گیا۔ پھر دونوں حضرات غار سے نکلے۔ اور ایک آدمی اجرت پر ساتھ لیا۔ جو راستہ کی نشاندہی کرتا تھا۔ اس کا نام عبداللہ بن اریقط تھا۔ یوں چلتے چلتے ربیع الاول کی دو تاریخ ﴿ابن اسحاق دوشنبہ ۱۲ ربیع

الاول کی تاریخ مگر تقوم کے مطابق دوشنبہ کو آٹھ تاریخ بنتی ہے اس لئے بہت سے حضرات نے آٹھ تاریخ لکھی ہے ﷺ کو پیر کے دن مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔

نبی اکرم ﷺ کے غزوات

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روایات میں آنحضرت ﷺ کے چھتیس غزوات مذکور ہیں۔جن میں سے اٹھارہ غزوات میں آپ ﷺ نے بنفس نفیس شرکت فرمائی۔اور اٹھارہ میں خود تشریف نہیں لے گئے۔ بلکہ لشکر بھیجا۔بعض روایات میں آپ ﷺ کے چالیس غزوات مذکور ہیں بلکہ اس سے بھی زائد کا ذکر ملتا ہے۔

پہلا غزوہ

سب سے پہلے غزوہ کی تفصیل یہ ہے کہ آپ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ قریش کی ایک جماعت مکہ سے لڑائی کیلئے نکلی ہے۔آپ ﷺ بھی صحابہ کرام کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر جہاد کیلئے نکلے۔یہ ہجرت کے تقریباً بارہ ماہ بعد صفر کے مہینہ کا واقعہ ہے۔ چلتے چلتے آپ مقام ودان تک پہنچے۔ وہاں پڑاؤ کیا اور حضرت عبیدہؓ بن الحارث کو مہاجرین کی ایک جماعت کی معیت میں آگے بھیجا۔قریش کی جماعت کے ساتھ تیراندازی کا معمولی مقابلہ ہوا۔کوئی باقاعدہ لڑائی اور معرکہ نہیں ہوا۔اور معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

غزوۃ النخلہ

آپ ﷺ کے غزوات میں سے غزوہ النخلہ بھی ہے۔جس کی تفصیل یہ ہے کہ ہجرت کے سولہ ماہ بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحش کو گیارہ مہاجرین کی معیت میں عمرو بن الحضرمی اور اس کے قریشی ساتھیوں کی طرف بھیجا جو اپنے ساتھ چمڑا، منقی اور دیگر سامان لے جارہے تھے۔ یہ حضرات کھجوروں کے ایک جھنڈ میں بیٹھ رہے تھے جب قریش کا قافلہ وہاں سے گزرا، تو ان پر حملہ کر دیا۔عمرو بن الحضرمی کو قتل اور دو آدمیوں کو قید کیا۔اور باقی بھاگ گئے۔ یہ

حضرات ان کا چھوڑا ہوا مال لے کر مدینہ منورہ واپس پہنچ گئے یہ واقعہ جمادی الاخری میں پیش آیا۔

غزوہ بدر

آپ ﷺ کے غزوات میں سے ایک عظیم غزوہ بدر ہے۔ بدر ایک مقام کا نام ہے جہاں پر ہجرت کے دوسرے سال ماہ رمضان المبارک میں جہاد کا مشہور معرکہ ہوا۔ قصہ یوں ہوا کہ آنحضرت ﷺ کو خبر ملی۔ کہ قریش کا تجارتی قافلہ ابوسفیان کی سرکردگی میں شام سے واپس مکہ جارہا ہے۔ یہ قافلہ چالیس اور بعض کے بقول ستر تاجروں پر مشتمل تھا۔ رسول اللہ ﷺ تین سو تیرہ مہاجرین وانصار صحابہ کی معیت میں مدینہ طیبہ سے نکلے اہل مکہ کو اطلاع ہوگئی۔ وہ ساڑھے بارہ سو کا لشکر جمع کر کے مقابلہ کیلئے نکل پڑے آگے چل کر معلوم ہوا کہ تجارتی قافلہ صحیح سلامت آرہا ہے تو ان سے تین سو افراد واپس مکہ لوٹ گئے۔ اور بقیہ ساڑھے نو سو آگے بڑھتے گئے۔ اور بدر کے مقام پر مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست فاش دی۔ اور مسلمانوں کو اپنی نصرت سے نوازا۔ جنہوں نے مشرکین کے ستر آدمی قتل اور ستر قید کئے۔ روئے زمین پر بدر کے معرکہ سے کوئی معرکہ بڑھ کر نہیں۔ کہ اس میں خود ابلیس ملعون اور دیگر شیاطین شریک ہوئے۔ جتنے کافر جن تھے۔ وہ بھی ساتھ تھے۔ اور قریش مکہ کے ساڑھے نو سو رؤسا اور سردار جمع تھے۔ ادھر اہل اسلام کی طرف سے تین سو تیرہ آدمی تھے جو اپنے ایمان کی وجہ سے تمام کائنات سے افضل تھے۔ اور نوے جن بھی ساتھ تھے جو اسلام قبول کر چکے تھے اور ایک ہزار فرشتوں کی تعداد تھی۔

حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ وہ جب سورۃ انفال کی تلاوت کرتے تو فرمایا کرتے وہ لشکر خوش نصیب اور بشارت کے لائق ہے۔ جن کے قائد رسول اللہ ﷺ تھے جن کے مجاہد اسد اللہ تھے۔ جن کا جہاد طاعۃ اللہ اور جن کی مدد ملائکۃ اللہ (اللہ کے فرشتے) تھے۔ اور جن کا ثواب رضوان اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا تھی۔

غزوہ سویق

آنحضرت ﷺ کے غزوات میں سے ایک غزوہ سویق بھی ہے۔ جس کا واقعہ یہ ہے

کہ ابوسفیان واقعہ بدر کے بعد اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت لے کر مدینہ طیبہ کی طرف نکلا۔ اور قسم کھائی کہ حضور ﷺ کے ساتھیوں کو قتل کئے بغیر واپس نہیں آؤں گا۔ چنانچہ چھپتے چھپاتے وہ مدینہ طیبہ کے نواح میں پہنچ گیا۔ اور ایک یہودی کے گھر قیام کیا۔ اور موقعہ پا کر مسلمانوں کے دو گھوڑے پکڑ لئے۔ دو گھروں میں آگ لگادی اور حضور ﷺ کے دو صحابیوں کو شہید کر دیا۔ پتہ چلنے پر آنحضرت ﷺ کچھ ساتھیوں کی معیت میں تعاقب کیلئے نکلے۔ ابوسفیان گرفتار ہونے کے ڈر سے اپنے ساتھیوں کو لے کر بھاگا اور اپنے ساتھ جو زادراہ لایا تھا۔ وہ پھینک گیا۔ اس زادراہ اور سامان میں زیادہ مقدار ستوؤں کی تھی۔ اس لئے اس کا نام غزوہ سویق یعنی ستوؤں والا غزوہٗ پڑ گیا۔ تاہم اس میں لڑائی نہیں ہوئی۔

غزوہٗ بنی قینقاع

منجملہ غزوات کے ایک غزوہٗ بنی قینقاع ہے جو کہ مدینہ طیبہ کے نواح میں تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا محاصرہ فرمایا۔ عبداللہ بن ابی ابن سلول (رئیس المنافقین نے مدینہ کے کچھ لوگوں کو لے کر ان کی سفارش کی اور آپ نے محاصرہ اٹھالیا۔

غزوہٗ احد

آپ ﷺ کا ایک مشہور غزوہٗ احد ہے۔ جس کا واقعہ یہ ہے کہ بدر سے واپسی کے بعد قریش مکہ نے خوب تیاری کی۔ اور اگلے سال بہت سالاؤ لشکر جمع کر کے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور احد پہاڑ کے دامن میں ان کے ساتھ مقابلہ اور لڑائی ہوئی۔ شکست کفار کا مقدر بن ہی چکی تھی۔ کہ تیراندازوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کے خلاف اپنی جگہ چھوڑ دی۔ اور مال غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے۔ جس سے لڑائی کا پانسہ پلٹ گیا۔ ستر مسلمان شہید ہوئے اور بہت سے زخمی اور شکست کھا گئے۔ تاہم جلد ہی اللہ تعالیٰ نے کفار کے غلبہ کو ان سے دور ہٹا دیا۔ اور وہ انہیں میدان میں ہی چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ اس مضمون کو قرآن مجید میں یوں ذکر کیا گیا ہے وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ (اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے تو تم سے اپنا وعدہ سچا کر

دکھایا تھا۔ جس وقت کہ تم ان کو بحکم خداوندی قتل کر رہے تھے۔ یعنی باذن خداوندی تم ان کفار کو قتل کرتے تھے)۔ حَتّٰی اِذَافَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَعَصَیْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا اَرَاکُمْ مَّاتُحِبُّوْنَ الی قوله ثُمَّ صَرَفَکُمْ عَنْهُمْ (یہاں تک کہ جب تم خود ہی کمزور ہو گئے اور باہم حکم میں اختلاف کرنے لگے اور تم کہنے پر نہ چلے بعد اس کے کہ تم کو تمہاری دل بات دکھلا دی تھی۔ الی قوله پھر تم کو ان کفار سے ہٹا دیا)۔ یعنی لڑائی تم پر الٹ پڑی۔

غزوہ بدر صغریٰ

آپ ﷺ کے غزوات میں سے غزوہ بدر صغریٰ ہے۔ جس کا قصہ یہ ہے کہ احد سے لوٹتے ہوئے ابوسفیان نے اعلان کیا تھا کہ آئندہ پھر بدر پر ملاقات و مقابلہ ہوگا۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں منڈی اور بازار لگتا تھا۔ آنحضرت ﷺ اپنے ساتھ ستر صحابہ کو لے کر وہاں پہنچے مگر کفار کی طرف سے کوئی بھی نہ پہنچا۔ اور مسلمان صحیح سالم واپس لوٹ آئے۔ اسی کو قرآن پاک نے بیان فرمایا ہے اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ الیٰ قوله فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْءٌ (جن لوگوں نے اللہ اور رسول کے کہنے کو قبول کیا۔ بعد اس کے کہ ان کو زخم لگا تھا۔ الیٰ قولہ۔ پس یہ لوگ خدا تعالیٰ کی نعمت اور فضل کے ساتھ واپس آئے کہ ان کو کوئی ناگواری ذرا سی بھی پیش نہیں آئی)۔

غزوہ بطن الرجیع

منجملہ غزوات کے ایک غزوہ بطن الرجیع ہے۔ جس کا قصہ یہ ہے کہ آپ نے مرثد بن ابی مرثد ﴿اصل عربی نسخہ میں مرثد بن مرثد غلط چھپا ہے﴾ کو سات آدمیوں کے ساتھ بھیجا۔ جن میں ایک حضرت عاصم بن ثابت بن ابی الافلح بھی تھے۔ حتیٰ کہ یہ بطن الرجیع میں اترے۔ مشرکین کی ایک جماعت نے ان کا رخ کیا۔ اور حضرت خبیبؓ اور ایک دوسرے صحابی کے سوا سب کو شہید کر دیا۔ اور ان دونوں حضرات کو قید کر کے مکہ لے آئے۔ اور یہاں پر ان دونوں حضرات کو بھی شہید کر دیا۔ صرف ایک آدمی ان سب حضرات میں سے بچ سکا۔ وہ بھی اس لئے کہ کفار اسے اپنے خیال میں مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے۔

غزوۂ محمد بن مُسلمہ

آپ نے محمد بن مسلمہ اوراس کے ساتھیون کو بھیجا مشرکین نے اچانک حملہ کر کے سب کوشہید کردیا البتہ محمد بن مسلمہ بن زندہ بچ رہے۔ کہ کافر اپنے خیال میں مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے۔ مگر ان میں کچھ رمق باقی تھی۔

غزوۂ بئر معونہ

منجملہ غزوات کے بئر معونہ کا غزوہ بھی ہے جس کا قصہ یہ ہے کہ عامر بن مالک عرب کے مشہور شاہسواروں میں سے تھا۔ اس نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں خط لکھا کہ میرے پاس ایسے آدمی بھیجئے جو ہمیں قرآن پڑھائیں اوردین سکھائیں۔ انہیں میری حفاظت اور ذمہ حاصل ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت منذر بن عمرو الساعدی کو چودہ مہاجرین وانصار صحابہ کرام کی معیت میں بھیج دیا۔ ایک رات کا سفر طے کر لینے پر ان حضرت کو پتہ چلا۔ کہ عامر بن مالک فوت ہوگیا ہے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں خط لکھا۔ آپ ﷺ نے چار ساتھی اورمدد کیلئے بھیج دیئے۔ یہ سب چلتے چلتے بئر معونہ پر پہنچے۔ تو عامر بن طفیل عرب کے بعض قبائل رعل ،ذکوان ، بنولحیان اورعصیہ کوساتھ لے کر مقابلہ کیلئے نکل آیا۔ ان سب حضرات کوشہید کردیا۔ البتہ عمرو بن امیہ الضمر ی سعد بن ابی وقاص اورایک اورآدمی یہ تینوں حضرات کسی وجہ سے اپنے رفقاء سے پیچھے رہ گئے تھے۔ اپنے ساتھیوں کے قتل کا علم ہوا۔ تو یہ مدینہ کولوٹ آئے۔ آنحضرت ﷺ نے اسی موقعہ پر چالیس دن تک قنوت نازلہ پڑھی۔ اوران مذکورہ قبائل پر بددعا کرتے رہے۔

کعب بن اشرف کا قتل

کعب بن اشرف کے قتل کیلئے رسول اللہ ﷺ نے محمد بن مسلمہ کوتین ساتھیوں کی معیت میں بھیجا۔ اور یہ اسے قتل کر کے آگئے۔

غزوۂ بنی نضیر

اس غزوۂ کا سبب یہ ہوا کہ عمرو بن امیہ الضمر ی بئر معونہ سے واپس آرہے تھے۔ مدینہ

طیبہ کے قریب پہنچے۔ تو دو آدمی بنوکلاب کے مدینہ طیبہ سے آ رہے تھے۔ جنہیں حضور ﷺ نے کپڑے وغیرہ عطا فرمائے تھے۔ عمرو بن امیہ نے انہیں قتل کر دیا۔ اسے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ دونوں اسلام لا چکے ہیں بنوکلاب اکھٹے ہو کر آئے اور مقتولوں کی دیت کا مطالبہ کرنے لگے۔ حضور ﷺ ابوبکر و عمر اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ساتھ لے کر بنونضیر کے ہاں تشریف لائے کہ انہیں دیت میں شرکت کیلئے فرمائیں۔ کیونکہ انہوں نے دیت میں تعاون کا عہد کر رکھا تھا۔ مگر بنونضیر نے آنحضرت ﷺ کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور آپ ﷺ کو اس منصوبہ کی اطلاع دی۔ آپ چپکے سے نکل کر مدینہ طیبہ تشریف لے آئے لشکر جمع کر کے دوبارہ جا کر ان کا محاصرہ کر لیا۔ ان کے کھجوروں کے درخت کاٹ ڈالے اور عمارتیں گرائیں حتیٰ کہ انہوں نے اس بات پر صلح کر لی کہ ہمیں چھوڑ دیا جائے ہم اپنا گھر بار مال وغیرہ سب کو چھوڑ کر یہاں سے چلے جاتے ہیں چنانچہ ہر آدمی کو یہ اجازت دے دی گئی کہ اپنی ضرورت کا سامان اپنے اونٹ پر لادے۔ اور انہیں شام کی طرف جلاوطن کر دیا گیا۔ قرآن پاک کی ایک آیت میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ **ھو الذی اخرج الذین کفروا من اھل الکتاب من دیارھم۔**

غزوۂ بنی المصطلق

آپ کے غزوات میں سے ایک غزوۂ بنی المصطلق ہے جس میں رسول اللہ ﷺ خود لشکر کے ساتھ تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہؓ بھی ساتھ تھیں۔ اور اسی موقعہ پر واقعہ افک پیش آیا۔ اور **ان الذین جاؤ بالافک عصبۃ منکم** سے **والطیبون للطیبات** تک سترہ آیتیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برات میں نازل ہوئیں۔

غزوۂ ذی قرد

اس غزوہ کا قصہ یہ ہے کہ کچھ دیہاتی لوگ آئے۔ اور مدینہ طیبہ کے نواح سے اونٹ چرا کر لے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا تعاقب فرمایا اور اونٹ واپس کرا لئے۔

غزوۂ حدیبیہ

حضرت ابوقتادہ انصاریؓ اپنے رفقاء سمیت عمرہ کیلئے نکلے اور مقام عسفان میں پڑاؤ کیا۔ اور پھر حدیبیہ میں اترے۔ حدیبیہ ایک کنویں کا نام ہے۔ اسی نام پر ساری بستی کو حدیبیہ کہنے لگے۔ ادھر سے مشرکین بھی نکل آئے۔ اور ان کے درمیان صرف اتنی مسافت تھی جو ایک پتھر پھینکنے کی ہوتی ہے۔

غزوۂ خندق

اس کا قصہ یہ ہے کہ اہل مکہ نے دیہات اور قبائل سے تقریباً اٹھارہ ہزار آدمی جمع کئے۔ اور مدینہ کا رخ کیا۔ یہاں آ کر مدینہ طیبہ کا محاصرہ کرلیا۔ یہی لوگ تھے۔ جنہیں احزاب کہا گیا ہے رسول اللہ نے خندق کھودنے کا حکم فرمایا تاکہ مشرکین موقعہ پا کر اندر داخل نہ ہوسکیں۔ محاصرہ کی حالت پندرہ روز تک رہی یا اس سے کچھ زیادہ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ٹھنڈی ہوا بھیجی۔ جس سے وہ بدحواس ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اذْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَآءَتْکُمْ جُنُوْدٌ سے وَکَفَی اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ تک قرآن پاک میں اسی واقعہ کو بیان کیا گیا ہے۔

غزوۂ قریظہ

بنو قریظہ مدینہ کے قریب ہی رہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان لوگوں کو عہد تھا مکہ کے قبائل اور احزاب نے چڑھائی کی تو ان لوگوں نے بھی اپنا عہد توڑ ڈالا۔ احزاب کو شکست ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا رخ فرمایا۔ اور محاصرہ کرلیا۔ حتیٰ کہ حضرت سعد بن معاذؓ کے فیصلہ پر انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ وہ فیصلہ یہ ہے کہ ان کے لڑنے والے سپاہیوں کو قتل کردیا جائے۔ جو کہ چار سو پچاس یا کچھ زائد تھے۔ حی بن اخطب بن اسید بھی انہی میں تھا۔ وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَیَاصِیْهِمْ وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِیْقًا میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

غزوۂ ذات الرقاع

یہی وہ غزوۂ ہے جس میں صلوٰۃ الخوف پڑھی گئی۔ اصحاب صفہ حضرات ننگے قدم تھے۔ پاؤں پر کپڑے لپیٹتے تھے کہ راستہ بہت سنگلاخ اور سخت تھا۔ چلنے میں وہ کپڑے ٹکڑے اور دھجیاں بن کر گرنے لگے۔ جس سے غزوۂ کا نام ہی ذات الرقاع رکھ دیا گیا۔ یعنی ٹکڑوں اور چیتھڑوں والا غزوۂ۔

غزوۂ خیبر

۶ھ ہجری میں ہوا۔ آپ نے خیبر کو فتح کیا۔ اور اسے اسلامی حکومت میں شامل فرمایا۔

غزوۂ موتہ

اس غزوۂ میں آنحضرت ﷺ نے مہاجرین وانصار بہت سے صحابہ کرامؓ کو بھیجا۔ اور زید بن حارثہ، جعفر طیار اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ان پر امیر مقرر فرمایا۔

غزوۂ انمار

اس میں خود آنحضرت ﷺ بھی صحابہ کے ساتھ تشریف لے گئے مگر مقابلہ وغیرہ کچھ نہ ہوا۔

فتح مکہ

اس غزوۂ میں رسول اللہ ﷺ دس ہزار مہاجرین وانصار صحابہ کرام کی معیت میں تشریف لے گئے مکہ فتح ہو گیا۔ اور اسلام کا خوب بول بالا ہوا۔ یہ ہجرت کے آٹھ سال بعد کا واقعہ ہے۔

غزوۂ بنی خزیمہ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید کو فتح کے بعد بنی خزیمہ کی طرف بھیجا۔ انہوں نے اظہار اسلام کیا۔ مگر حضرت خالد نے اعتماد نہ کیا۔ اور ان میں سے بعض کو قتل اور بعض کو قید کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے لیا ہوا مال وغیرہ سب واپس کر دیا۔ اور مقتولوں کی دیت کا ذمہ بھی قبول کیا۔

غزوۂ حنین

فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ بارہ ہزار افراد کے ساتھ وہاں سے بنی ہوازن کی طرف چلے اپنی کثرت کی وجہ سے ان حضرات کے قلوب میں عجب وناز پیدا ہو گیا تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں ہزیمت وشکست دکھائی پھر اعانت ونصرت فرمائی۔ حتیٰ کہ فتح یاب ہوئے اور مشرکین شکست کھا گئے اور بہت سا مال غنیمت چھوڑ گئے۔ اسی کو یوم اوطاس بھی کہتے ہیں اور یَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ کی آیت میں اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے۔

غزوۂ طائف

رسول اللہ ﷺ حنین سے واپس طائف کو تشریف لائے اور اس کا محاصرہ کیا حتیٰ کہ چالیس یوم کے بعد فتح ہوا۔

غزوۂ دومتہ الجندل

آنحضرت ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو سات سو مجاہدوں کے ساتھ بھیجا۔ مگر کفار نے صلح کر لی۔ اور مسلمان ہو گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے وہیں قیام کر لیا۔ اور عاطر نامی عورت کے ساتھ نکاح کر لیا۔ جو اصبغ بن عمرو الکلبی کی بیٹی تھی۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اسی کے بطن سے پیدا ہوئے۔

غزوۂ تبوک

آپ ﷺ کا ایک غزوۂ تبوک ہے جو روم کی جانب ہوا۔ مسلمانوں کو اس میں فتح اور بہت سی غنیمت حاصل ہوئی۔

غزوۂ قبل نجد

حضرت عبدالرحمٰن سے پہلے آپ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید کو تین سو ساتھیوں کے ساتھ دومتہ الجندل کی طرف بھیجا۔ جو کہ وہاں سے بہت سی غنیمت لے کر واپس ہوئے۔ اور یہ

غزوۂ قبل نجد کہلاتا ہے۔

ان مذکورہ غزوات کے علاوہ بھی غزوات ہیں۔جن کا ہم نے ذکر نہیں کیا۔ شائقین حضرات مغازی کا مطالعہ کریں۔

مکروہات کا بیان

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پانچ موقعوں پر کلام کرنا مکروہ ہے۔۱، جنازہ کے پیچھے جاتے وقت۔۲، تلاوت کرتے وقت۔۳، خطبہ کے وقت اور مجلس ذکر میں۔۴، بیت الخلاء میں۔ ۵، جماع کی حالت میں۔

اور پانچ مقامات پر نظر کرنا مکروہ ہے۔۱، نماز میں دائیں بائیں دیکھنا۔۲، لوگوں کے دروازوں میں جھانکنا۔۳، حمام وغیرہ میں لوگوں کے پردہ کو دیکھنا۔۴، دنیا میں اپنے سے اوپر والے کو للچا کر دیکھنا۔۵، دین میں اپنے سے نیچے والے کو اچھی نظر سے نہ دیکھنا۔

پانچ چیزوں کی طرف کان لگانا مکروہ ہے۔۱، گیت گانے اور کھیل تماشہ کی طرف۔۲، نوحہ کی طرف۔۳، فضول اور جھوٹ باتوں کی طرف۔۴، ایسے دو آدمیوں کی طرف جو سرگوشی کر رہے ہوں۔۵، لوگوں کے دروازوں کی طرف۔

پانچ موقعوں پر ہنسنا مکروہ ہے۔۱، جنازہ کے پاس۔۲، قبرستان کے قریب۔۳، کسی مبتلائے مصیبت کے پاس۔۴، تلاوت قرآن کے وقت۔۵، ذکر اللہ کے وقت۔ کہتے ہیں کہ نہ ہنسنے والی بات پر ہنسنا جنون کی ایک قسم ہے۔

سونے کی ناک اور سونے کا دانت بنانے میں اختلاف ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ چاندی کا جائز اور سونے کا ناجائز ہے۔امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ کوئی حرج نہیں۔اسی قول پر ہمارا عمل ہے۔حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عرفجہ بن اسعد کو اسلام سے پہلے ناک پر زخم آیا۔اس نے چاندی کی ناک بنوائی مگر اس میں بدبو پیدا ہونے لگی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے سونے کی ناک بنوانے کا مشورہ دیا۔

پانچ دنوں میں روزہ رکھنا مکروہ ہے۔۱،عیدالفطر کا دن۔۲،عیدالاضحی کا دن اور اس کے بعد کے تین دن۔

پانچ اوقات میں نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔۱،نماز عصر کے بعد نماز مغرب پڑھ لینے تک۔۲،طلوع فجر کے بعد ماسوا سنت فجر کے اور نماز فجر کے بعد سورج کے بلند ہونے تک۔۳، نصف النہار کے وقت۔۴،غروب شمس کے وقت ﴿یہ نمبر۴ اصل عربی نسخہ میں نہیں ہے شاید نقل کنندہ سے رہ گیا ہے۔واللہ اعلم﴾۔۵،خطبہ جمعہ کے وقت

تین اوقات میں نماز فرض مکروہ ہے۔۱،طلوع کے وقت۔۲،نصف النہار کے وقت۔ ۳،غروب کے وقت۔سوائے اس دن کی عصر کے۔

دُعاؤں کا بیان

فقیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بندے کو لائق ہے کہ ہر موقعہ پر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے۔اپنی سب ضروریات وحاجات اسی کی بارگاہ میں پیش کرے۔عبودیت اور بندگی کی یہی علامت ہے۔اور محبوب ترین بندہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو اس کی بارگاہ میں دامن سوال پھیلاتا ہے۔اور وہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ترین اور برا ہے جو بے نیازی دکھاتا ہے۔اور بندوں میں وہ شخص محبوب وپسندیدہ سمجھا جاتا ہے جو بندوں سے بے نیازی دکھائے اور ان سے کچھ نہ مانگے۔اور بندوں میں مبغوض ترین اور ناپسندیدہ وہ شخص ہے جو لوگوں کے آگے دست سوال دراز کرتا ہے۔

ایک شاعر کہتا ہے اگر اللہ تعالیٰ سے مانگا نہ جائے تو وہ ناراض ہوتے ہیں اور بنی آدم سے کوئی مانگ بیٹھے تو ناراض ہو جاتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں دعا سے بڑھ کر کوئی شے قابل قدر نہیں۔نیز آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ دعا ہی اصل عبادت ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي

سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ. (اور تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔ جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے) اس آیت میں عبادت سے دعا ہی مراد لی گئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ بندہ ہمیشہ خیر و برکت میں رہتا ہے جب تک کہ جلد بازی نہ کرے۔ پوچھا گیا کہ جلد بازی کیا ہے۔ فرمایا یہی کہ کہنے لگ جائے کہ میں نے دعا کی تھی مگر قبول نہ ہوئی۔

ایک حدیث میں ہے کہ بندہ جو دعا بھی مانگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یا تو وہی چیز عطا فرما دیتے ہیں جو اس نے مانگی یا کوئی ایسی آفت اس سے ٹال دیتے ہیں جو اس سے کہیں بڑھ کر ہوتی ہے یا پھر اس کیلئے ایسی چیز ذخیرہ بنا دیتے ہیں جو اس کی مطلوبہ چیز سے بہتر ہوتی ہے۔

بدخوابی کی دعا

امام اعمشؒ ابراہیمؒ سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص خواب میں کوئی مکروہ بات دیکھے تو اپنے بائیں جانب تین بار تھوک دے پھر یہ دعا کرے۔ **اعوذ بما عاذت به ملائكة الله ورسوله من شر رویایی هذه التی رأیت ان تضرتی فی دنیایی او آخرتی** ۔(میں اس کی پناہ چاہتا ہوں جس کی اللہ تعالیٰ کے فرشتے اور اس کے رسول پناہ چاہتے ہیں۔ اپنے اس خواب کے شر سے جسے میں نے دیکھا ہے تا کہ یہ مجھے دنیا اور آخرت میں نقصان نہ دے)۔ یہ کلمات پڑھ لینے سے انشاء اللہ اس خواب کا کچھ اثر نہ ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہؓ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص ناپسند خواب دیکھے تو بائیں جانب تین دفعہ تھوک دے اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے۔ انشاء اللہ کوئی نقصان نہ ہوگا۔

بیوی کی رخصتی پر دعا

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رخصتی ہونے پر بیوی کو دو رکعتیں پڑھنے کیلئے کہو۔

پھر پیشانی سے پکڑ کر یہ کلمات کہو۔ اللھم بارک لی فی اھلی وبارک لاھلی فی وارزقنی منھم وارزقھم منی واجمع بیننا ماجمعت فی خیر وفرق بیننا مافرقت فی خیر (اے اللہ میرے لئے اہل میں برکت دے۔اور میرے اہل کیلئے مجھ میں برکت پیدا فرما۔ مجھے ان کی وجہ سے اور اسے میری وجہ سے رزق عنایت فرما اور جب تک تجھے منظور ہے ہمیں خیر پر جمع فرما۔اور جب ہماری علیحدگی تجھے منظور ہو تو خیر پر فرما)۔

جماع کے وقت کی دعا

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جماع کے وقت یہ دعا پڑھے۔اللھم جنبی الشیطان وجنب الشیطان مارزقتنی (اے اللہ مجھے شیطان سے محفوظ فرما۔اور مجھے جو اولاد عطا ہو اس سے شیطان کو دور فرما)۔اگر بچہ پیدا ہوا تو انشاء اللہ شیطانی مضرتوں سے محفوظ رہیگا۔

نعمتوں کے عطا ہونے پر

حضرت انسؓ بن مالکؓ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندے کو جو بھی نعمت عطا فرمائیں۔بیوی بچے ہوں یا مال وغیرہ اور وہ اس پر مَاشَاءَ اللّٰہُ لَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھ لے تو اس میں موت کے سوا کوئی آفت نہ دیکھے گا۔پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَکَ قُلْتَ مَاشَآءَ اللّٰہُ لَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ،اور تو جب اپنے باغ میں پہنچا تھا تو تو نے ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ کیوں نہ کہا تھا۔

پرندہ سامنے آنے پر

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ اگر کوئی پرندہ سامنے آئے تو کہو ماشاء اللّٰہ لاقوۃ الا باللّٰہ لایاتی بالحسنات الا اللّٰہ ولا یرفع السیئات (کہ بھلائی کو لانے والا اور برائی کو ٹالنے والا صرف اللہ ہے۔پھر اپنے کام میں لگ جائے)۔

کوئی چیز گم ہونے پر

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں جس کی کوئی چیز گم ہو جائے تو دو رکعتیں پڑھے اور تشہد

سے فارغ ہوکر یہ پڑھے: اللھم یاھادی ویاراد الضالۃ اردوعلی ضالتی بعزتک وسلطانک فانھا من فضلک عطائک (اے اللہ اے ہدایت والے گم شدہ کولوٹا نے والے میری گم شدہ چیز واپس لوٹا دے اپنی عزت اور غلبہ کے صدقہ بیشک یہ تیرا فضل اور تیرا احسان ہے)۔

بچہ کی ولادت کیلئے

سفیان ثوریؒ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب عورت پر بچہ کی ولادت مشکل ہوجائے تو یک برتن میں یہ لکھے۔ بسم اللّٰہ الذی لاالٰہ الاھوا لحلیم الکریم سبحان اللّٰہ ربّ العرش العظیم الحمدللّٰہ رب العالمین ۔ کَاَنَّھُمْ یَوْمَ یَرَوْنَھَا لَمْ یَلْبَثُوْااِلاَّ عَشِیَّۃً اَوْضُحٰھَا ۔ کَاَنَّھُمْ یَوْمَ یَرَوْنَ مَایُوْعَدُوْنَ لَمْ یلبثوْا اِلاَّسَاعَۃً مِّنْ نَّھَا رٍبَلَاغٌ فَھَلْ یُھْلَکُ اِلاَّالْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ اوردھوکر پلا دیا جائے۔

صبح کے وقت کی دعا

حضرت عثمانؓ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد مبارک نقل کرتے ہیں کہ جو شخص صبح ہوتے ہی تین مرتبہ بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَایَضُرُّمَعَ اِسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَافِی السَّمَآءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ پڑھ لے تو شام تک اسے کوئی آفت نہیں ہوتی اور شام کو پڑھ لے تو صبح تک آفات سے محفوظ رہتا ہے۔

درد اور تکلیف کیلئے

حضرت عثمانؓ بن ابی العاص کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے اتنی تکلیف ہوئی کہ جان نکل رہی تھی ۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ارشادفرمایا کہ تکلیف کی جگہ پر دایاں ہاتھ سات مرتبہ پھیرواور یہ پڑھ کردم کرو۔ اَعُوْذُ بعزۃ اللّٰہ وقدرتہٖ من شرما اجد ۔ میں نے ویسا ہی کیا۔ اور بالکل ٹھیک ہوگیا۔

بچھو کے کاٹنے پر

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ قبیلہ اسلم کا ایک آدمی کہنے لگا کہ میں گزشتہ رات بالکل نہیں سو سکا۔ نبی اکرم ﷺ نے وجہ پوچھی۔ عرض کیا کہ بچھو نے کاٹ لیا تھا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تو **اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ کلھا من شرما خلق** پڑھ لیتا تو انشاءاللہ یہ مضرت نہ ہوتی۔

چھینک آنے پر

ایک صحابی سے روایت ہے کہ جو شخص چھینک آتے وقت ہر دفعہ **الحمدللّٰہ رب العالمین علی کل حال** پڑھتا ہے وہ داڑھ کے درد سے محفوظ رہتا ہے۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص چھینکنے والے سے پہلے **الحمدللّٰہ رب العالمین** کہتا ہے وہ دانت، کان اور پیٹ کے درد سے محفوظ رہتا ہے۔ یعنی چھینک لینے والے نے بھی ابھی **الحمدللّٰہ** نہ کہا تھا۔ کہ اس شخص نے پہلے ہی کہہ لیا۔ تو یہ شخص تین تکلیفوں سے بچا رہتا ہے۔

شیطان سے حفاظت کیلئے

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص بقرہ کی دس آیتیں (چار ابتداء کی اور آیت الکرسی اور اس کے بعد کی دو آیتیں اور تین آخر کی) شروع دن میں پڑھ لیتا ہے تو شام تک اس گھر میں شیطان نہیں آتا۔ اور اگر شروع رات میں پڑھ لے تو صبح تک شیطان اس گھر میں نہیں آتا اور کسی آسیب والے یا مجنوں پر پڑھ کر دم کیا جائے تو افاقہ ہو جائے۔

غموں کے ہجوم اور نعمتوں پر

بعض متقدمین کا قول ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے نعمتوں سے نوازا ہے اسے بکثرت الحمدللہ پڑھنا چاہیے۔ اور جس پر غموں کا ہجوم ہو۔ وہ استغفار کی کثرت رکھے۔ اور جس کے ہاں فقر نے ڈیرہ ڈال رکھا ہے وہ **لاحول ولاقوۃ الاباللّٰہ** کثرت سے پڑھا کرے۔

چار چیزوں میں مبتلاء کیلئے

حضرت جعفرؒ بن محمد فرماتے ہیں کہ جو شخص چار چیزوں میں مبتلا ہوتا ہے تعجب ہے کہ وہ چار چیزوں سے کیوں کر غافل رہتا ہے۔

(۱) مجھے تعجب ہے کہ غموں میں گھرا ہوا آدمی لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۔ کیوں نہیں پڑھتا جبکہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ (ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو اس گھٹن سے نجات دی اور ہم اسی طرح ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں)۔

(۲) اور ہمیں تعجب ہے کہ جو شخص کوئی خوف محسوس کرتا ہے وہ حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ ، کیوں نہیں پڑھتا جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ (ان لوگوں نے یہ کلمات کہے تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل کے ساتھ واپس آئے کہ ان کو کوئی ذرا سی ناگواری پیش نہیں آئی)۔

(۳) اور مجھے تعجب ہے کہ لوگوں سے خوف کھانے والا آدمی وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰهِ کیوں نہیں پڑھتا جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فَوَقَاهُ اللّٰهُ سَیِّئَاتِ مَامَكَرُوْا (پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو ان لوگوں کی مضرتوں سے محفوظ رکھا)۔

(۴) اور مجھے اس شخص پر تعجب ہے، جو جنت کی تمنا رکھتا ہے اور پھر بھی مَاشَآءَ اللّٰهُ لَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ نہیں پڑھتا جبکہ قرآن پاک میں ہے: عَسٰی رَبِّیْٓ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ (عنقریب معلوم ہوتا ہے میرا رب مجھ کو میرے باغ سے اچھا باغ دیدے)۔

سب توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ وہی ہر مشکل میں میرا کارساز ہے۔ اسی سے ہر حق بات میں رشد و ہدایت کی درخواست کرتا ہوں۔

خطبات، ملفوظات، مکتوبات کے تقریباً تیس 30000 ہزار صفحات کا خلاصہ

ایک ہزار سے زائد عنوانات پر مشتمل اصلاحِ دل کیلئے اکسیر الہامی نسخے

افادات

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

مرتب محمد اسحاق ملتانی

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان پاکستان فون: 540513